

# معارف القرآن

۱۰۰

ماہی محمد زاہد محمد عینی غفرلہ

شائع کردہ

دارالارشاد - کیمیل پور



۱۹۱۲/۱۲  
 م ۱۲۱ م  
 ۱۷۰ ل ۱۷

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ (الشورى ۱۷)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ہی نے کتاب (قرآن مجید) اتاری ساتھ حق کے اور اسی نے میزان بھی اتاری۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَنْبِيَآءِهِ وَالْمُرْسَلِينَ الَّذِينَ

بَلَّغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ بِالْيَقِينِ وَعَلَى سَيِّدِ الرِّسَالِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ الْأَمِينِ

وآيَاتِ رَبِّهِ الْمُبِينِ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ الَّذِينَ فَازُوا مَعَهُ بِحِطِّ سَمِينٍ وَمَنْ تَبِعَهُمْ

إِلَى يَوْمِ الدِّينِ. أَمَا بَعْدُ

اس قاعدہ کا کوئی بھی عقلمند انکار نہیں کر سکتا کہ ہر زبان اور کلام کے سمجھنے کے لئے

کچھ قاعدے اور ضابطے ہوتے ہیں ان کے بغیر وہ کلام نہیں سمجھی جاسکتی اور نہ ہی اس کا کچھ

مفید مطلب نکل سکتا ہے ایک بالکل سادہ سی مثال سمجھ لیجئے کہ ایک کے ہندسہ کے آگے ایک

صفر لگا دینے سے دس اور دو لگا دینے سے سو اور اسی طرح عدد کا معنی بڑھتا چلا جائے گا۔

..... لیکن اگر اس سے پہلے صفر لگا دیا جائے تو اس سے دس کا مفہوم اور معنی نہیں نکل سکتا

..... اس لئے کہ عدد بنانے والوں کے قانون کے خلاف ہے۔ اسی طرح ہر کلام اور بولی کے لئے

قاعدے اور ضابطے ہیں جو اس زبان کا ادب، گرائمر وغیرہ کہلاتے ہیں یہی قاعدہ اور ضابطہ

اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھنے کے لئے ہے آخر اللہ تعالیٰ کا کلام بندے کے کس طرح بلا کسی قاعدے

اور ضابطے کے سمجھ سکتے ہیں نصیحت اور وعظ کے لئے بلاشبہ قرآن مجید آسان ہے جیسا کہ فرمایا

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (القمر) لیکن قرآنی آیات سے حکم نکالنا، معارف اور

نکات کا سمجھنا، رموز اور فوائد کا مرتب کرنا، اس کے لئے اس معیار کا سمجھنا ضروری ہے جو

اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور جس کی تشریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جن پر

قرآن مجید نازل ہوا۔ اس کو قرآن مجید نے یوں ارشاد فرمایا :-

اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ (الشورى) ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ہی نے کتاب (قرآن مجید) اتاری اور اسی نے میزان بھی، اس آیت کریمہ میں دو باتوں کو بیان فرمایا۔

الف - کتاب اللہ تعالیٰ ہی نے نازل فرمائی۔

ب - جس طرح ہر کتاب کو سمجھنے کے لئے کچھ نہ کچھ قواعد اور ضوابط ہوتے ہیں۔ تاریخ کی کتاب کے لئے علیحدہ ضوابط، ریاضی حساب کے لئے علیحدہ اور دوسرے مضامین کے لئے علیحدہ علیحدہ ضوابط اور علیحدہ علیحدہ اصطلاحات ہیں، حالانکہ ان اصطلاحات کا اگر لحاظ نہ رکھا گیا تو اس سے دین و ایمان میں کوئی فرق نہ آئے گا مثلاً اگر آج یہ فارمولا بنا دیا جائے کہ بارہ انچ کا فٹ نہیں بلکہ دس انچ کا فٹ ہے اور جسے تم فٹ کہتے ہو اس کا نام آج سے انچ اور انچ کا نام آج سے فٹ ہے تو اس سے کوئی دینی اور ایمانی نقصان نہ ہو گا۔ لیکن اگر خدا خواستہ آج یہ کہہ دیا جائے کہ لفظ ربو سے مراد بیع اور لفظ زکوٰۃ سے مراد شہوت ہے تو بتائیں یہ بات کہاں تک پہنچے گی اس لئے اس کتاب کو سمجھنے اور حصول مطالب کے لئے جو قانون اور ضابطے ضرورت تھے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی نے نازل فرمائے۔

چنانچہ قرآنی معارف اور مطالب کو سمجھنے کے لئے جن قواعد اور ضوابط کی ضرورت ہے علماء کرام نے خصوصی طور پر اس موضوع پر مستقل اور علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھیں۔ جن میں چند کے اسماء مع مختصر کیفیت کے درج ذیل ہیں :-

علامہ برہان الدین زرکشی کی البرہان اور الجزائری کی البیان اور ابن عطیہ غرناطی کا مقدمہ فی علوم القرآن اور امام راغب کا مقدمہ فی علوم التفسیر وغیرہ۔ کافی کتابیں اس موضوع پر مستقل لکھی گئی ہیں۔

لیکن ان سب میں سے زیادہ قبولیت اور شہرت امام جلال الدین سیوطی کی الاتقان کو حاصل ہوئی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے الفوز الکبیر تحریر فرمائی جس کا ترجمہ اردو زبان میں

کیا گیا۔ مگر مفصل اور آسان زبان میں ابھی اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت تھی اور اب بھی ہے۔  
 احقر در کس قرآن کے دوران طلباء اور شکر کاء درس کو جو فوائد تحریر کرتا رہتا ہے ۱۹۵۳ء میں  
 میں حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ثانی کے بعد قواعد ترجمۃ القرآن کے  
 نام سے اس کتاب کو شائع کیا گیا جسے بحمدہ تعالیٰ ہر طبقہ میں قبولیت حاصل ہوئی۔ اکابر علماء کرام اور  
 مفسرین حضرات کی آرا گرامیہ آنے والے صفحات پر ثبت ہیں، مگر جلد ہی یہ تعداد ختم ہو گئی اور  
 ضرورت اس سے زیادہ لاحق ہوتی گئی کہ آج کل بعض نئے مفسرین نے قرآن مجید کو لاوارث  
 کتاب سمجھ کر اس کی تفسیر کو اپنا مشغلہ بنا لیا ہے اس لئے اب کافی اضافہ کے ساتھ تیسری مرتبہ  
 شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور مسلمانوں کو اس کتاب کی روشنی میں قرآن مجید  
 سمجھنے کی توفیق عطا فرماوے۔ وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ وَاللَّهُ الْمَوْفِقُ وَالْمُعِينُ

قاضی محمد زاہد حسینی

۲۸ شوال ۱۳۸۶ھ

۹ فروری ۱۹۶۷ء

# تعارف و تقریظ

از استاد العلماء شیخ التفسیر مولانا الحاج احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

تعارف و تقریظ  
 (محترم المقام حضرت مولانا) قاضی زاہد الحسینی (صاحب) موجودہ دور کے ان علماء کرام میں سے  
 ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے کتاب و سنت کے سمجھنے کے لئے ایک خصوصی بلکہ  
 عطا فرمایا ہے اس کے علاوہ اپنے مضامین کو ضبط تحریر میں لانے کی بہترین صلاحیت عطا فرمائی ہے  
 میں نے معارف القرآن کا بغور مطالعہ کیا ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ حسب ارشاد رحمۃ للعالمین  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی امت میں سے ما انا علیہ و اصحابی والا فقط ایک ہی فرقہ ہو گا۔  
 میں نے قاضی صاحب کی ساری کتاب کو (جہاں کہیں سے دیکھا) اسی ما انا علیہ و اصحابی  
 کے مسلک کا حرفاً حرفاً مطابق پایا۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے قاضی صاحب پر ایک احسان  
 یہ بھی ہے کہ باوجود اپنے بے نظیر کمالات کے ہستی نہیں (میرے خیال میں آپ کو یہ نعمت شیخ العرب  
 والعجم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی دامت برکاتہم (رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت میں نصیب  
 ہوئی ہے) جہاں اپنا ذکر فرماتے ہیں تو جاہل اور سیہ کار کے نام ہی سے موسوم کرتے ہیں۔ اللہ والوں  
 کا یہ بھی ایک خاص شعار ہے کہ اپنے نام محاسن کو محض اللہ تعالیٰ کا فضل خیال کرتے ہیں۔ اور اپنے  
 آپ کو فقط ان کا مظہر خیال کرتے ہیں۔ اور اپنے وجود مسعود کو ان کمالات سے بالکل خالی سمجھتے ہیں۔  
 علم تفسیر کی مختصر سرگذشت - قاضی صاحب نے اس عنوان کے تحت سید المرسلین خاتم النبیین  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات تفسیریہ سے لے کر آج چودھویں صدی کے مفسرین اور

مترجمین حضرات کے اسماء گرامی اور ان کے سینین پر ایک مختصر مگر جامع ذخیرہ معلومات جمع کر دیا ہے اس مضمون کو پڑھ کر ساٹھ تیرہ سو سال کے علم التفسیر کے ذخیرہ کا سارا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ قاضی صاحب نے عنوان ذیل "قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے بنیادی شرعا" میں جو کچھ بیان فرمایا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب کو فہم قرآن کے لئے وہ فہم عطا فرمایا ہے جو کسی کسی خوش نصیب ہی کو حاصل ہوتا ہے فرقہ باطلہ مرزائیت کے نظریات کا بطلان باحسن و جود ثابت کیا ہے موودویت۔ شیعیت نیچریت کے متعلق خیر الکلام ماقول و دل کے طور پر تبصرہ فرمایا ہے متلاشی حق کے لئے اس

تبصرہ میں نور ہدایت ہے۔

حق پرست کی تسلی طبع قاضی صاحب نے اپنے ہر عنوان کو مدلل بنانے کی ایسی تفصیل تشریح کی ہے جس سے ہر حق پرست کے لئے اطمینان قلب اور تسلی طبع ہو جاتی ہے ہر موقع کے مناسب حسب ضرورت عقلی اور نقلی دلائل سے اپنے مطمح نظر کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔ میں عدم الفرصت ہونے کے باعث معارف القرآن کی ہر سطر کو نہیں دیکھ سکا البتہ حیرات سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے معارف القرآن کے معتد بہ حصہ کو کافی غور سے مطالعہ کیا ہے اور ماشاء اللہ ایک لفظ بھی ما انا علیہ واصحابی کے مسلک کے خلاف نہیں پایا وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے معارف القرآن قرآن مجید کے مطالب اور معارف کے شائقین کے لئے مشعل راہ ہدایت بنے گا اور اس کی برکت سے ان کے قلوب قرآن مجید کے انوار سے روشن ہو جائیں گے۔

ایک اور کمال قاضی صاحب نے معارف القرآن میں یہ کمال بھی دکھایا ہے کہ ایک عنوان کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کے شواہد مختلف سورتوں سے پیش کئے ہیں اس طریقہ سے کتاب اللہ لیدر بق بعضہ بعضاً کی دل میں تصدیق ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ قاضی صاحب کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور معارف القرآن

کو خلق اللہ کی ہدایت اور قاضی صاحب کی نجات کا ذریعہ بتائے آمین یا اللہ العالمین۔

احقر الانام احمد علی عفی عنہ

۲۲ رجب ۱۳۶۶ھ - ۳۱ فروری ۱۹۵۶ء

(۲) تقریظ از علامہ دوران مولانا شمس الحق افغانی دامت برکاتہم  
(سابق استاذ اعلیٰ دارالعلوم دیوبند، وزیر معارف قلات) حال شیخ التفسیر اسلامی یونیورسٹی  
بہاول پور۔

”میں نے معارف القرآن مولفہ جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول  
مولانا قاضی محمد زاہد عینی کو اول سے آخر تک دیکھا۔ مصنف علامہ کو فہم قرآن میں خصوصی  
رسوخ اور امتیازی ذوق حاصل ہے جس کے لئے زیر تقریظ کتاب اور مصنف کی دیگر مصنفات  
شاید صدق ہیں۔ معارف القرآن قدیم و جدید معلومات پر حاوی ہے اور کمال یہ ہے کہ فہم سلف  
سفرہ برابر اس میں انحراف نہیں۔ جن لوگوں نے علوم اسلامیہ سے تہیستی کے باوجود قرآن کی  
تفسیریں لکھی ہیں۔ اور قرآن ہی کے نام پر الحاد و زندقہ مسلمانوں میں پھیلانے کی سعی نامسعود کی ہے  
ان تمام کج فہمیوں اور الحاد آفرینیوں کا جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ فخر اہ اللہ عناہن  
الاسلام خیر الجزاہ۔ شمس الحق عفا اللہ عنہ (ترنگ زئی پشاور) ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ

(۳) تقریظ از استاد العلماء مولانا الشاہ عبد الرحمن نور اللہ مرقدہ (سابق صدر مدرس

مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور)

”معارف القرآن اس پر فتن اور پیر آشوب دور میں گم کردہ راہوں کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ  
شمع روشن کا کام دے گی۔“

عبد الرحمن حال بہبودی ۲۶ رمضان ۱۳۶۶ھ



(۴) تقریظ از مفسر القرآن شارح الحدیث مولانا السید گل بادشاہ شیخ الجامعہ الاسلامیہ اکوڑہ خٹک۔

معارف القرآن تمام عالم اسلام کے لئے تعلیقات قرآنی میں شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے حجتہ بالغہ ہے۔ "شہادت کتاب"

(۵) زبدۃ العلماء مولانا السید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا مولانا قاضی محمد زاہد حسینی ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ علوم قرآنیہ کو اردو میں اس جامعیت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ اس سے پہلے اس کی مثال میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔ میری رائے میں تمام عربی مدارس کے طلباء اور مشتاقانِ علوم قرآنی کو اس کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہونا چاہیے۔

(۶) شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے فرمایا۔ "معارف القرآن میں بہترین معلومات کا ذخیرہ جمع ہے جو شائقینِ علوم کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔"

(۷) فاضل علوم عصریہ مولانا عبدالمجاہد دریا بادی نے فرمایا۔

"کتاب متفرق تفسیری افادات سے بھری پڑی ہے۔ صرف سچے معانی، بیان، لغت، زبان اور کلام کے بھی متعدد مسائل کا حل موجود ملے گا۔ جدید گمراہ فرقوں کے رد میں اشارات اچھے خاصے موجود ہیں۔"

(۸) مقرر اسلام سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا۔

"آج کل لوگوں نے قرآن پاک سے مطالب اخذ کرنا اور اس پر اپنے اجتہاد کی دیوار کھڑی کرنا آسان سمجھا ہے۔ حالانکہ اس کے لئے عربی زبان اور اصول و قواعد کی بڑی واقفیت اور لغت کی بڑی تحقیق اور اصول فقہ اور مبادی فہم قرآن جاننے کی ضرورت ہے۔ جناب مولوی قاضی محمد زاہد حسینی صاحب کو دین کی خدمت اور قرآن پاک کے حقائق کی تلاش کا بڑا شوق ہے جو ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔ موصوف نے اس سلسلے میں یہ کتاب لکھی ہے جس میں زبان و محاورہ اور قواعد و اصول زبان کے بہت سے ایسے نکات

جمع کو دئے ہیں جو عام کتابوں میں نہیں ملتے لیکن فہم قرآن کے شائقین کے لئے ان کا جاننا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ  
موصوف کو جزاء خیر دے۔ آمین

سید سلیمان ندوی۔ ۳۰ رجب ۱۳۶۱ھ

مندرجہ بالا تقاریظ اور آرا ان آرا کثیرہ کا خلاصہ ہیں جو ملت کے اکابرین علماء اسلام نے  
اس کتاب کے متعلق ارشادات فرمائے ہیں۔ کتاب کی اشاعت اول تھوڑی تعداد میں تھی خیال یہ تھا  
کہ اس گنہ گار کی تالیف کو شاید اتنی قبولیت حاصل نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اکابر کی دعاؤں  
اور خصوصی توجہ سے اس کو بہت زیادہ قبولیت حاصل ہوئی۔ اور اب اہل علم حضرات کے سپہم تقاضوں  
سے جو مجھ جیسے طالب علم کے لئے حکم کا درجہ رکھتے ہیں دوبارہ کئی مفید اضافوں کے ساتھ شائع کیا جا  
رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔ آمین

# لفظ قرآن، سورۃ اور آیت کی تشریح

قرآن کریم کا مشہور نام قرآن شریف، قرآن مجید ہے اور یہ اس کا ذاتی نام ہے قرآن حکیم کی اکثر آیات میں آپ پر نازل ہونے والی کلام کو قرآن ہی کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا:-

انا انزلناه قرآنا عربیا لعلکم تعقلون (یوسف)  
 لو انزلنا هذا القرآن علی جبل  
 لرايته خاشعاً متصدعاً من  
 خشية الله (الحشر ۲۱)  
 انّ هذا القرآن یهدی للتی هی  
 اقوم (اسراء ۱۰)  
 وان اتلوا القرآن (النمل ۹۲)  
 وعداً علیہ حقاً فی التوراة  
 والابجیل والقرآن (توبہ ۱۱)

یہ قرآن بتاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی  
 ہے۔

اور مجھے حکم دیا گیا ہے یہ کہ قرآن سناؤں۔  
 وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل اور  
 قرآن میں۔

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ اسی کتاب مجید کا نام قرآن ہی ہے۔ باقی تمام نام صفاتی ہیں۔

قرآن مجید میں جو صفاتی نام درج ہیں ان کی مختصر سی فہرست درج ذیل ہے:-

الکتاب - کتاب مفصل - کتاب مبین - ذکرئی - علی - کتاب حکیم - کتاب کریم  
 کلام اللہ - نور - ہدی - رحمة - فرقان - شفاء - موعظة - ذکر - مبارک - جبل  
 حکمة بالغہ - مہین - الصراط المستقیم - قسیم - قول فصل - نبأ عظیم -  
 احسن الحدیث - متشابہ - مثانی - تنزیل - روح - وحی - عربی - بصائر  
 بیان - علم - حق - ہادی - عجبا - تذکرہ - عروة وثقی - صدق - عدل - امر -

منادی - بشیر - نذیر - بلاغ - قصص - صحف - مکرمہ - مرفوعہ - بشری - مجید  
لفظ قرآن کا لفظی معنی پڑھنا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ القیامت میں ارشاد ہے۔

إِنَّا عَلَيْنَا جَمَعَهُ وَقُرَّانَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (آیت نمبر ۱۸ و ۱۹)

یہ آیت سورۃ القیامت کی ہے جو مکہ مکرمہ میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی  
اس سورہ کا نزول نمبر تالیسواں ہے۔ گویا یہ آیت ابتدائی آیتوں میں سے ہے جب کہ مکہ مکرمہ کے  
پہلے مخاطبین یہ کہتے تھے

لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَافِیۡہِ  
لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ (حم السجدہ ۲۶)

توجہ اس قرآن کی طرف کان نہ لگاؤ بلکہ گڑبڑ  
چا دو تاکہ تم غالب آ جاؤ۔

ایسے لوگوں کو قرآن کریم نے شروع ہی میں متنبہ فرمادیا تھا کہ تمہاری اس طرح کی محنت برباد  
جائے گی جس کلام کو آج تم سنتا نہیں چاہتے بلکہ اوروں کو بھی روک رہے ہو تمہارا یہ خیال خام ہے  
کہ قرآن کے پڑھنے والے تو چند آدمی ہیں۔ ہماری اس طرح کی حرکات سے یہ پڑھنا اور پڑھانا بند  
ہو جائے گا مگر تم کو سمجھ لینا چاہیے کہ تم نے اس کتاب کو نام ہی قرآن کا دیا ہے۔ یعنی وہ کتاب  
پڑھی جانے والی ہے۔ گویا یہ ایک سچی پیشین گوئی اور ایک حقیقی اعلان تھا کہ جس کلام کو تم آج  
سنتا گوارا نہیں کرتے یہ کتاب دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جائے گی۔ اور اس کے سننے والے  
بھی سب سے زیادہ ہوں گے۔ قرأت اور قرآن مصدر ہے اس کا معنی اسم مفعول کا ہے بمعنی  
(مقرؤ) بات ظاہر ہے کہ جتنا زمانہ دور نبوت سے دوری کا آتا ہے اسی قدر اس کلام حکیم کے پڑھنے  
والے اور سننے والے بڑھ رہے ہیں۔ آج دنیا میں جس قدر قرآن مجید کو پڑھا جاتا ہے اتنا کسی اور کتاب  
اور کلام کو نہیں پڑھا جاتا جزوی طور پر تو روزانہ کروڑوں مسلمان اپنی نماز میں قرآن مجید کے کسی  
کسی حصے کی تلاوت ضرور کرتے ہیں۔ اور بطور تلاوت کے بھی اس سعادت کو حاصل کرتے ہیں اس لئے  
کہ ارشاد ربانی ہے :-

أَتْلُو مَا وَصَّىٰ إِلَيْكَ مِن ٱلْكِتَآبِ (العنکبوت ۴۵)

وان اتلوا القرآن (النمل ۹۲)

جس عشق اور محبت اور عقیدت سے مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی

جیسا کہ :-

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری صرف ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔

سعید بن جبیر نے خانہ کعبہ میں صرف ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھا۔

سلیمان بن عمرو رات میں پورا قرآن مجید تین دفعہ پڑھ لیا کرتے تھے۔

مشہور مفسر حضرت مجاہد نماز مغرب اور عشاء کے درمیان پورا قرآن مجید پڑھ لیا کرتے تھے۔

منصور بن زاذان ایک ختم نماز ظہر اور عصر کے درمیان اور دوسرا مغرب اور عشاء کے درمیان

کر لیا کرتے تھے۔

ابن الکاتب اس قدر قرآن مجید کے عاشق تھے کہ چار ختم دن کو اور چار ختم رات کو کر لیا کرتے تھے

امام ابو حنیفہ رمضان مبارک میں ایک ختم کرتے تھے ایک ختم دن میں اور ایک ختم رات میں اور

ایک ختم تراویح کی نماز میں کر لیا کرتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک مسئلہ معلوم کرنے کے لئے تین سو دفعہ قرآن مجید کی

یا غور و فکر تلاوت فرمائی۔

شیخ ابوطاہر مقدسی کے متعلق ہے کہ وہ دن رات میں پندرہ بار قرآن مجید کا ختم کر لیا کرتے

تھے۔ (فضائل القرآن - سند می علی البخاری)

یہ بھی صرف قرآن مجید ہی کا اعجاز ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے سے دل نہیں گھبراتا اور نہ ہی دل

میں تنگی پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ اس کو جس قدر زیادہ پڑھا جائے شوق اور محبت کے جذبات زیادہ

پیدا ہوتے ہیں آج بھی ایسے خوش بخت موجود ہیں جو صرف پانچ گھنٹوں میں پورا قرآن مجید پڑھ

لیتے ہیں۔ تو یہ اس اعلان کی تصدیق ہے کہ یہ کتاب سب سے زیادہ پڑھی جائے گی یہ تو قرآن مجید

کے لفظ کا لفظی اعجاز ہے۔ اور قرآن مجید کے قرآن نام میں معنوی اعجاز بھی ہے۔ کہ یہ کتاب صرف

وقتی طور پر چند عقائد یا چند احکام کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ کتاب تو حسب اعلان قرآن مجید :-

لا رطب ولا یابس الا فی کتاب صبیح (انعام ۵۹) (ترجمہ) ہر خشک و تر روشن کتاب میں ہے  
 عربی زبان کا محاورہ ہے قرأت الحوض میں نے حوض کو پانی سے بھر دیا یعنی اس کتاب میں وہ  
 آپ صیات بھرا ہوا ہے جس سے مسلمانوں کی دونوں جہانوں کی نجات وابستہ ہے۔ قرآن مجید ہی وہ واحد  
 کتاب ہے کہ اس میں عقائد۔ عبادات۔ معاملات۔ اخلاق۔ آداب۔ معاشیات۔ اقتصادیات۔ سیاسیہ  
 اور انسانی زندگی کے تمام ماہ ناما اصول جمع ہیں جو اور کسی کتاب میں موجود نہیں آج تک قرآن مجید کی  
 جامعیت کی جو تشریح اور تفسیر کی گئی ہے اتنی اور کسی کتاب کی نہیں کی گئی۔ جیسا کہ :-

تفسیر ابن جریر تیس جلدوں میں۔ تفسیر علی بن ابی حمزہ جلدوں میں۔ تفسیر جوینی جس میں ہر آیت  
 کی تاویل دس طریقوں پر کی گئی ہے۔ تفسیر صفہانی قدیم تیس جلدوں میں۔ تفسیر شیرازی کل نظم میں اشعار  
 کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ تفسیر عزالی چالیس جلدوں میں۔ تفسیر انوار الفجر اسی (۸۰) جلدوں میں۔ تفسیر  
 ابن الجوزی ستائیس جلدوں میں۔ تفسیر ابن انقیب حنفی چار سو جلدوں میں مرتبہ موجود ہیں (از تذکرہ علوم  
 مگر ابھی تک قرآنی معارف اور علوم نکھرتے جا رہے ہیں۔ اور ہر مفسر آخر میں واللہ اعلم ہی لکھنے  
 پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔

فائدہ: بعض علماء قرانیات نے کہا ہے کہ قرآن مجید کے ذاتی نام چار ہیں۔ "قرآن۔ فرقان۔ ذکر

کتاب۔"

لفظ "سورۃ" کی تفسیر "لفظ سورۃ کا لفظی معنی وہ دیوار ہے جو پہلے زمانہ میں شہر کے ارد گرد

بطور فصیل کے بنائی جاتی تھی آج بھی بعض شہروں میں وہ پرانی فصیلیں موجود ہیں۔ فصیل کو عربی میں  
 سور البیل کہتے ہیں جس طرح وہ دیوار ایک خاص شہر کو محفوظ رکھتی ہے اور دوسری جگہوں سے جدا  
 اور علیحدہ کرتی ہے اسی طرح قرآن مجید کا ایک حصہ جو کسی خاص مضمون یا واقعہ کو بیان کرتا ہے  
 اس کو سورۃ کہا جاتا ہے۔ سورۃ کا لفظ اس معنی میں سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس  
 میں بولا جاتا تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید نے منکروں کو دعوت دی کہ :-

وَأَنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا  
فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ - - - -  
(بقرہ ۲۳)

(ترجمہ) اور اگر تم شک میں ہو اس کتاب سے جس  
کو ہم نے اتارا اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت  
اس جیسی ہی اگر تم سچے ہو۔

یہ سورہ بقرہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اسی طرح مکی سورہ ہود میں ارشاد فرمایا :-  
فَاتُوا بَعَثْنَا سُوْرًا صَفِيْرًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ  
وَادْعُوْا قَوْمَكُمْ اِلٰى سَبِيْلِكُمْ  
اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (سورہ ہود ۱۳)

(ترجمہ) پس لے آؤ تم دس سورتیں اپنی طرف سے  
بنائی ہوئی اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔

سورتوں کا تعین اور ان کی ترتیب اور ان کے نام بھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ  
اقدس میں مقرر ہو چکے تھے اس لئے بعض سورتوں کے اجر و ثواب خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
ارشاد فرماتے ہیں جیسا کہ فرمایا پس قرآن مجید کا دل ہے ایک روایت میں فرمایا سورہ اخلاص  
قرآن مجید کے ثواب کے تیسرے حصے کے برابر ہے۔ اسی طرح سورۃ الم السجدہ، الدھر، ق،  
اقتربت، الاعلیٰ، الغاشیہ، بقرہ، آیتہ الکرسی، حم الدخان، الملک، الکہف، الرحمن، النجم،  
الذریٰت، الطور، الحاقہ، الواقعہ، ن، المنازعات، المعارج، المزمل، المدثر، عبس، التطفیف  
القیامہ، المرسلات، النباء، التکویر کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلی اجر و  
ثواب کو ذکر فرمایا ہے۔

”سورتوں کے نام“ سورتوں کی حد بندی اور ان کے نام بھی توقیفی ہیں۔ یعنی جناب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کے نام بھی خود ہی تجویز فرمائے ہیں۔ جیسا کہ جب آپ پر کوئی آیت نازل  
ہوتی تو آپ کا تلبان وحی کو حکم فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں فلاں جگہ لکھ دیا جائے۔ اور یہ ارشاد  
بھی اسی طرح جبریل علیہ السلام کی نشان دہی پر فرماتے جس طرح حضرت جبریل آیات لے کر نازل ہوتے  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ۲۸۱ و اتقوا یوما ترجعون فیہ  
الی اللہ نازل ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا  
”حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کو سورہ بقرہ کی آیت دو سو اسی پر لگا دیجئے“

طلباء و معارف قرآنی کی راہ نمائی کے لئے اسی سلسلہ میں چند باتیں عرض کی جاتی ہیں جن کا تعلق سورتوں کے ناموں کے ساتھ ہے تاکہ ترجمہ کرتے وقت آسانی رہے۔

بعض سورتوں کا نام کسی خاص واقعہ کی مناسبت سے رکھا گیا ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ میں ایک قصہ یہودیوں کا گلے ذبح کرنے کا آیا ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورہ بقرہ تجویز فرمایا۔

سورۃ آل عمران میں حضرت عمران کی بیوی اور حضرت کی بیٹی مریم علیہا السلام کا ذکر ہے اس کو آل عمران کا نام دیا۔ سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی یوسف علیہ السلام کی پوری زندگی ارشاد فرمائی اس مناسبت سے اس کا نام سورہ یوسف تجویز فرمایا۔

بعض سورتوں کے ابتدائی کلمے یا ابتدائی جملے کے کسی کلمے کی مناسبت سے نام تجویز فرمایا جیسا کہ سورہ لیس، سورہ الحاقہ، وغیرہ یا سورہ الملک الغاشیہ وغیرہما۔

ف۔ سورۃ اخلاص کا نام اس کے معنی کے اعتبار سے تجویز فرمایا کہ اس میں خالص توحید کا بیان ہے توحید ذاتی، توحید صفاتی کا جامع اور کامل بیان ہونے کی وجہ سے اخلاص نام تجویز فرمایا۔ امام سیوطی نے اس کا نام الصمد بھی فرمایا۔

بعض سورتوں کے نام دو اور اس سے زیادہ بھی آئے ہیں جیسا کہ سورہ محمد کو سورۃ القتال بھی فرمایا اور سورۃ الماعون کو سورہ الیتیم بھی فرمایا۔ سورۃ الفاتحہ کے نام بڑے کافی آئے ہیں جن میں سے ام القرآن، فاتحۃ الكتاب، اساس، کنز، وافیہ، ثانیہ، نور، رقیہ، سورۃ الحمد، دعا، سورۃ المسئلہ اور سورۃ الصلوٰۃ زیادہ مشہور ہیں۔

قائدہ۔ کلمات قرآنی کی کثرت اور قلت کے لحاظ سے علماء تفسیر و فقہ نے سورتوں کی مندرجہ ذیل تقسیم فرمائی ہے۔

(۱) السبع الطوال (سات لمبی سورتیں) بقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف، یوسف۔

(۲) میثون۔ وہ سورتیں جن کی آیتوں کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہو جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل



(۳) المثنائی۔ ابن عباس اور ابن جبیر کے ہاں وہ سورتیں ہیں جن میں فرائض، حدود، قصول اور امثال کو بار بار بیان فرمایا ہو (جیسا کہ سورہ بقرہ)

(۴) المفصل۔ وہ سورتیں جن کے درمیان فاصلہ کے طور پر بسم اللہ الرحمن الرحیم بار بار آئی ہے اکثر علماء کرام کے ہاں سورہ حمل سے لے کر سورہ الناس تک مفصل ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا تھا۔ اگرچہ اس فرمان فاروقی میں صرف اوساط مفصل اور قصار مفصل کا ذکر ہے مگر سید و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے طرز عمل کو ساتھ ملا کر یہ تین قسمیں کی گئی ہیں۔

طوال مفصل۔ سورہ الحجرات پارہ ۲۶ سے لے کر سورہ البروج پارہ ۳۳ تک

اوساط مفصل۔ سورہ البروج سے لے کر سورہ البینہ تک

قصار مفصل۔ سورہ البینہ سے لے کر آخر قرآن مجید تک

لفظ آیت۔ آیت کا معنی نشانی اور علامت ہے قرآن مجید کے چند کلمات جو کسی معنی اور مطلب کو بیان فرماتے ہیں ان کو آیت فرمایا۔ قرآن مجید میں لفظ آیت موجود ہے یعنی یہ کلمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں اصطلاحی صورت اختیار کر چکا تھا جیسا کہ فرمایا:-

(ترجمہ) اور جب بدل ڈالتے ہیں ہم ایک آیت کو ایک آیت کی جگہ اور اللہ خوب جانتا ہے اس کو جس کو آتا رہے کہتے ہیں تو خود ہی گھڑ کر لانے والا ہے۔

و اذا بدلنا آية مكان آية والله اعلم بما ينزل قالوا انما انت مفتون (النحل ۱۰۱)

اس کی جمع آیت کا کلمہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے فرمایا قلک ایت الکتاب المبین وغیرہ۔ قرآن مجید کی سورتوں کی جس طرح ترتیب توفیقی ہے اسی طرح آیتوں کی ترتیب اور جمع کرنا بھی توفیقی ہے اس پر امت کا روز اول سے لے کر آج تک اجماع ہے کہ آیتوں کا جمع کرنا اور ان کی ترتیب بھی الہامی ہے یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ان کو ترتیب دیا ہے

اس کی تبدیلی کا اب امت میں سے کسی کو بھی اختیار نہیں (مناہل ج ۱ ص ۳۳۹)

آیتوں کی بھی الفاظ کی مناسبت سے تین قسمیں ہیں۔

(۱) پھوٹی آیات - جیسا کہ فرمایا طہ ۱۰ (۱۰ مرد و جوان مرد) وضحیٰ ۱۰ مجھے قسم ہے دپہر کے وقت کی۔ والعصر ۱۰ مجھے قسم ہے زمانے کی۔

(۲) درمیانی آیات - فرمایا اقیما الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واركعوا مع الراكعين (بقرة ۲۳)

(۳) لمبی آیات - فرمایا - ان الله واملئ عتقہ يصلون على النبي يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما (احزاب ۵۶)

قرآن کریم کی لمبی آیات میں دو زیادہ لمبی سمجھی جاتی ہیں ایک آیت الکرسی جو تیسرے پارے کے شروع میں ہے اور ایک آیتہ مدانیہ جو سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۶ ہے۔

(فائدہ) آج کل سب مصاحف میں رکوع کا نشان موجود ہے یہ زمانہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھا بلکہ بعد میں آسانی کے لئے کیا گیا ہے۔ رکوع کا لفظی معنی جھکنا ہے۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس کی تھی کتاب پر وحی قرآنی کا نزول شروع ہوا اور یہ سلسلہ تیس سال تک جاری رہا تا آنکہ سارے قرآن مجید کا نزول ختم ہو گیا۔

امام ابو العالیہ (م ۹۳ھ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب مہینوں میں سے صرف رمضان مبارک کو یہ شرف بخشا ہے کہ اسی ماہ مقدس میں الہام خداوندی کا نزول ہوا۔ سارے صحیفے انبیاء علیہم السلام پر رمضان کی پہلی تاریخ کو نازل ہوئے۔ تو رات رمضان کی چھ تاریخ کو نازل ہوئی۔ اور زبور دس رمضان کو اجمیل چوبیس رمضان کو نازل ہوئی۔

مشہور مفسر کی اور ابن جریر اور عثمٰش نے کہا ہے کہ لیلۃ القدر کو سارا قرآن لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر اترا اور پھر ٹھوڑا ٹھوڑا تیس سال کی مدت میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ ارشاد قرآنی میں نزول قرآن مجید کے لئے دو طرح کے ارشادات گرامیہ آئے ہیں۔

(۱) وَقُرْآنًا فَرَقْنَا لِتَفْرَاهُ عَلَى النَّاسِ  
عَلَى مَكَّةٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا  
(بنی اسرائیل ۱۰۶)

(ترجمہ) اور قرآن میں ہم نے جا بجا فصل رکھا تاکہ  
آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں  
اور ہم نے اس کو تدریجاً اتارا۔

اس کی تفسیر کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر قرآن مجید کبھی تو  
ایک ایک آیت کی شکل میں نازل ہوا اور کبھی حرف حرف کی صورت میں بھی نازل ہوا جیسا کہ  
غیر اُولی الصَّوْر کا حصہ علیحدہ بعد میں نازل ہوا۔ البتہ سورہ انعام، سورہ براءہ اور سورہ  
اخلاص سب کبھی نازل ہوئیں تو ان کے ساتھ ستر ستر ہزار صفیں فرشتوں کی نازل ہوئی تھیں۔ صرف  
ایک آیت وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ کے ساتھ چار ہزار فرشتے نازل ہوئے۔  
اس میں تنزیل سے مراد پہلے آسمان سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور پر  
قرآن مجید کا نزول مراد ہے۔

(۲) فرمایا اِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ (النساء ۷۶)

اس میں انزال کا مصدر ارشاد فرمایا۔ جس کا معنی ایک دفعہ اتارنا ہے۔ لوح محفوظ سے پہلے  
آسمان پر سارا قرآن مجید ایک ہی دفعہ اترا اور وہ رات تائیسویں رمضان کی تھی جس کو لیلۃ القدر  
لے ذکر فرمایا۔ جیسا کہ فرمایا شَهِرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (بقرہ ۱۸۵)

اکثر علماء قرآنیات کے نزدیک سب سے پہلا حصہ جو قرآن مجید کا نازل ہوا وہ اِقْرَأْ بِاسْمِ  
رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ہے اور آخری کلام ربانی الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ الایتنہ ۳ سورہ  
مائدہ ہے۔ انہوں نے جنہوں کے سوال استفسار کا جواب دیا ہے۔

## دو سوال اور ان کے جواب

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر واقعی تفسیر پر علوم و فنون کی ضرورت تھی تو پھر صحابہ کرام نے  
ان سے علوم کس مدرسے میں حاصل کئے تھے حالانکہ وہ قرآن مجید کے بہترین مفسر بن گئے۔ اس

سوال کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مادری زبان وہی تھی جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا پھر ان کے سامنے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات موجود تھی آپ کی عملی زندگی خود قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ نور نبوت سے ہر مسلمان کے دل میں ایمانی تجلیات موجود تھیں۔ بعض صحابہ کرام کا سینہ اس قدر منور تھا کہ نزول قرآن سے پہلے ہی وہ اپنی زبانوں سے ایسی بات کہہ دیتے تھے جس کے بعد نزول قرآن اس کی تائید اور تصدیق نظر آتا۔ لیکن جب اسلام حدود و عرب سے نکل کر حدود عجم میں پہنچا۔ اور ساتھ ہی ساتھ نئے نئے ممالکوں نے سر اٹھانا شروع کیا جو قرآنی الفاظ کی آڑ میں اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے تو علماء اسلام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ان علوم اور قواعد کی ترتیب دی جو فہم قرآن کے لئے ضروری تھے۔ علامہ ابن خلدون نے فرمایا۔

”جس طرح قرآن مجید آج تک محفوظ رہا اور محفوظ رہے گا اسی طرح اس کی تفسیر بھی باقی رہے گی لیکن اسلام کے پہلے دور میں صحابہ کرام قرآنی رموز اور معارف سے واقف تھے بسید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سنتے تھے آپ کی عملی زندگی ان کے مشاہدہ میں تھی اور وہ خود صاحب زبان تھے اس لئے کسی فن اور علم کے سیکھنے کے بغیر بھی وہ قرآن مجید کی تفسیر اور مطالب کو سمجھتے تھے۔ لیکن جب اسلام حدود و عرب سے باہر نکلا تو ان لوگوں کے لئے جو نہ تو صحابہ زبان تھے اور نہ ہی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارکہ اور اقوال مبارکہ کے مشاہدہ سے مشرف تھے اس لئے ان کی تعلیم اور تفہیم کے لئے علم تفسیر اور اس کے قواعد مرتب اور مدون کئے گئے۔ (مقدمہ)

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا اپنا ارشاد ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر (سورہ القمر) کہ ہم نے قرآن مجید کو ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے۔ تو پھر اس قدر علوم و فنون کی ضرورت ہونے سے آسانی کہاں رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ ذکر نے ذکر سے مراد حفظ کرنا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس کتاب مقدس کا یہ معجزہ آج تک موجود ہے اور آئندہ بھی رہے گا کہ اس کتاب کا یاد کرنا بڑا ہی آسان ہے یہ شرف کسی اور کتاب کو حاصل نہیں کیا تاکہ اس کا

حوالہ: حدیث کا متن میں نہیں لکھ کر صرف تفسیر ہی لکھ کر بیچا جا رہا ہے۔  
 مختصر اصفیاء دیکھو (صرف حدیث) ۲۱ کا مختصر مضمون (میں نے لکھا ہے)

نابینا آدمی چھوٹے چھوٹے بچے، اور بوڑھے، عورتیں تک اس کتاب کو اس قدر جلدی یاد کر سکیں۔ یہ شرف صرف قرآن مجید ہی کو حاصل ہے کہ اس کا یاد کرنا آسان ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں لفظ ذکر سے مراد نصیحت ہے۔ قرآنی تعلیمات نصیحت اور عبرت کے حاصل کرنے کے لئے تو واقعی بڑی آسان ہیں۔ اس کی قرأت بھی ان لوگوں کو متاثر کر دیتی ہے جو اس کو ناظر بھی نہیں پڑھ سکتے اور نہ اس کا معنی جانتے ہیں، لیکن اس کے مطالب پر غور و فکر کرنا اس کی تعلیمات سے مسائل کا نکالنا اس کے لئے کئی علوم کی ضرورت ہے خود صحابہ کرام بھی جن کے سینے انوار قرآنیہ سے مشرف تھے معارف قرآنی کے حاصل کرنے کے لئے کئی سال خرچ کر ڈالے تھے جیسا کہ

(۱) حضرت عثمان اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

”ہم آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف دس آیات قرآنیہ پڑھا کرتے تھے اور پھر ان کی تفسیر سمجھا کرتے تھے جب تک ہم ان دس آیات کو علمی اور عملی طریقہ سے نہ سمجھ لیتے تھے اور آگے نہ پڑھا کرتے تھے۔“  
 (المدخل المنیر ص ۳۲)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سال صرف سورہ بقرہ کے سمجھنے میں صرف فرما دئے۔

(۳) حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن کی خدمت میں بارہ سال گزار دئے۔

(۴) امام زہری (جن کی وفات ۱۲۴ھ کو ہوئی) نے فرمایا کہ میں حضرت سعید بن المسیب کی خدمت میں تعلیمات قرآنی سیکھنے کے لئے آٹھ سال تک رہا۔

(۵) حضرت مجاہد بن جبر نے تیس دفعہ حضرت ابن عباس کے ساتھ قرآنی تفسیر کا دورہ کیا۔

خلاصہ یہ کہ ہر دور میں علماء کرام نے قرآن فہمی کے سلسلے میں پوری پوری عمریں صرف فرما دیں اس بارے پچھلے دور کے مشہور مفسر القرآن شاہ عبدالقادر نور اللہ مرقدہ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی جو نہایت ہی مختصر اور جامع ہے مگر آج تک اس قدر مستند تفسیر کسی کی نہیں مانی جاتی۔ آپ نے بارہ سال اکثر بحالت اعتکاف رہ کر اس تفسیر کو مکمل کیا۔

اس لئے ضروری ہے کہ ان تمام قواعد اور اصول کو پیش نظر رکھا جائے جن کے بغیر قرآنی تفسیر

سمجھ نہ آسکے گی۔ نصیحت اور دینی اثر کے لئے واقعی قرآن مجید سے آسان کتاب اور کوئی نہیں مگر آلی  
اس میں غور و فکر کے لئے ان تمام علوم اور قواعد و ضوابط کی ضرورت ہے جن کے بغیر قرآنی معارف  
اور مطالب سمجھے نہیں جاسکتے۔

# تفسیر تاول، تحریف

تفسیر کا لفظی معنی وہ طریق کار ہے جس سے کسی چیز کی حقیقت تلاش کی جائے جیسا کہ  
طیب مریش کا حال معلوم کرنے کے لئے پوری غور و فکر سے کام لیتا ہے۔ اصطلاح میں علم تفسیر  
کی تعریف یہ ہے۔

علم معرفة احوال كلام الله سبحانه وتعالى من حيث القرآنية ومن حيث  
دالاته على ما يعلم او يظن انه مراد الله سبحانه وتعالى بقدر الطاقة  
الانسانية. (كشف) يا علم يبحث فيه عن القرآن الكريم من حيث دلالاته  
على مراد الله تعالى بقدر الطاقة البشرية. (مناہل ج ۱ ص ۲۷۱)  
یعنی علم تفسیر وہ علم ہے جس کی رو سے قرآن کریم کی آیات سے اللہ تعالیٰ کی مراد کو معلوم کیا  
جاسکے جس قدر انسان کی علم اور فکر کی رسائی ہو سکے۔

تاول کا لفظی معنی تو پھیرنا ہے مگر اصطلاح میں تاول سے مراد یہ ہے کہ الفاظ قرآنی سے  
جن معانی کا احتمال ہو سکے ان میں سے ایک کو مقرر کر لیا جائے۔

فائدہ: علمائے سلف لفظ تفسیر کو صرف تفسیر یا ثور پر یولا کرتے تھے یعنی قرآن مجید کی  
جو تفسیر صاحب وحی نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم نے مراد لی ہو وہ تفسیر ہے اس لئے کہ اس حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا نزول ہوا اور آپ کو قرآنی مفہوم کی تعلیم بھی دی گئی جیسا کہ ارشاد  
قرآنی ہے۔

أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (النساء ۱۱۳)

وَأَوْحَىٰ إِلَيْنَا هَذَا الْقُرْآنَ (الانعام ۱۱۹)

اور یہ بھی فرمایا۔ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ (النساء ۱۱۳)

تو اب جس آیت کی تشریح خود سید و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی اس میں دوبارہ لب کشائی اور تحقیق کرنا اہمیت کا طریق کار نہیں ورنہ یہ ایسی گستاخی ہے جس کی سزا میں سب اعمال برباد ہو جائیں گے ارشاد فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا عَلَيْهِ

ترجمہ اے ایمان والو! آگے نہ چلو اللہ کے اور اس کے رسول کے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ

اے ایمان والو! نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو نبی (صلی اللہ

علیہ وسلم) کی آواز پر۔

فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات ۱۰)

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آواز پر اپنا آواز نہ بلند کرنا۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمادے اب امت اس کے خلاف اپنی رائے پیش نہ کرے۔

اسی احتیاط کے پیش نظر اکثر علمائے تفسیر نے اپنی اپنی تفسیروں میں اکثر جگہ لفظ تفسیر کی بجائے لفظ تاویل اختیار کیا ہے جیسا کہ سب سے پہلے جامع اور محقق مفسر محمد ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں لفظ تاویل لائے۔ اگرچہ علمی اور اصطلاحی اعتبار سے لفظ تفسیر اور تاویل میں فرق ہے مگر اب امت میں ان دونوں کے لئے لفظ تفسیر ہی لایا جاتا ہے۔ تفسیر کے لئے جن امور کا ہونا ضروری ہے ان کا خلاصہ بدیع کے مفسر جلیل شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہائے یوں فرمایا۔

(۱) الفاظ قرآن مجید کا معنی حقیقی یا مجاز متعارف

(۲) سیاق و سباق کا پورا لحاظ رکھنا جیسا کہ لا تقر بوالصلوة پڑھ کر وانتم سکاری بھی پڑھے۔

(۳) اقوال صحابہ کرام و تابعین سے دلیل لے کر قرآن حکیم کو سمجھے۔

اگر مندرجہ بالا تین شرطیں سے پہلی شرط نہ پائی جائے پھلی دو موجود ہوں تو اس کو تاویل قریب کہتے ہیں اور اگر دوسری شرط فوت ہو جائے مگر پہلی اور تیسری موجود ہوں تا تیسری فوت ہو جائے مگر پہلی اور دوسری موجود ہوں تو اس کو تاویل بعید کہتے ہیں۔

تفسیر اور تاویل کے لئے مندرجہ بالا تین اصول ہیں مگر ان کا احاطہ اور ان کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے جن علوم و فنون کی ضرورت ہے ان کے بارے میں :-

امام ابن ابی الدنیائے تو فرمایا ہے کہ قرآنی علوم و معارف ایک ناپیدا کنار سمندر ہے جس کی شناساوری ناممکن ہے

امام جلال الدین سیوطی نے الاتقان کتاب دوسواں کتابوں کی مدد سے مرتب فرمائی جو تفسیر قرآنی سے متعلق ہیں

قاضی القضاة علم الدین البلقینی نے فرمایا ہے کہ کم از کم پچاس علوم کے جاننے پر ہی صحیح تفسیر کی جاسکتی ہے

اگرچہ ان سب علوم کا احاطہ تو مشکل ہے مگر انسانی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے علماء کرام نے ان کا جو خلاصہ بیان فرمایا اس کا اجمالی نقشہ درج ذیل ہے۔

## علوم القرآن

ویسے تو صرف نحو، معانی، بدیع، بیان وغیرہ تمام علوم آلی ہیں یعنی فہم قرآن مجید کے لئے یہ بطور آلہ اور ذریعہ کے پڑھائے جاتے ہیں مگر جن علوم میں ان سب علوم کو سمیٹ دیا گیا ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں :-

(۱) غریب القرآن اس علم کا موضوع یہ ہے کہ قرآنی الفاظ کے معانی مراد سمجھے جائیں ایک

لفظ بظاہر ایک ہی معنی رکھتا ہے مگر اس کے کئی معانی ہوتے ہیں اور ان ہی کی مناسبت سے علیحدہ



عظیمہ آیات علیہ علیہ معانی رکھتی ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس علم کو سیکھا  
جیسا کہ لفظ آب تخفیف کے ساتھ بھی ہے اور آب تشدید کے ساتھ بھی ہے مگر دونوں کا  
معنی علیہ ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ کا معنی پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں  
فرمایا کہ اگر میں قرآن میں کوئی ایسی بات کہہ جاؤں کہ جس کا مجھ کو پورا علم نہیں تو پھر میرے لئے ساری  
کائنات میں کوئی جائے پناہ نہیں۔ آب کا معنی باپ اور آب کا معنی گھاس، چارہ ہے۔ اس لئے  
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے قرآن کریم کے معانی سمجھو اور اس کے نکات و ٹھونڈو  
بیک ارشاد میں ہے قرآن کی تلاوت کرنے والے کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے مگر قرآنی ارشاد  
میں غور و فکر کرنے والے کو بیس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور ایک روایت میں فرمایا :-

قرآن کریم کے علوم و معارف کا ماہر باعزت فرشتوں کے ساتھ ہو گا۔ (المحدث)  
اس موضوع پر کتاب العزیزی کی تصنیف پر پندرہ سال کا عرصہ صرف ہوا۔ امام راغب  
اصفہانی (م ۵۲۰ھ) کی کتاب مفردات القرآن جامع اوستند کتاب ہے جو مطبوعہ ہے۔ اس  
فن کو سمجھنے کے بعد کئی غلطیوں سے بچ جائے گا جیسا کہ حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما  
سے پوچھا کہ قرآن مجید کی سورہ انبیاء میں حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا :-

فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ (آیت ۸۴)

یعنی اس لفظ قدر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدرت سے مشتق ہے تو معنی یہ ہو گا کہ یونس  
علیہ السلام نے یہ خیال کیا ہم اس پر قادر نہ ہوں گے یعنی اب وہ ہماری گرفت سے بچ گئے۔  
حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر یہ قیاس کرنا گناہ عظیم ہے انبیاء علیہم السلام تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر  
پورا یقین اور ایمان رکھتے ہیں حضرت معاویہ نے فرمایا یہ لفظ قدر سے مشتق ہے قدرت سے نہیں  
(مدارک) یعنی قدر کا معنی تنگ کرنا ہے جیسا کہ سورہ والفجر میں فرمایا فَقَدَرْنَا رِزْقَهُ  
پس تنگ کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے رزق اس کا تو یہاں بھی یہی معنی مراد ہے یونس علیہ السلام نے  
خیال فرمایا کہ اب میں پر کوئی تنگی باقی نہ رہے گی جیسا کہ ہجرت کے بعد نبی علیہ السلام کو آسانی دی گئی

فرمایا کہ من یرہا جرفی سبیل اللہ یجد فی الارض صراغاً کثیراً وسعة راحة  
مگر یونس علیہ السلام کی قوم کی خوش بختی سے ان کے لئے ہدایت کا فیصلہ ہو چکا تھا اس لئے یونس علیہ السلام  
کو چھلی کے پیٹ میں رکھ کر پھر واپس اپنی قوم میں لایا گیا اور لوگ دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔

اگر لفظ قدر کے اس معنی کا نہ پتہ چلتا تو معنی میں کس قدر غلطی ہو جاتی۔ اسی طرح :-

(۲) علم نظائر القرآن بھی ہے جن میں ایک لفظ اور کلمہ جو متعدد آیات میں علیحدہ علیحدہ معانی  
کے لئے آیا ہے ان معانی کو متعین کیا جاتا ہے اس موضوع پر متقدمین میں سے مقال بن سلیمان  
نے اور متاخرین میں سے ابن فارس، ابن الجوزی نے جامع کتابیں تحریر فرمائی ہیں جیسا کہ بحث  
کا کلمہ قرآن مجید میں ایک تو حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق سورہ مریم میں آیا ہے اور اسی طرح  
اسی سورہ میں دوزخیوں کے متعلق بھی یہی کلمہ آیا ہے حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں اس کلمہ کا  
ترجمہ تو یہ کیا جائے گا کہ میرا بڑھاپا چاند سے بڑھ چکا ہے اور دوزخیوں کے بارے میں ترجمہ یہ کیا  
جائے گا کہ تم میں سے کون اللہ تعالیٰ کے سامنے زیادہ سرکش ہے۔ ان کی مزید مثالیں ان شاء اللہ آگے  
آجائیں گی۔

(۳) مشکلات القرآن۔ اس علم کا موضوع یہ ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات بعض کے مقابل معلوم  
ہوتی ہیں اس لئے ناواقف لوگ غلط ترجمہ کرتے ہیں یا کسی ذہنی اور اعتقادی غلطی کا ارتکاب کر لیتے  
ہیں۔ خاص کر یہ مشکل اس وقت اڑتی ہے جب وہ علیحدہ علیحدہ حکم ایک ہی کلمہ یا ایک ہی طرز بیان سے ارشاد  
ہوئے ہوں جیسا کہ الرحمٰنیت کا کلمہ سورہ النساء میں دو جگہوں میں آیا ہے۔ ایک جگہ تو  
آیا ہے کہ محصنت (۲۲۷) کے ساتھ نکاح حرام ہے اور ساتھ ہی (۲۵) میں فرمایا ہے۔ تم  
محصنت کے ساتھ نکاح کرو۔ تو جیت تک محصنت کے سب معانی معلوم نہ ہوں ترجمہ  
صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے علماء تفسیر نے علم اضداد القرآن مدون فرمایا ہے جس پر علامہ انباری  
(م ۳۲۸) کی جامع اور مفید کتاب اضداد القرآن پہلی مرتبہ کویت کی حکومت نے شائع کر دی ہے  
فقیر اہل اللہ احسن الجزاء۔ اسی طرح کلمات اللہ کے بارے میں سورہ الکہف میں فرمایا :-

آیات کا حوالہ دیتے ہوئے متن میں ختم ہونے والی باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔  
حصہ اول میں لکھا ہے۔ (۲۵) زیادہ مقامات پر سن وقت کی بات کی گئی ہے۔

قل لو كان البحر مدادا لكلمات ربي لنفد البحر قبل ان تنفد كلمات  
ربي ولو جئنا بمثله مدداً اور سورہ لقمن میں فرمایا ولو ان ما في الارض  
من شجرة اقلام والبحر يمده من بعده سبعة اجرام نفدت  
كلمات الله (آیت ۲۵)

ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم ہونے میں نہیں آتیں لیکن سورہ  
الانعام میں فرمایا و نمت كلمات ربك صدقاً وعدلاً (آیت ۱۱۴)

تو ان دونوں آیتوں کا باہمی تعارض دور کرنے کے لئے جس علم کی ضرورت ہے اس کو مسلم  
مشکلات القرآن کہا جاتا ہے اس علم کی رو سے ان کا معنی یہ کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات اور  
ارشادات کی تفسیر اور تشریح تو کبھی بھی ختم نہ ہو سکے گی اگر ساری کائنات جمع ہو کر بھی اس کی تشریح  
اور تفسیر لکھے تو ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کلام کے معانی روز اور اسرار کو مکمل طور پر لکھ سکیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ  
علیم اور خبیر اس کے علم اور حکمت سے کسی کا مقابلہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بندے کے علم کو بیان  
کرتے ہوئے فرمایا وما اوتيتهم من العلم الا قليلاً (سورہ ۱۰۱) تمہیں جو علم دیا گیا وہ  
تو بہت ہی تھوڑا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی تفاسیر کئی کئی جلدوں میں لکھی گئیں۔ ابن النقیب  
حنفی (م ۶۶۸) نے چار سو جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ لیکن بالآخر اللہ اعلم ہی لکھنا پڑا۔ اور  
دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت اور فلاح کے لئے جو جو باتیں ارشاد فرمائی

تھیں وہ فرمادیں اب قرآن مجید کے بعد کوئی دوسری کتاب انسانوں کی راہ نمائی کے لئے نازل نہ ہو  
گی۔ قرآن کریم ان کلمات کا مجموعہ ہے جو صدق سچائی اور عدل کے اعتبار سے کامل اور تمام ہیں اب  
اس کے بعد اگر کوئی کسی کلام کے نزول کا دعویٰ کرے گا تو وہ کذب اور ظلم ہو گا۔ اب ان دونوں  
مقامات کا تعارض دور ہو گیا۔ اس موضوع پر بھی علماء کرام نے کافی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں  
سے ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ (م ۲۶۸) کی کتاب تاویل مشکل القرآن بہتر کتاب ہے۔  
اسی طرح مشکلات القرآن کے لئے حضرت شیخ الحدیث ابو شاہ صاحب قدس سرہ العزیز

۲۸  
کتاب مشکلات القرآن بھی مفید ہے۔  
(بجز ۱۲-۱۳)

(۱۶) اقسام القرآن۔ قرآن کریم انسانوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے اس میں ان تمام طریقوں کو اختیار فرمایا ہے جو ان کی تفہیم کے لئے مفید ہیں، اسی ضمن میں اکثر جگہ خداوند قدوس نے خود اپنی ذات پاک کی اور بعض دوسری چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔ قسموں کے آنے والے حکم کے ساتھ کیا تعلق ہے اس سے کیا بات واضح ہوتی ہے اس کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔ اس موضوع پر علماء تفسیر نے کافی کتابیں لکھی ہیں جامع اور مختصر کتاب اقسام القرآن ہے جو علامہ ابن القیم (م ۷۵۰ھ) نے تحریر کی ہے۔ کتاب مطبوعہ ہے۔

(۱۷) امثال القرآن۔ قرآن کریم نے کافی ارشادات سمجھانے کے امثال بھی بیان فرمائی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔

كِرْتَلَا الْاَمْثَالَ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (الحشر ۲۱)

مگر امثال میں غور و فکر کے لئے بھی تو علم کی ضرورت ہے فرمایا وتلك الامثال نضربها للناس وما يعقلها الا العالمون (عنکبوت ۲۳) ایک مثال کو سمجھنا پھر اس کو اس حکم پر منطبق کرنا اس کا نتیجہ نکلنا ضروری ہے۔ امثال کے لئے محاورات کا سمجھنا بھی ضروری ہے اس موضوع پر عبد العزیز بن عبد السلام (م ۶۶۰ھ) کی کتاب کتاب الاشارة مختصر ہونے کے باوجود جامع اور مفید ہے۔

(۱۸) مہرمات القرآن۔ قرآن کریم میں بعض شخصیتیں مہرم انداز میں ذکر کی گئی ہیں۔ اسی طرح بعض دوسرے مقامات میں مہرم ہیں۔ جن کو سمجھنا نہایت ہی ضروری ہے۔ سلف صحابین نے اس میں بڑی عمریں صرف کر دیں۔ حضرت عکرمہ قرآن مجید کی آیت (النساء ۲۱) میں ذکر ہونے والے مہاجر کے متعلق ومن یخرب من بیتہ صہاجرًا کون ساخوش بخت ہے چودہ سال پوچھتے رہے۔ آخر معلوم ہوا کہ یہ جندع بن صمرہ صحابی تھے۔

اس موضوع پر قاضی بدیع الدین، ابن عساکر، سیبلی نے کتابیں لکھی ہیں، امام سیوطی نے اسی نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جو مطبوعہ ہے اور اس موضوع میں اچھا راہ نماب ہے۔

(۷) احکام القرآن - قرآن کریم کا نزول انسانوں کو نیک کاموں کا حکم کرنے اور برائیوں کاموں سے روکنے کے لئے ہے اور وہی کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ اس کو فقہ میں حل کیا جاتا ہے۔ ترجمہ اور تفسیر جاننے

والوں کے لئے احکام القرآن کا جاننا بھی نہایت ہی ضروری ہے، ہر دور میں علماء اسلام نے اس موضوع پر مستقل اور علیحدہ کتابیں لکھی ہیں۔ خصوصاً امام جصاص (دم ۳۳۰ھ) کی کتاب جامع اور مفید ہے۔ پیغمبر کے مشہور عالم ملاحیون رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر احمدی صرف اسی موضوع پر تحریر فرمائی ہے۔ اردو زبان میں میری مطبوعہ کتاب احکام القرآن سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(۸) لغۃ القرآن - یہ بات درست ہے کہ قرآن مجید کا نزول عربی زبان میں ہے اس لئے عربی زبان کا جاننا ضروری ہے عربی زبان دانوں کے لئے لغت عرب کا سمجھنا اور اس کے اسلوب بیان کو جاننا

نہایت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کاتبان قرآن مجید (حضرت زید سعید بن العاص، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمن بن حارث) رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا کہ جب تمہارا اور حضرت زید کا کسی لغت میں اختلاف ہو جائے تو تم کو لغت قریش پر ہی فیصلہ کرنا ہو گا چنانچہ

لفظ تالیوت کے تلفظ میں ان کی رائے یہ تھی کہ تالیوت ہے۔ مگر حضرت زید کی رائے تھی کہ تالیوہ یا کے ساتھ ہے۔ آخر حضرت عثمان کے حسب فرمان قریش کی لغت کو فیصلہ کن سمجھ کر تالیوت ہی پڑھا اور لکھا گیا۔ اب آئندہ کے لئے نہ کسی اور لغت میں پڑھا جائے اور نہ ہی لکھا جائے گا جیسا کہ حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک قاری سورہ یوسف میں لیس جنتہ (صرف ایک لون) پڑھ رہا ہے آپ نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا حوالہ دیا۔ اس پر حضرت

عمر فاروق نے عبداللہ بن مسعود کو لکھا :-

”خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید کو فصیح اور صاف عربی زبان میں نازل فرمایا اور یہ وہ

عربی ہے جو قریش بولتے ہیں۔ میرا خط پا کر لوگوں کو فصیح عربی میں قرآن پڑھاؤ

اور ہذیل کی عربی میں قرآن نہ پڑھاؤ۔“

(۹) معارف القرآن - یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ اس سے روان تمام علوم اور قواعد کا

مجموعی خلاصہ ہے جو علماء کرام نے قرآن فہمی کے لئے مدون فرمائے ہیں۔ ویسے تو اکثر مفسرین قرآن مجید نے اپنی تفاسیر میں ان قواعد اور اصول کو ضمنی طور پر بیان فرمادیا ہے مگر جامع طور پر امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں کافی معلومات کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ مگر اس سے بھی مختصر اور مفید کتاب انوار البکیر ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۱ھ) نے مرتب فرمایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن فہمی کی وہ دولت عطا کی تھی جو کم ہی خوش بختوں کو دی گئی شاہ صاحب نے فرمایا:-

”اگر سچ پوچھتا ہے تو میں قرآن مجید کا بلا واسطہ ایسا ہی شاگرد ہوں جیسا کہ روح پُرفتنوح رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اویسی ہوں“

(انوار البکیر فارسی ص ۳۵ اردو ص ۱۶)

حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ انوار البکیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:-

”جب اس فقیر پر کتاب اللہ کے سمجھنے کا اعزاز کھولا گیا تو میں نے چاہا کہ بعض مفید نکات جو کتاب اللہ کے سمجھنے میں دوستوں کو کارآمد ہو سکتے ہیں۔ ایک مختصر رسالہ میں منضبط کرک خداوند تعالیٰ کی عنایت سے غایت سے امید ہے کہ طالب علموں کو صرف ان قواعد کے سمجھ لینے سے ایک وسیع شاہ راہ کتاب اللہ کے سمجھنے میں کھل جائے گی کہ اگر وہ ایک عمر کتب تفاسیر کا مطالعہ کرنے یا ان کو تفسیروں سے جن کی تعداد اس زمانہ میں بہت ہی کم رہ گئی ہے پڑھنے میں صرف کریں تو اس قدر ضبط کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتی“

ان شاء اللہ احقر کی مرتب کردہ کتاب معارف القرآن کو مطالعہ کرنے کے بعد قرآن کریم کے سمجھنے کا ایک خاص ذوق اور ملکہ پیدا ہو جائے گا اور صحیح ترجمہ سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔

(۱۰) معانی القرآن۔ اس موضوع کا تعلق بھی الفاظ قرآنی اور ان کے معانی کے ساتھ ہے اس موضوع پر بھی علماء سلف نے کافی کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ مگر ان سب سے زیادہ مستند کتاب

فرائد نحوی (دم ۲۰۶) کی معانی القرآن ہے۔ علماء تفسیر نے اس سے کافی استفادہ فرمایا ہے اور اس کو دلیل سمجھا ہے۔

یہ ان علوم میں سے چند علوم کا اجمالی تعارف ہے جن کے بغیر قرآن مجید کی تعلیمات اور اس کے معارف کا سمجھنا مشکل ہے اور ان علوم سے بہرہ ور ہونے کے بغیر قرآنی تفسیر ہدایت کی بجائے دین سے دور لے جائے گی۔

## قرآنی تفسیر کی مختصر سرگزشت

قرآن مجید نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو فرض منصبی بیان فرمائے ہیں:-  
 ایک تو اللہ تعالیٰ کی کلام کا لوگوں تک پہنچانا۔ فرمایا۔ یا ایہا الرسول بلغ ما نزل الیک  
 المائدہ ۶۷) اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھانا۔ فرمایا۔ الا لتبین للناس ما نزل الیہم  
 (النمل ۴۴) ان دونوں اور اسی مضمون کی دوسری آیات کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح قرآن مجید کے الفاظ امت تک پہنچائے ہیں اسی طرح آپ نے قرآن مجید  
 کے الفاظ کی تفسیر اور تشریح بھی پہنچائی ہے اور اسی کا اقرار آپ نے اپنی امت کے پہلے پابریکت  
 گروہ صحابہ کرام کے عظیم مجمع سے کرانے کے بعد یوں فرمایا۔ اللہم اشہد اے میرے اللہ  
 اس بات پر گواہ رہ۔ کہ میں نے تیرا کلام کریم لوگوں تک پہنچایا بھی اور ان کو سمجھایا بھی ہے، تو میرے  
 پہلے مفسر قرآن حکیم کے خود سید و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے پھر اسی کے ساتھ ساتھ آپ نے  
 امت کے ذمے یہ فریضہ لگایا کہ الا فلیبلغ الشاہد الغائب جو حاضر ہے وہ ان تک پہنچا دے  
 جو اس وقت موجود نہ ہو سکے۔ اس لئے امت نے فوراً رسالت سے لے کر آج تک اس فریضہ کو  
 باحسن وجوہ ادا کیا۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ تو اسی فریضہ نبوت کی ادائیگی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق تک اس کا کلام پہنچایا جائے اور

ان کو سمجھایا جائے۔ دوسری وجہ اس اجر و ثواب کا حصول ہے جو قرآن مجید کے ساتھ نسبت اور ربط رکھنے والوں کو ملتا ہے۔

تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ دشمنان اسلام کے ایک گروہ نے اسلام کا لبادہ اور طہ کر قرآن ہی کے لباس میں دین کے خلاف مذہب کو شش ہے اس مذہب کو حرکت کا جواب دینے کے لئے علماء اسلام نے دفاعی طور پر قرآن کریم کی تفاسیر مرتب فرمائی ہیں۔

چوتھی وجہ یہ ہے اور یہ سب سے بڑی وجہ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری اور کامل دین ہے جس کی ہدایات کا سرچشمہ قرآن مجید ہے۔ قرآن کریم میں ہر زمانہ میں پیدا ہونے والے مسائل کا کامیاب حل موجود ہے اور یہی قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ اس میں تمام انسانی حالات اور نمانے کے راہ نما اصول موجود ہیں جس سے دوسری آسمانی کتابیں خالی ہیں۔ اس لئے ہر زمانے میں علماء اسلام نے قرآن مجید کی تفسیر کی سعادت حاصل کی۔ اور یہ سعادت آخر تک حاصل ہوتی رہے گی۔ علم تفسیر کی پوری سرگزشت کو بیان کرنے کے لئے تو کئی دفتر درکار ہیں۔ یہاں اجمالی طور پر چند سطور میں اس کا تذکرہ کر دیا جاتا ہے۔

**طبقہ اولیٰ**۔ یہ طبقہ ان مفسرین قرآن مجید پر مشتمل ہے جنہوں نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے تفسیری اقوال کی روشنی میں تفسیر کو مرتب فرمایا جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس (صحابہ)، علقمہ بن قیس، مسروق بن اجدع، عامر شعبی (تابعین) اور یزید بن ہارون السلمی، شعبہ بن الحجاج، وکیع بن الجراح جیسے مفسرین قرآن موجود ہیں۔

**طبقہ دوم**۔ ان علماء تفسیر کا ہے جنہوں نے تفسیر میں اقوال ماثورہ کے ساتھ لغت اور دوسرے علوم پر بھی بحث کی ہے۔ اور پھر قرآن مجید کی آیات کی تاویل کی ہے جیسا کہ محمد بن جریر طبری م س ۳۰۶ اور ان کے ہم عصر مفسرین قرآن کریم ہیں۔ اسی طرح ہر دور اور ہر زمانے میں قرآن مجید کی جامع اور خاص خاص موضوعوں پر بھی تفاسیر مرتب کی گئی ہیں۔ جن کی پوری تفصیل اور تشریح تو میری جامعہ کتاب تذکرۃ المفسرین میں ملے گی۔ جو اپنے موضوع میں بفضلہ تعالیٰ پہلی کتاب ہے۔ اجمالی طور پر تعارف کے لئے ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے جس میں دو اہل سے لیکر آج تک کے مفسرین قرآن مجید کی فہرست موجود ہے:



# مشہور مفسرین قرآن حکیم

صدی	
پہلی	<p>ابن کعب - عبداللہ بن مسعود - مسروق بن اجدع - عبداللہ بن عباس - ابوالعالیہ</p> <p>۵۲۰ ۵۳۲ ۵۶۸ ۵۶۸ ۵۹۳</p> <p>سعید بن جبیر</p> <p>۵۹۵</p>
دوسری	<p>ابوالاسود بن عمر - ضحاک - عکرمہ - مجاہد - طاؤس - عطابن ابی رباح - قتادہ</p> <p>۵۱۰ ۵۱۲ ۵۱۲ ۵۱۲ ۵۱۲ ۵۱۲ ۵۱۶</p> <p>محمد بن کعب - سدی - زید بن اسلم - علی بن ابی طلحہ - کلبی - مقاتل بن سلیمان</p> <p>۵۱۸ ۵۱۶ ۵۱۳۶ ۵۱۲۳ ۵۱۲۶ ۵۱۵۰</p> <p>مقاتل بن حبان - عبدالملک بن عبدالعزیز - زائدہ بن قدامہ - امام مالک - یونس</p> <p>۵۱۵۰ ۵۱۵۰ ۵۱۶۰ ۵۱۶۹ ۵۱۸۲</p> <p>وکیع - سفیان بن عیینہ - ابو زکریا بن سلام</p> <p>۵۱۹۶ ۵۱۹۸ ۵۲۰۰</p>
تیسری	<p>قطرب - قراء - محمد بن عبداللہ - طاہر عبدالرزاق - اخفش - السمین - عبد بن حمید</p> <p>۵۲۰۶ ۵۲۰۶ ۵۲۰۸ ۵۲۱۱ ۵۲۱۵ ۵۲۳۵ ۵۲۲۹</p> <p>امام دارمی - محمد بن سحنون - امام بخاری - مسلم بن قتیبہ - ابو حنیفہ دینوری - امام شعب</p> <p>۵۲۵۵ ۵۲۵۶ ۵۲۵۶ ۵۲۶۶ ۵۲۹۰ ۵۲۹۱</p>
چوتھی	<p>علی بن موسیٰ - ابوالاسود موسیٰ - ابن جریر - قتیبہ بن احمد - ابراہیم بن محمد (زجاج)</p> <p>۵۳۰۵ ۵۳۰۶ ۵۳۱۰ ۵۳۱۶ ۵۳۱۶</p>

ابوبکر سیستانی - امام ماتریدی - ابن نحاس - نقاش - امام ابو نصر منصور - محمد بن القاسم

۵۳۱۶ ۵۳۳۳ ۵۳۳۶ ۵۳۵۱ ۵۳۵۵

امام طبرانی - توفال شاشی - امام حصاص - ابواللیث سمرقندی

۵۳۶۵ ۵۳۶۵ ۵۳۶۰ ۵۳۹۳

احمد بن علی احمد - محمد بن الحسن بن فورک - محمد بن الحسین - قنازعی - ثمالی

پانچویں

۵۲۰۱ ۵۲۰۶ ۵۲۱۲ ۵۲۱۳ ۵۲۲۶

الحوفی - جوینی - امام صابونی - ماروردی - طوسی - ابوالقاسم عبدالمکریم

۵۲۳۰ ۵۲۳۶ ۵۲۲۹ ۵۲۵۰ ۵۲۶۰ ۵۲۶۵

ابوالاسدی - شہفور - ناصر خسرو - ابوالقاسم

۵۲۶۸ ۵۲۶۱ ۵۲۸۱ ۵۲۸۹

ابوالقاسم اصفہانی - خطیب - امام غزالی - فراء بقوی - زحشری - اسماعیل طلمی قرشی

چھٹی

۵۵۰۲ ۵۵۰۲ ۵۵۰۵ ۵۵۱۶ ۵۵۲۸ ۵۵۳۵

عالی بن غزنوی - عمر بن محمد نسفی - ابن العزلی - امام بیہقی - شہرستانی - زین المشائخ

۵۵۳۶ ۵۵۳۸ ۵۵۲۳ ۵۵۲۲ ۵۵۲۶ ۵۵۶۳

حجۃ الدین - نیشاپوری - ابن الجوزی - خزرجمی

۵۵۶۶ ۵۵۶۶ ۵۵۹۶ ۵۵۹۹

شیخ ابو محمد روز بہاں - طبرستانی - مبارک شیبانی - عبداللہ بن الحسن العکبری - قطب مغزلی

ساتویں

۵۶۰۶ ۵۶۰۶ ۵۶۰۶ ۵۶۱۶ ۵۶۱۸

ابوبکر بکری ابن احمد - شیخ حسام الدین سمرقندی - شیخ اکبر - امام بکر فضل - زمککانی

۵۶۲۶ ۵۶۲۸ ۵۶۲۰ ۵۶۵۱

ابن النقیب - ابن فرحون - امام کواشی - ابن المنیر - امام بیضاوی - برهان نسفی - عبدالعزیز دیرینی	۵۶۴۸	۵۶۶۹	۵۶۸۰	۵۶۸۳	۵۶۸۵	۵۶۸۶	۵۶۹۴
ابوالبرکات نسفی - امام بدرالدین حلبی - ابو جعفر غرناطی - قطب الدین شیرازی - عماد الکندی	۵۶۰۱	۵۶۰۵	۵۶۰۸	۵۶۱۰	۵۶۲۰		
احمد بن محمد بن جبار - امام ابن تیمیہ - علی بن عثمان - اسکندی - علامہ طیبی - ابن حیان	۵۶۲۶	۵۶۲۸	۵۶۳۹	۵۶۴۱	۵۶۴۳	۵۶۴۵	۵۶۴۶
جابر بردی - السہین - ابن نقاش - محمد بن محمد الرزازی - محمود بن احمد قنوی	۵۶۴۶	۵۶۵۶	۵۶۴۳	۵۶۶۶	۵۶۶۱		
تفتازانی - امام زرکشی -	۵۶۹۲	۵۶۹۴					
اسعد بن مسعود - ابو زرعم عراقی - فیروز آبادی - گیسو دراز - شیخ علی مہائمی - شہاب الدین	۵۸۰۳	۵۸۰۶	۵۸۱۶	۵۸۲۵	۵۸۳۵	۵۸۴۰	۵۸۴۰
ابن حجر عسقلانی - علاء الدین سمرقندی - جلال محلی - ثعالبی - قاسم بن قطلوبغا - مندا خسرو	۵۸۵۲	۵۸۶۰	۵۸۶۲	۵۸۶۵	۵۸۶۹	۵۸۸۳	
امام بقاعی - اخی زاہد - مولانا عبدالرحمن جامی -	۵۸۸۵	۵۸۸۶	۵۸۹۸				
حسین کاشفی - جلال الدین سیوطی - شیخ زاہد - امام ابوالسعود - بدر الدین - زنجبانی	۵۹۰۶	۵۹۱۱	۵۹۵۱	۵۹۸۲	۵۹۸۵	۵۹۹۳	
شیخ مبارک ناگوری - ابوالفیض - طاہر سندھی - منور الدین لاہوری - طاہر علی قاری	۱۰۰۱	۱۰۰۴	۱۰۰۴	۱۰۰۴	۱۰۱۱	۱۰۱۴	
نظام الدین - عبدالحکیم سیالکوٹی - خفاجی - معین الدین	۱۰۳۶	۱۰۶۶	۱۰۶۰	۱۰۸۵			

بارہویں	امام زاہدی۔ رستم علی قنوجی۔ ملا جیون۔ امام اللہ بناری۔ محمد عابد لاہوری
	۵۱۱۰ ۵۱۱۵ ۵۱۳۰ ۵۱۳۳ ۵۱۶۰
	شاہ محمد غوث پشاوری۔ شاہ ولی اللہ دہلوی
	۵۱۵۲ ۵۱۶۶
تیرھویں	سید علی بن ابراہیم۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ محمد بن عبداللہ غزنوی۔ نواب قطب الدین خان
	۵۱۲۱۳ ۵۱۲۲۵ ۵۱۲۹۶ ۵۱۲۸۹
	شاہ عبدالعزیز دہلوی۔ شاہ عبدالقادر۔ محمد سعید مدراسی
	۵۱۲۳۹ ۵۱۲۳۰ ۵۱۲۶۲
چودھویں	مفتی محمد عبود۔ شاہ عبدالحق (شیخ الدلائل)۔ عبدالحق حقانی۔ فتح محمد تائب۔ نواب ایق حسن خاں
	۱۳۲۳ ۱۳۳۳ ۱۳۳۵ ۱۳۰۹ ۱۳۰۷
	بارک اللہ۔ حضرت تقی نومی۔ مولانا آزاد۔ علامہ آوسی۔ مولانا احمد علی لاہوری۔
	۵۱۳۱۱ ۵۱۳۶۲ ۵۱۳۰۴ ۵۱۳۸۱
	حضرت شیخ الہند۔ انور شاہ صاحب وغیر ہم رحمۃ اللہ علیہم
	۵۱۳۳۹

## برصغیر میں تفسیر کی سرگزشت

برصغیر کا وہ حصہ جو اب مستقل علیحدہ ایک ملک پاکستان کی حقیقت بن چکا ہے خوش بختی سے اسلام کے ابتدائی دور ہی سے ایمان اور اسلام کی کرنوں سے منور ہو چکا تھا۔ تحقیقات سے یہ بات پابہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ بحری راستے سے کراچی اور سندھ کا علاقہ صحابہ کا قدم بوس ہو چکا تھا بلکہ شہر تو یہ ہے کہ بمبئی کے قریب راندیر نامی بستی میں صحابہ کرام کے مزارات بھی ہیں اور سب سے راستے سے بیٹوں اور قلات صحابہ کے لئے اپنی آنکھوں کو فرش راہ بنا چکا تھا۔ مسلمان

جہاں پہنچے ہیں قرآن کریم اور مسجد ساتھ لے گئے ہیں۔ اسی بنیاد پر سندھ کے علاقے میں تفسیر قرآن کے معتمد گذرے ہیں جن میں سے مشہور مفسر قرآن حکیم عبد بن حمید بن کاپور نام عبد الحمید ہے سندھی تھے۔ آپ کا تعلق اس علاقہ سے تھا جس کو ران کچھ کہا جاتا ہے۔ علم البلد ان کا محقق عالم یا قوتی ان کے متعلق لکھتا ہے من بلاد السند علامہ ابن حجر عسقلانی نے عبد بن حمید کی مرتبہ تفسیر قرآن کا ایک حصہ محمد بن مزاحم کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے۔ جو محمد بن مزاحم نے صرف ایک واسطہ سے عبد بن حمید سے حاصل کیا ہے۔ عبد بن حمید کی تفسیر کے بارے میں حضرت شاہ عبدالعزیز نے تحریف فرمایا ہے کہ یہ تفسیر دیار عرب میں مشہور اور منذ اول ہے۔ عبد بن حمید کا انتقال ۲۹۴ھ کو ہوا۔ اس کے بعد تفسیر قرآن مجید کا کام ہوتا رہا جس کی مختصر سی فہرست درج ذیل ہے۔

علامہ مخلص بن عبداللہ دہلوی م ۷۶۴ھ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر یہ نام کشف الکشاف لکھی۔ امیر کبیر تاراخان دہلوی م ۷۹۹ھ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر تاراخانی لکھی۔

پہلا فارسی ترجمہ آٹھویں صدی ہجری میں نظام الدین فی شافعی نیشاپوری نے کیا جو دولت آباد آگر آباد ہو گئے تھے۔

شیخ اشرف جہانگیر سمنانی ۲۳ سال کی عمر میں ہندوستان آیا۔ اور کچھوچھو شریف میں آکر سکونت اختیار کر لی۔ قرآن مجید کی ایک تفسیر بنام نور بخش لکھی۔ ۸۰۸ھ کو کچھوچھو میں وفات پائی۔ حضرت سید محمد گیسو دراز نے تفسیر کشف کا حاشیہ اور علیحدہ تفسیر لکھی۔ آپ کی وفات ۸۲۵ھ کو ہوئی۔

شیخ احمد بن علی قصبہ جہانم متصل مدینہ میں پیدا ہوئے قرآن کریم کی جامعہ تفسیر یہ نام تفسیر حجازی لکھی جو مطبوعہ ہے آپ کا انتقال ۸۳۷ھ کو ہوا۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی آپ نے قرآن مجید کی تفسیر فارسی زبان میں لکھی جو مشہور اور جامع ہے۔ تفسیر کا نام بحر مواج ہے ۸۴۰ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔

خواجہ حسین ناگوری سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت تھی۔ قرآن شریف کی

ایک تفسیر تیس جلدوں میں بہ نام نور النبی لکھی۔ آپ کی وفات ۹۰۱ھ کو ہوئی۔  
 مولانا اللہ داد جو پوری نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی جو تفسیر مدارک کے حواشی پر مشتمل ہے۔  
 وفات ۹۲۳ھ کو ہوئی۔

شیخ محمد بن عاشق چڑیا کوٹی نے قرآن مجید کی ایک تفسیر بہ نام تفسیر محمدی لکھی ہے۔  
 شیخ حسن محمد مشہور بہ شیخ احمد گجراتی نے قرآن مجید کی تفسیر بہ نام تفسیر محمدی لکھی۔ احمد آباد ۹۸۲ھ  
 کو فوت ہوئے۔

مولانا وجہیہ الدین بن نصر اللہ گجراتی نے بیضاوی کا حاشیہ لکھا۔ ۹۹۶ھ کو احمد آباد ہی میں فوت ہوئے۔  
 شیخ طاہر سندھی ثم برہانپوری نے قرآن مجید کی تفسیر بہ نام مجمع البحار لکھی۔ شیخ کا وصال دسویں  
 صدی کے آخر میں ہوا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جس طرح حدیث کی خدمت کی اسی طرح تفسیر قرآن مجید بھی  
 فرمائی حضرت شیخ عبدالحق کی وفات ۱۰۰۰ھ کو ہوئی مزار گرامی دہلی میں ہے۔

حجۃ اللہ فی ارضہ السید شاہ ولی اللہ دہلوی برصغیر میں ترجمۃ القرآن اور تفسیر کے امام ہیں۔ آپ نے  
 فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ لکھا جس پر مختصر مگر جامع تفسیری فوائد دئے۔ آپ کا وصال ۱۱۶۶ھ  
 کو دہلی میں ہوا۔ آپ کے فرزند ارجمند شاہ رفیع الدین نے اردو زبان میں ترجمہ فرمایا۔ آپ کے دوسرے گویہر  
 نامدار شاہ عبدالقادر نے تفسیر موضح القرآن لکھی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگرد و رشید اور شیخ طریقت مرزا مظہر جانجاناں  
 دہلوی کے خلیفہ طریقت قاضی ثناء اللہ نے تفسیر مظہری عربی میں لکھی جس پر اہل علم کو پورا پورا اعتماد ہے  
 قاضی صاحب کا انتقال ۱۲۲۵ھ کو ہوا۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے قرآن و حدیث کی قابل قدر خدمت کی تفسیر فتح البیان  
 اور احکام قرآن میں نیل المرام عربی زبان میں تفسیر لکھیں۔ آپ کا وصال ۱۳۰۶ھ کو بھوپال میں ہوا۔  
 مولانا عبدالحق دہلوی نے عیسائیت اور دوسرے نیکیریت کا دفاع کرتے ہوئے قابل قدر تفسیر

حقانی لکھی جو اردو زبان میں اس موضوع پر بہتر تفسیر ہے آپ کا انتقال ۱۳۳۵ھ کو ہوا۔  
 ہمارے اس دور میں تفسیری اصول کے مطابق جن حضرات نے قرآن مجید کی خدمت کی ہے  
 ان میں حضرت مولانا محمود الحسن معروف شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بلند ہے آپ نے مالٹا کی  
 اسارت کے زمانہ میں قرآن مجید کا ترجمہ فرمایا۔ جو دراصل اس علمی جماعت کا کارنامہ ہے جو حضرت مولانا  
 حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا عزیز گل دہشت برکاتہم کے علمی غور و تدبیر کا خلاصہ ہے  
 آپ کے اس مترجمہ مصحف پر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور تفسیری فوائد بہترین علمی خزانہ  
 ہیں۔

جامع اور مکمل تفسیر بیان القرآن جو اس زمانہ میں تفسیر کے اساتذہ کے لئے بھی مشعل راہ ہے  
 حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، علمی، روحانی بصیرت کا بہترین شاہ کار ہے  
 قرآن مجید نے جو دینی اور فکری انقلاب پیدا کر کے صحرا نشینوں کو قرب خداوندی کا شرف  
 بخشے ہوئے قیصر و کسریٰ پر حکمان بنایا۔ اس انقلاب کو قرآن کریم کی روشنی میں سمجھنے کے لئے آج کل مسلمانوں  
 کو بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس کے لئے فکرونی الہی کے ترجمان حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب  
 نور اللہ مرقدہ کا محشی قرآن مجید بہترین راہ نما ہے :

## ”مشورہ“

قرآن شریف کے علوم اور تعلیم کی تشریحات کے متعلق خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأًا بَعْدَ حِينٍ (مت)

اسی اعجاز کا نتیجہ ہے کہ آج تک اس قدر تفاسیر قرآن مجید کی لکھی گئی ہیں کہ ان کا شمار ہم سے تو  
 ناممکن ہے جس خوش بخت انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نوازا ہے وہ اپنی بساط کے مطابق  
 ان کے مطالعہ سے لطف اور ایمانی سرور حاصل کرتا ہے مگر تاہم احقر اپنی حقیر معلومات کی بنا پر یہ مشورہ  
 طلباء علوم قرآنیات کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مندرجہ ذیل تفاسیر کا مطالعہ قرآنی تعلیمات کے لئے

مفید رہتا ہے۔  
 (۱) تفسیر لغوی۔ یہ تفسیر ابو محمد قزاق بغوی م ۵۱۶ھ نے مرتب فرمائی ہے اس تفسیر میں ایک آیت سے متعلقہ دوسری آیات سے بھی تفسیر کی جاتی ہے۔ اس سے تفسیر القرآن بالقرآن کا ملکہ پیدا ہوا ہے۔  
 (۲) تفسیر ابن کثیر۔ یہ تفسیر امام ابن کثیر دمشقی م ۷۴۲ھ کی مرتبہ ہے اس میں تفسیر بالماثور کا التزام ہے یعنی آیات کی تفسیر آیات سے اور پھر احادیث سے کی گئی ہے۔ تفسیر مستند روایات کا مجموعہ ہے اور رب کے ان تقریباً مسلم ہے اب اس کا ترجمہ اردو میں بھی کیا گیا ہے۔  
 (۳) تفسیر بیضاوی۔ یہ تفسیر امام بیضاوی م ۶۸۵ھ کی مرتبہ ہے اگرچہ امام بیضاوی شافعی مذہب کے مقلد ہیں۔ مگر اس تفسیر میں تفسیر بالماثور کے ساتھ ورنیہ کو بھی شامل کیا گیا ہے اس تفسیر کا مطالعہ معلومات افزا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی شرح شیخ زادہ کا مطالعہ نصیب ہو جائے تو پھر دوسری کسی تفسیر کی زیادہ ضرورت نہیں رہتی۔ شیخ زادہ حنفی مذہب کا مقلد ہے۔

(۴) تفسیر نلارک۔ یہ تفسیر اگرچہ بیضاوی کی طرح نہیں مگر پھر بھی قرآن فہمی کے لئے کافی حد تک مفید ہے۔ احناف کے ہاں اس تفسیر کا بلند پایہ ہے اس کے مرتب ابوالبرکات نسفی م ۷۱۰ھ ہیں۔

(۵) جلالین۔ یہ تفسیر درس نظامی میں شامل ہے ازہر ہند کے مائتہ ناز فرزند شیخ الہند محمود الحسن نورانی نے اسارت مالٹا میں ترجمہ القرآن کرتے ہوئے اس کو راہ کا بنایا۔ اور مصر کے ازہر کے شیخ مفتی محمد عبیدہ نے بھی اسی کو قرآن فہمی کے لئے مشعل راہ بنایا۔ اس کا مطالعہ نہ صرف مفید بلکہ ضروری ہے۔ محمد سلیمان جل حنفی نے اس کا حاشیہ مفصل لکھا ہے اس کا مطالعہ زیادہ مفید رہے گا۔

جو طلباء علوم قرآنیہ عربی سے ناواقف ہیں ان کے لئے مولانا اشرف علی تھانوی کی بیان القرآن (جو روح المعانی کا اردو ایڈیشن کہلائے جانے کا مستحق ہے) بہترین ذخیرہ علوم قرآنیہ ہے۔ اردو تراجم میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ جس پر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری حاشیہ ہیں مفید ہے۔ احقر کی اپنی رائے میں اس دور کے شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ کا



تفسیری حاشیہ ربط آیات قرآنی اور قرآنی مطالب کے خلاصہ کے لئے بڑا ہی مفید ہے اسحق آج تک  
اسی پر درس قرآن مجید دینے کی سعادت حاصل کر رہا ہے (واللہ الموفق)  
بعض تفاسیر ایسی بھی ہیں جن کو اپنے مخصوص عقائد اور نظریات کی اشاعت پر مرتب کیا گیا ہے۔  
ان کا مطالعہ محقق عالم کے سوا دوسرے طلباء کو نہ کرنا چاہئے۔ جیسا کہ زمخشری م ۳۸۵ کی تفسیر کشاف کے متعلق  
علماء تفسیر نے لکھا ہے:-

”اس نے اپنے معتزلی عقائد کو قرآنی آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کی“  
اگرچہ معتزلہ دوسرے عقائد میں بھی جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف ہیں لیکن ان کی خصوصی  
علامت یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر نہیں پائی جاتی بلکہ ان آیتوں کی تحریف  
معنوی تک کر جاتے ہیں جن سے شان رسالت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی ہے جیسا کہ  
قرآن مجید کی آیت ازلہ لقول رسول کریم کی تفسیر میں کہا ہو جو جبریل حالانکہ علماء تفسیر کا جم غفیر اس  
سے مراد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو لیتا ہے۔ اسی طرح سورۃ الفتح میں تو قروہ کا مرجع ذات  
باری تعالیٰ کو بتایا حالانکہ جمہور کے نزدیک اس کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے آٹھویں  
صدی ہجری کے مفسر محقق علامہ سبکی م ۱۱۱۸ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایسی عبارات کو پڑھنے کے بعد اس  
تفسیر کشاف کا مطالعہ ترک کر دیا ہے (معید النعم از سبکی ص ۸)

دو بر حاضر کے مادر زاد ولی سیدی عبد العزیز مصری نے ابریز میں فرمایا جس کا ترجمہ مولانا عاشق الہی  
میرٹھی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا:-

اسی نکتہ کی وجہ سے ویندار اتقیاء نے تفسیر کشاف کے پڑھنے اور پڑھانے سے منع کیا ہے (ص ۲۶۶)  
فائدہ! کشاف پر تنقیدی کتب کے لئے کتاب تذکرۃ المفسرین کا مطالعہ کیجئے۔

اسی طرح علماء برصغیر نے ان مفسرین کی تفاسیر سے احتراز کیا جائے جنہوں نے نہ صرف اپنی آنکھ سے  
قرآن مجید کو دیکھا اور تفاسیر لکھ دی۔ خصوصاً ان تفاسیر کا مطالعہ نہ کیا جائے جن میں شان سید دو عالم  
صلی اللہ علیہ پر بھی تنقید کی گئی ہے :-

## تحریف

تحریف کا لفظ حرف سے مشتق ہے حرف کا معنی کنارہ۔ اصطلاح میں تحریف سے مراد یہ ہے کہ معنی اس طرح کیا جائے کہ جو بات کہنے والے کی مراد نہ ہوں یہی مراد تحریف کی تفسیر کے سلسلے میں ہے قرآن کریم میں آیا ہے کہ تحریف کتاب اللہ یہودیوں کی بری عادت تھی فرمایا

وقد کان فریق منهم یسمعون کلام اللہ ترجمہ اور ان میں سے ایک گروہ اللہ کا کلام (تورات سنتے تھے  
ثم یحرفونہ من بعد ما عاواہ وہم یعلمون (بقرہ ۷۵) اس بات کو جانتے ہیں۔

تحریف کی دو قسمیں ہیں۔ تحریف لفظی اور تحریف معنوی۔

تحریف لفظی کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ الفاظ ہٹا کر دوسرے الفاظ لے آئیں۔ یہودیوں میں

تحریف لفظی کی عادت بد بھی موجود تھی جیسا کہ فرمایا:۔

یحرفون الکلام عن مواضعہ (النساء ۴۶) تحریف (بے ڈھب) کرتے تھے بات کو اس کے ٹھکانے سے

اسی تحریف لفظی کا نتیجہ یہ نکلا کہ تورات دنیائے ضائع ہو گئی۔

اور آج بھی تورات اور انجیل کے ترجموں میں یہ چیز واضح ہے کہ ہرنیا ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے

الفاظ اور عبارت میں مختلف ہوتا ہے۔

قرآن کریم کے خلاف اگرچہ کھل کر تو تحریف لفظی کرنے کی جرأت کسی مسلمان کہلانے والے کو نہ ہو سکی

البتہ یہودیوں نے اس کا اعادہ قرآن کریم کے متعلق بھی کیا کہ اسرائیل نے قرآن مجید عربی میں اپنے روڈ

بدل کے ساتھ طبع کرا کے افریقی قبائل میں تقسیم کیا مگر حکومت مصر نے اس کا ازالہ کر دیا۔ جس کے لئے

وہ ساری امت کی طرف سے شکر یہ کی مستحق ہے۔

مگر بعض مصری مسلمانوں نے تجدد کے نشہ میں قواعد اور شروط سے بے نیاز ہو کر:۔

۱۳۱۵ء میں قرآن مجید کی عربی (منسزیل) کو آسان عربی کے الفاظ میں ڈھال کر قرآن مجید کا نام

وے کے شائع کر دیا مگر اس وقت کے علماء کرام نے اس فتقہ کا مقابلہ کر کے اس کو جڑ سے کاٹ ڈالا۔

جزا اہم الشریعہ المجرار (المدخل ۲۹)

اسی بدعت کا ارتکاب برصغیر کی تقسیم سے پہلے لاہور کے بعض تاجروں نے کیا تھا مگر عربی متن کو بالکل اڑا کر صرف اردو زبان کو قرآن کا نام دے روشن چراغ قرآن مجید کے نام سے طبع کیا گیا تھا۔ یہ کہ یہ اقدام تحریف پر جا کر رکتا جیسا کہ انجیل اور تورات کا حشر ہوا اس لئے اس وقت احقر نے احتجاج کیا جسے اکابر علماء کرام کی سرپرستی حاصل ہوئی اور حکومت نے اسے ضبط کر لیا تھا مگر اب پھر وہ اسی طرز پر شائع ہو رہا ہے۔ اسی طرح پکتھال نو مسلم کا انگریزی ترجمہ پہلے تو عربی متن کے بالمقابل حیدرآباد دکن سے شائع ہوا تھا مگر اب امریکہ سے بڑی کافی تعداد میں بغیر عربی متن کے شائع ہو رہا ہے مگر یاد رہے یہ تحریف قرآنی ہے۔ اور خطرناک فتنہ ہے۔ قرآن لفظ اور معنی کا نام ہے۔ صرف معنی کو قرآن نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے تحریف سے پورے طور پر تباہی محفوظ رہ سکتا ہے جب کہ لفظی ترجمہ کیا جائے۔ البتہ تفسیر اور تشریح میں وسعت کر سکتا ہے۔

مقام حیرت ہے کہ جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں آیات قرآنیہ کا ترجمہ لفظی ترجمہ کرنے کی بجائے سلیس کر دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:-

"لفظی ترجمے کے طریقے میں کسر اور خامی کے یہی وہ پہلو ہیں جن کی تلافی کے لئے میں نے ترجمانی کا ڈھنگ اختیار کیا ہے میں نے اس میں قرآن کے الفاظ کو اردو جامہ پہنانے کی بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔ اسلوب بیان میں ترجمہ پن نہ ہو عربی مبین کی ترجمانی ارووئے مبین میں ہو"

حالانکہ مبین صرف عربی زبان ہے جس میں قرآن کا نزول ہوا بلسان عربی مبین (الشعراء ۱۹۵) بہر حال محتاط اور انسب طریقہ یہی ہے کہ قرآن مجید کا عربی متن ساتھ رکھ کر لفظی ترجمہ کیا جائے اور پھر

مفسرین کی رائے کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں جیسا کہ تحریف کے حوالہ سے قرآن مجید کی زبان کے سوا کسی اور زبان میں ترجمہ کرنے کے حوالہ سے اس کی تفسیر و تشریح دوسری زبانوں میں کر دی جائے۔ علماء سلف نے قرآن مجید کی تفسیر بھی عربی زبان کے سوا کسی دوسری زبان میں کرنے سے گریز کیا چنانچہ :-

امیر ابو صالح منصور بن نوح سامانی نے جب چوتھی صدی ہجری کی مشہور تفسیر ابن جریر طبری کا مطالعہ کرنا چاہا تو اس کا ترجمہ فارسی زبان میں کرانے کے لئے عالم اسلامی کے محققین علماء مثلاً امام ابو بکر بخاری م ۳۸۱ھ اور خلیل سمرقندی م ۳۶۸ھ اور علماء ماوراء النہر سے فتویٰ حاصل کرنے کے بعد اس تفسیر کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا جو بہ نام تفسیر منصور مشہور ہوئی۔ (افنیل میگزین) یہی وجہ تھی کہ سر سید احمد خان جیسے جدت پسند مفکر نے بھی ایسے ترجمہ کو مردود اور گناہ عظیم قرار دیا جیسا کہ مولانا حالی نے حیات جاوید حصہ دوم میں فرمایا ۹۶۲

ایک شخص نے سر سید سے استفسار کیا تھا کہ اگر نماز میں قرآن شریف اردو پڑھ لیا جائے تو آپ کے نزدیک کچھ قباحت تو نہیں رہے گی؟ اس کے جواب میں انہوں نے یہ لکھ بھیجا۔ مخلومی نماز میں قرآن مجید بلفظ نہ پڑھنے اور اس کا ترجمہ پڑھ لینے میں بجز اس کے اور کچھ قباحت نہیں کہ نماز نہیں ہوتی۔

ایک اور شخص نے ان سے دریافت کیا تھا کہ قرآن مجید کا ترجمہ چھاپنے سے اپنی تفسیر میں کیا ہے اگر قرآن سے علیحدہ چھاپ لیا جاوے تو آپ اس کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے لکھا اول تو یہ بتلاؤ کہ ایسے مردود ترجمہ کو خریدے گا کون؟ دوسرے یہ کہ جو ترجمہ تفسیر کے ساتھ کیا گیا ہے وہ نہایت سرسری طور پر ہوا ہے اگر صرف ترجمہ چھاپا جائے تو نظر ثانی کا محتاج ہے اس کا اہتمام اس طرح پر کہ صرف اردو بغیر قرآن چھاپا ہو سگوز پسند نہیں ہے نہ میں اس کی اجازت اپنی زندگی میں دوں گا۔ میں اس کو نہایت عظیم گناہ سمجھتا ہوں۔

## تحریف کے اسباب

۱۔ انسان کی عادت ہے کہ جس بات کو اپنے ذہن کے مطابق نہ پائے اس کو نہیں مانتا یہ اس طرح اس کی قطع و برید کرتا ہے کہ اصلی مطلب فوت ہو جاتا ہے اسی طرح قرآن کریم کا جو ارشاد واضح طور پر نہ سمجھ سکے

میں دور از کار تاویلات شروع کر دیں قرآن شریف نے اسی حقیقت کو یوں فرمایا ہے۔

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتہم تاویلہ (یونس ۳۹) ان کے پاس ابھی تک حقیقت اس کی۔

ایسی تاویلات جو دراصل تحریفیات ہوتی ہیں تکذیب تک پہنچا دیتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ تحریف کرنے والا جان بوجھ کر قرآن کریم کی مخالفت کر رہا ہو بلکہ کسی کی نیک نیتی یا بد نیتی کا اس میں دخل نہیں۔ یہی وہ سبب تھا جس نے بیسویں صدی کے بعض مسلمانوں کو نصوص قرآنی کے ترجمہ اور اس کی تفسیر میں ایسی راہ پر لگا دیا جو بجائے ہدایت کے گمراہی کا موجب بن گئی اس حقیقت کو سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے :-

”یورپ کی نئی نئی سائنس اور قوانین فطرت کے نئے نئے انہار کے انکشافات نے جو شبہات پیدا کئے ان کا اصلی جواب تو وہ علماء دین دے سکتے تھے جو ہمارے قدیم متکلمین کی طرح جو قدیم فلسفہ میں ماہر تھے اس نئے زمانہ کے نئے علوم اور نئی تحقیقات سے واقف ہوتے مگر بہر حال ملایڈرک کلمہ لایٹرک کلمہ کہ اگر پورا نہ مل سکے تو اِدھورا ہی سہی کے اصول کے مطابق انہی لوگوں میں سے جو گونیم عالم تھے لیکن انگریزوں سے دن رات ملتے تھے اور ان کے علوم و خیالات سے کچھ کچھ واقف تھے سربید مولوی چراغ علی اور مولوی کریمت علی صاحب جو نیپوری وغیرہ چینیسے اشخاص کھڑے ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق اس فرض کو ادا کرنا چاہا اور ان سے بہتوں کو ایک معنی فائدہ بھی پہنچا لیکن وہ باقاعدہ عالم نہ تھے اور نہ علماءِ حق کی صحبتوں سے مستفید تھے۔ انہوں نے اپنے کاموں میں جگہ جگہ غلطیاں کیں اور ایسی تاویلوں کے شکار ہوئے جو حقیقت سے بہر اعل دور تھیں ان کی غلطیوں کا سبب ایک ہی تھا اور وہ یہ کہ وہ اپنے زمانہ کی طبعی تحقیقات اور ان کے قیاسی نتائج کو یقینی اور قطعی مان کر مسائل شرعیہ کو ان کے مطابق کرنے لگے اور یہ وہی غلطی تھی جس میں بہ مقابلہ فلسفہ یونان تیسری اور چوتھی صدی میں باطنیہ فرقہ کے علماء اور مصنفین مبتلا ہو چکے تھے ان کا یہ کہنا تھا کہ علماء و فلاسفہ جو کچھ

کہتے ہیں وہی انبیاء اور رسل علیہم السلام کہتے ہیں اس لئے دونوں میں ایسی تطبیق دی جائے  
 کہ انبیاء کا کلام کسی نہ کسی تاویل سے حکما و فلاسفہ کے خیال کے مطابق ہو جائے لیکن متکلمین  
 اہل سنت نے یہ غلط راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ یہ کیا کہ انبیاء علیہم السلام نے جو کچھ فرمایا اس  
 کو قطعی و یقینی مان کر حکما و فلاسفہ کے ان مسائل کی جو قطعاً مخالف تھے و لائل سے غلطی ثابت  
 کی اور جو کسی قدر صحیح سے صحیح ہو سکتے تھے اس کی تاویل کر دی اور جو تمام تر مطابق تھے یا کم و کم  
 مخالف نہ تھے یا انبیاء علیہم السلام نے ان سے نفی یا اثباتاً بحث ہی نہیں کی ان کی توثیق  
 کی۔ (حیات شبلی ص ۱۶-۱۷)

۲۔ بعض دفعہ یہ بھی ہو جاتا ہے کہ ایک آدمی اپنے ذوق اور وجدان کو تفسیر قرآنی کے لئے سب سے بڑا  
 راہ نما سمجھ لیتا ہے۔ قواعد اور ضوابط سے بے نیاز ہو کر اپنے ذوق فیصلہ کو حاکم بنا کر الفاظ قرآنیہ کی تشریح  
 کرنے لگ جاتا ہے حالانکہ انسانی ذوق اور وجدان ناقص ہے اور لحظہ بہ لحظہ بدلتا رہتا ہے۔ اس لئے  
 ناقص اور بدلنے والے عقل کو قرآن حکیم کی وحی کا شارح سمجھ لینا بہت بڑی غلطی ہے۔ امام ابن تیمیہ  
 نے فرمایا:-

فکان من الاصول المتفق علیها بین الصحابة <sup>ترجمہ</sup> یہ بات صحابہ کرام اور تابعین کے درمیان اجماعی  
 والتابعین لهم باحسان انه لا يقبل من احد <sup>بات ہے کہ کسی آدمی سے ہرگز یہ بات قبول نہ کی جائے</sup>  
 قطان يعارض القرآن لبرايه ولا ذوقه <sup>گی جو قرآن کا مقابلہ اپنی رائے اپنے ذوق اپنی سمجھ</sup>  
 ولا معقوله ولا قياسه ولا وجدحه (الفرقان ۱۹) <sup>اور قیاس کرے۔</sup>

اپنے ذوق کو راہ نما بنانے کا خیال اکثر صاحب قلم حضرات کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ  
 سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اصول تفسیر پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:-

”بس یہ جان لیجئے کہ میں کچھلے زمانہ کے ائمہ حدیث و فقہ و تفسیر ہی سے استفادہ کرتا ہوں اور  
 ہن کا پورا ادب ملحوظ رکھتا ہوں مگر کسی بات کو صرف اس بنا پر نہیں مان لیتا کہ یہ فلاں بڑے شخص نے  
 کہی ہے بلکہ خود بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور اپنے دماغ سے سوچتا ہوں اور جو بات

مجھے تحقیق سے صحیح معلوم ہوتی ہے اسے مانتا ہوں اور جو غلط معلوم ہوتی ہے اسے  
 چھوڑ دیتا ہوں؛ (مکاتیب زندان ص ۸۹)  
 اسی طرح تفہیم القرآن کے دیباچہ میں فرمایا۔ قرآن کی ایک عبارت پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ  
 میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔ (ص ۸۸)  
 بالفاظِ دگر جناب مودودی صاحب کے ہاں صحت کا معیار ان کا اپنا دل اور دماغ ہے۔ جو بات  
 ان کو بذاتِ خود صحیح معلوم ہوتی ہے اس کو مان لیا جاتا ہے۔ یہاں اتنی بات اور یاد رکھی جائے کہ جناب  
 مودودی صاحب کی نظروں پرانی کتابیں دین کا قائل نہیں کرتیں بلکہ دین کا منکر بنانے میں معاون بن جاتی ہیں  
 جیسا کہ فرمایا۔

”میں نے تفسیر قرآن اور شرح حدیث اور فقہ کی پرانی کتابوں کو بھی پڑھا ہے اور مجھے معلوم  
 ہے کہ جدید زمانے کے علوم پڑھنے والے لوگوں کے ذہن میں شکوک و شبہات کے جو کانٹے  
 چبھے ہوئے ہیں صرف یہی نہیں کہ ان کتابوں میں ان کو نکال دینے کا کوئی سلمان نہیں ہے  
 بلکہ قدم قدم پر وہ چیزیں ملتی ہیں جو نئے تعلیم یافتہ لوگوں کے دل میں مزید شبہات پیدا کرنے  
 والی ہیں اور بسا اوقات ان کی وجہ سے ایک مشکک شک کے مقام سے آگے بڑھ کر  
 جمود و انکار کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔“

(رسائل و مسائل مندرجہ ترجمان القرآن ج ۳، ص ۶۷)

پرانے ذخیرہ تفسیر و حدیث و فقہ سے بے نیاز ہو کر جو تفسیر قرآنی اور تعبیر احکام اسلامیہ کی جائے گی  
 اس کی صرف ایک مثال مودودی صاحب کے نظریات سے دی جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں واضح طور پر موجود  
 ہے کہ جب غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ ہو جائے مگر وہ اس معاہدہ کے بعد دین اسلامی میں طعن اور  
 تشنیع شروع کر دیں تو اب یہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا خصوصاً جب کہ سپردِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی شان میں کوئی معاہدہ (فمی) گستاخی کر گذرے تو وہ ناقابلِ معافی ہے۔  
 ارشادِ قرآنی ہے:-

وان نکتوا ایمانہم من بعد عہدہم و طعنوا  
 فی دینکم فقاتلوا ائمة الکفر انہم لا ایمان  
 لہم لعلہم ینتہون  
 (توبہ ۷۷)

ترجمہ  
 اور اگر توڑیں وہ اپنی قسمیں اپنے عہد کرنے کے بعد  
 اور عیب دیں تمہارے دین میں تو کفر کے سرداروں  
 کے ساتھ لڑو۔ ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں شاید  
 وہ اس طرح باز آجائیں۔

مفسر القرآن حضرت شاہ عبدالقادر نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:-

”اگر ثابت ہو ایک کافر عیب دیتا ہے ہمارے دین کو وہ ذمی نہ رہا۔

مگر مودودی کا نظریہ کیا ہے وہ ان ہی کے الفاظ میں پڑھ لیجئے:-

”ذمی خواہ کیسے ہی بڑے جرم کا ارتکاب کرے اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا حتیٰ کہ جزیہ بند کروینا

مسلمان کو قتل کرنا نبی (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا یا کسی مسلمان عورت

کی آبروریزی کرنا بھی اس کے حق میں ناقص ذمہ نہیں“ (الجہاد فی الاسلام ص ۲۲)

اس نظریہ کا اصلی محرک کیا ہے وہ بھی اسی الجہاد کی وجہ تالیف میں دیکھ لیجئے جو اسی کتاب کے

صدا پر درج ہے۔

”لیکن دسمبر ۱۹۲۶ء کی آخری تاریخوں میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھے مشکلات سے

قطع نظر کر کے اقدام عمل پر مجبور کر دیا یہ واقعہ شدھی کی تحریک کے بانی سوامی شرما نند

کے قتل کا واقعہ تھا جس سے جہلا اور کم نظر لوگوں کو اسلامی جہاد کے متعلق غلط خیالات

کی اشاعت کا ایک نیا موقع مل گیا کیونکہ بد قسمتی سے ایک مسلمان اس فعل کے

ارتکاب کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا اور اخبارات میں اس کی جانب یہ خیالات منسوب

کئے گئے تھے کہ اس نے اپنے مذہب کا دشمن سمجھ کر سوامی کو قتل کیا ہے اور یہ کہ اس نیک

کلام کرنے سے وہ جنت کا امیدوار ہے حقیقت کا علم تو خدا کو ہے مگر منظر عام پر جو کچھ آیا

وہ یہی واقعات تھے ان کی وجہ سے عام طور پر اسلام کے دشمنوں میں ایک ہیجان پیدا

ہو گیا“



جب ایک کتاب کی تالیف کا محرک یہ بات ٹھہری کہ لوگوں کو جہاد کے متعارف معنی کے علاوہ دوسرا معنی بھی سمجھایا جائے تو ظاہر ہے کہ اب ان اقوال کا سہارا لیا جائے گا جو اپنے ذوق کی تفسیر کے موید ہوں ورنہ آج کل کے گستاخی اور اہانت کے دور میں ان اقوال اور تشریحات کو ترجیح دی جائے جو تحفظ عقائد اسلامیہ میں معاون ہوں۔ جیسا کہ شاہ عالمگیر کے عالی مرتبہ استاد ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں فرمایا۔

و ظاہر عبقری القرآن یقتضی هذا الحکم لانہ قال وان طعنوا فی دینکم فقاتلوا  
ولا شک ان لیس طعن فی الدین اکبر من سب النبی علیہ السلام اذ فیہ اہانت  
الشع و ہتک حرمة الاسلام والحق ان یکون فتویٰ اهل العلم فی زماننا علی هذا  
(تفسیر احمدی)

”فائدہ“ اس مسئلہ کی توضیح بھی کر دی جاتی ہے تاکہ مسئلہ ذہن نشین ہو جائے۔

”اگر ایک ذمی (غیر مسلم) کسی اسلامی حکومت کے ساتھ اعلان و فواداری کرے تو اب اس کی جان مال اور عصمت کی حفاظت لازم ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من قتل معاہد الم یرح راحة الجنة جو کوئی کسی ذمی کو قتل کر دے گا وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔ لیکن ذمی کے لئے لازم ہے کہ وہ اسلام کا احترام کرے اور اپنے عہد کی پاسداری کرے اور اگر ذمی نے اپنے عہد اطاعت کو توڑ دیا اس کی کئی صورتیں ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے اور یہ سب سے بڑا نقص عہد اور غداری ہے کہ جس حکومت کے زیر سایہ آرام سے زندگی بسر کر رہا ہے اسی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں گستاخی کر ڈالے تو اب جمہور ائمہ اسلام کے ہاں اس کو قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے زمانہ میں ایسے گستاخوں کو جہنم رسید کرویا گیا۔ قرآن حکیم کی اس آیت کا یہی مطلب ہے اور اس میں حنفی شافعی سب متفق ہیں۔ حتیٰ کہ علامہ زحشری دجس کو اعتراف کا ترجمان سمجھا جاتا ہے (نے بھی فرمایا۔

قالوا اذا طعن الذمی فی دین الاسلام طعننا ظاہراً جاز قتلہ لان العہد معقود معہ علی ان لا یطعن

فاذا طعن فقد نكث عهدك وخرج من الذمة - (کشاف) (مدارک)

اس آخری دور کے محقق فقیہ علامہ شامی نے اسی موضوع پر ایک مستقل رسالہ بنام "بندیہ الولادہ و احکام علی احکام شاتم خیر الانام" تحریر فرمایا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا ایسے گستاخ سے بھی ذمہ نہیں ٹوٹتا اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اس ذمی کے مال اور اس کی اولاد، بیوی، کی حفاظت کی جائے لیکن جہاں تک اس گستاخ کو کیفر کردار تک پہنچانے کا معاملہ ہے اس میں امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے جو باقی اماموں کا ہے۔ اس لئے فہم مطالب قرآن مجید کی بنیادی شہرہ یہ ہے کہ

## ذاتی خیالات کو بنیاد نہ بنانا

یہ شہرہ قرآن مجید کا صحیح مطلب اور اس کی صحیح تفسیر سمجھنے کے لئے ضروری اور بنیادی ہے، ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید کا مطالعہ اور اس کی تعلیمات پر غور فکر اس حیثیت سے کرے کہ قرآن مجید کو ہادی اور راہ نما سمجھے اور خود اپنے کو پیروکار اور تابع سمجھے، یقین رکھے کہ قرآن مجید ہی

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (بقرہ ۱۷۷) قرآن پر سبز گار بننے والوں کے لئے ہدایت ہے

هُدًى لِّلنَّاسِ (بقرہ ۱۸۵) قرآن سب انسانوں کے لئے ہدایت ہے

اس کتاب مجید کو اللہ تعالیٰ نے انزلنا الیکم نوراً مبیناً کے ساتھ تبییر فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی یقین رکھے کہ جس تعلیم کی راہ نامائی قرآن مجید نے فرمائی ہے وہ سب تعلیمات سے اعلیٰ اور درست اور عالمگیر ہے ارشاد قرآنی ہے :-

ان هذ القرآن یهدی للتی هی اقوم (بنی اسرائیل ۹۷)

بیشک یہ قرآن سب سے زیادہ سیدھی راہ کے لئے راہ ناما ہے۔

اس کتاب مقدس کی تعلیمات عالمگیر اور جامع ہونے کے ساتھ ساتھ وقتی نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی ہدایت کے لئے جو دستور نجات اور نظام زندگی نازل فرمانا تھا وہ اب فرمایا جیسا کہ فرمایا

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (المائدہ ۳)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

اور دین کا سرچشمہ کلام الہی ہے وہ کلمات کاظمہ قرآن مجید کی شکل میں امت کے سامنے پیش ہیں۔ فرمایا  
تمت کلمات ربك صدقا وعدلا (الانعام ۱۱۶) تیرے رب کے کلمے سچائی اور عدل میں تمام ہو چکے  
ان کلمات کا محافظ خود خداوند قدوس ہے اس لئے یہ رہتی دنیا تک باقی رہیں گے اور خلق اللہ کے لئے  
شمع ہدایت کا کام دیں گے فرمایا۔

لا تبدل کلماتہ وهو السیمح العلیم (الانعام ۱۱۷) اس کے کلموں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور نہ سننے والا جاو الالہ  
انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (الحجر ۹) بے شک ہم ہی نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔  
اب اگر کوئی انسان بُری نیت کے ساتھ باطل نظریات لے کر قرآن مجید کا مقابلہ کرے گا یا باطل نظریات  
اور لادینی تعلیمات کو قرآنی الفاظ کے جامہ میں پھیلانے کی مذموم سعی کرے گا وہ ہرگز کامیاب نہ ہو سکے گا  
فرمایا۔

انہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ  
ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (حم السجدہ ۲۰-۲۱)  
ترجمہ بے شک یہ قرآن غالب رہنے والی کتاب ہے اس کے  
آگے اور پیچھے سے باطل نہیں آسکتا یہ بڑی حکمت والے اور  
ستودہ صفات خدا کا اتارا ہوا ہے۔

اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے، ترجمہ اور تفسیر کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نور معرفت  
حاصل کرنے کی نیت سے قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

لا یستہ الا المطہرین (الواقعہ ۹۹) اس کو صرف پاکیزہ لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں

اس کی تفسیر میں مفسر القرآن مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔  
یعنی جو صاف دل اور پاک اخلاق رکھتے ہیں وہ ہی اس کے علوم و حقائق تک ٹھیک رسائی  
پا سکتے ہیں؟

اس لئے پانچویں ہجری کے مفسر القرآن امام مکی بن ابی طالب (وفات ۳۲۰ھ) نے فرمایا۔  
مفسر قرآن کے لئے ضروری ہے کہ اس کا اعتقاد درست ہو اور وہ دینی احکام کا پابند ہو۔  
اور اگر مفسر نے ذاتی خیالات کی بنیاد بنا کر قرآنی تعلیمات کو بطور دلیل کے بنانا چاہا تو اس سے معاملہ

لنسرک من میں مہنت نے جو اصول و ضوابط بیان کیے ہیں اس سے قاری کی  
 ۵۲  
 منکوحات میں انصاف نہ ہوتا ہے اور وہ کافی و سست نہ مہنتی ہیں؟

برعکس ہو جائے گا۔ گویا مفسر نے اپنی رائے کو تو فوقیت دی اور قرآن مجید کو اپنا پیرو بنانا چاہا یہی وہ  
 تفسیر بالرائے ہے جس کی سبزا کا ذکر فرماتے ہوئے رب العالی نے یہودیوں کی تحریف اور تحریف معنوی کا  
 ذکر فرمایا۔

اور ان میں سے کچھ ان پڑھ ہیں جو کتاب کو صرف اپنی آرزوں  
 کے مطابق ہی جانتے ہیں اور وہ گمان سے باتیں کرتے ہیں  
 پس ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو ایک بات اپنے  
 ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور پھر کچھ دنیاوی فائدہ کے لئے  
 لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے سوان کے  
 لئے ہلاکت ہے ان کے یہ لکھنے کی سبزا میں اور ہلاکت ہے  
 ان کی کمائی سے ان کے لئے۔

ترجمہ

و منہم امیون لا یعلمون الکتب الا امانی و  
 انہم الا یظنون فویل للذین یکتبون الکتب  
 بایدیہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ  
 لیشتروابہ ثم ناقلاً فویل لہم مما  
 کتبت ایدیہم وویل لہم مما یکسبون  
 (سورہ بقرہ آیت ۱۷۵)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں مزید تشریح کے لئے دورِ حاضر کے بہت بڑے عالمِ دین  
 حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک غیر مطبوعہ مکتوب کا اقتباس درج کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔  
 اس سلسلہ میں مجھے صرف دو باتیں کہنی ہیں ایک تو یہ کہ قرآن پاک کے ترجمے میں بے احتیاطی کو  
 کام میں نہ لایا جائے یہ تحریف ہے اور جس کی سبزا کا حال معلوم ہے۔ ترجمہ بالکل لفظی کرنا چاہئے  
 پھر آپ اس کی تشریح اپنے ضروری مطالب کے مطابق کر سکتے ہیں۔ یہ کسی طرح درست نہیں کہ  
 ترجمہ میں الفاظ کی رعایت کے بغیر اپنے مطلوب کے مطابق کوشش کی جائے یہ شدید تحریف ہے  
 آپ دیکھیں گے کہ پھر کسی دوسری ضرورت کے وقت آپ کو اس آیت کا دوسرا ترجمہ دوسرے ڈھنگ  
 سے کرنا پڑے گا اس وقت آپ پر یہ ثابت ہو جائے گا کہ ہم نے اتباعِ ہویٰ کا کیا نادانستہ ارتکاب  
 کیا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ جمہور اسلام جس مسئلہ پر عقائدی و عملی طور پر متفق ہوں اس کو چھوڑ کر تحقیق  
 کی نئی راہ اختیار نہ کی جائے یہ طریق تو اتر و تورات کی بیخ کنی کے مرادف ہے اس گناہ کا

ترکب کبھی میں خود ہو چکا ہوں اور اس کی اعتقادی و عملی سزا بھگت چکا ہوں اس لئے  
دل سے چاہتا ہوں کہ اب میرے عزیزوں اور دوستوں میں سے کوئی اس راہ سے نہ نکلے تاکہ  
وہ سزا سے محفوظ رہے جو ان سے پہلوں کو مل چکی۔“

مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک فقرہ اس باب میں بہت خوب ہے انہوں نے ایک دفعہ کہا کہ  
”کبھی حضرت شاہ ولی اللہ اور سید احمد خان دونوں ایک ہی بات کہتے ہیں مگر ایک سے  
ایمان پرورش پاتا ہے اور ایک سے کفر۔“

اس زمانہ کے اکثر لکھنے والے اس نکتہ سے تعافل برت رہے ہیں اور اس لئے خوف لگا رہتا ہے  
کہ ان سے ایمان کی بجائے کفر کو نشوونما کا موقع نہ ملے (سید سلیمان حکیم ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ)  
اس لئے قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتے ہوئے یا قرآنی احکام اور مطالب کا مطالعہ کرتے ہوئے ذہن  
میں اس بات کو حاضر رکھنا چاہئے کہ اصل بات تو وہی ہے جو قرآنی تعلیمات سے معلوم ہوتی ہے میرا ابتدائی  
نظریہ کوئی نہیں، قرآن مجید نے فرمایا:-

ولا تقف ما ليس لك به علم (اسراء: ۳۶) اور نہ یقین کر اس پر جس کا تجھے علم (دلیل) نہ ہو  
علم اور دلیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کی بات کی تشریح اور تفسیر کبھی مگر ایسوں کا راستہ کھول دیتی ہے شیطان  
کا یہ بھی ایک داؤ ہے کہ وہ انسانوں کو اس بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ وہ بلا علم اور دلیل کے کسی بات یا حکم کو  
اللہ تعالیٰ کا حکم کہہ کر غلط بات کو صحیح کرنے کی جسارت کر ڈالیں فرمایا:-

وان تقولوا عدل اللہ ما لا تعلمون (بقرہ: ۱۲۹) اور یہ کہ تم اللہ پر کچھ کہہ ڈالو جو تم نہیں جانتے۔  
اسی کو اصطلاح شریعت میں تفسیر بالرأی کہا جاتا ہے جس کے متعلق سید روح اللہ علیہ السلام کا  
ارشاد ہے:-

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ فَلَيْتَ مَا مَقْعَدُهُ مِنَ النَّاسِ

ترجمہ:- جو قرآن کی تفسیر اپنی خواہش سے کرے اس کو جہنم کے لئے تیار رہنا چاہئے۔  
اور رائے کا مطلب یہی ہے کہ اس میزان کو چھوڑ کر بغیر علم و دلیل کے تفسیر کی جائے جیسا کہ دوسرے

مصنف نے لغت بالرائے لکھی ہے جو کتب گوتی ہے لغت جگہ حدیث کے R  
 میں صرف ابو داؤد، ابونسائی، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، مسند احمد،  
 کتاب اللغات اور کتاب اللغات میں ہے۔

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبعه مقعدہ من النار

ایسی تفسیر اور تشریح جو علوم و قولین تفسیر یہ کہ بالائے طاق رکھ کر کی جائے اگر وہ درست بھی نکلے  
 تب بھی اجر و ثواب کا مستحق نہیں بلکہ عند اللہ وہ مجرم ہی سمجھا جائے گا۔ آپ نے فرمایا (صلی اللہ علیہ وسلم)

من تکلم فی القرآن براہیہ فاصاب فقد اخطأ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

تفسیر بالرائے کے متعلق مصر کے عظیم اویب طہ حسین سابق وزیر تعلیم کا تبصرہ درج کیا جاتا ہے۔

”میں کہہ سکتا ہوں کہ مولین (تفسیر بالرائے کرنے والے) خواہ قراء میں سے ہوں یا فلاسفہ میں

سے ان کی تلویحات و دراز کار ہیں انہوں نے عقل کو راہ نمائی سوچی اور وہیو کہ کھا گئے انہوں

نے وہ باتیں کہیں جو ان کے منہ سے نہیں نکلتی چاہئے تھیں انہیں سزاوار یہ تھا کہ حد سے قدم

آگے نہ بڑھاتے جس جگہ ان کی قوت فہم ادراک اور شعور اور بلوغ ختم ہو گئی تھی وہیں ٹھٹھک

کر رہ جاتے یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا ان کے لئے بھی اور ان لوگوں کے لئے بھی تہیں

انہوں نے فتنے میں مبتلا کر دیا تھا۔ ان کی دراز کار تاویلات نے عجیب عجیب گل کھلائے

ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں طیورا ابابیل کا ذکر آیا ہے وہ چڑیاں جنہوں نے مکے کی حملہ آور جشن

فوج پر کنکریاں پھینک کر اسے تباہ کر دیا تھا یہ عقل پرست طیورا ابابیل سے و با مراد لیتے

ہیں اور کنکریوں سے مراد غیر مٹی جراثیم، یہ تاویل انہوں نے اپنی طرف سے کی حالانکہ سب اچھی

طرح جانتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے سورۃ فیل کا یہ مطلب نہیں

لیا تھا اور نہ اس نہج پر اسے سمجھا تھا اور وہ اس نہج پر سمجھ بھی نہیں سکتے تھے یہ ان کے

زیب کب تھا وہ میکروب (جراثیم) سے بالکل ناواقف تھے اسی طرح جو لوگ یہ کہتے ہیں

کہ قرآن میں سبع سموات سے مراد کوکب و سیارہ ہیں یہ بھی اکل بچریات ہے یہ ایسی بات

کہہ رہے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے کبھی نہیں فرمائی۔ (اسلام منزل بمنزل)

جیسا کہ طلوع اسلام کا ایڈیٹر پرویز اسی سورۃ کی تفسیر میں تحریف معنوی نہیں بلکہ تحریف لفظی تاک

کر گیا سورۃ الفیل کا ترجمہ یوں کیا :-

”جماعت قریش تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھیوں والوں (ابرہہ اور اس کی فوج) کے ساتھ کیا کیا تھا، تمہارے پروردگار نے ان کی خفیہ تدابیر کو بے سود نہیں بنا دیا تھا، اور ان پر پندوں کے جھنڈے کے جھنڈ نہیں بھیج دئے تھے تم (تمہاری قوم) اور ہر سے ان پر پتھر اڑا کر رہے تھے چنانچہ اس طرح تمہارے پروردگار نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح بنا کر ڈال دیا تھا“

اس ترجمہ کی تفسیر پر ویز صاحب نے یہ کی :-

واقعہ یہ تھا کہ یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ (جو شاہ حبش کا گورنر تھا) ۵۲۵ء میں حضور کا سن ولادت ہے ارادہ کیا کہ مکہ کو فتح اور خانہ کعبہ کو منہدم کر دیا جائے تاکہ عربوں کی مرکزیت فنا اور قریش کی سیادت تباہ ہو جائے اس کے لئے اس نے بجائے اس کے کہ بڑا اعلاٰ جنگ کرتا اپنے ساتھ ہاتھیوں کی ایک عظیم الشان فوج لے کر خفیہ خفیہ بڑھنا شروع کیا اس یورش کے لئے حج کا موسم تجویز کیا جو عربوں میں لڑائیوں کا سلسلہ منقطع یا ملتوی ہو جاتا تھا اور پھر ایام تشریق کہ جن میں تمام عرب ہتھیار الگ رکھ کر رسوم حج کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے۔ مزید برآں اُس نے مانوس راستہ کو چھوڑ کر پہاڑیوں کے پیچھے چھپے چور راستہ اختیار کیا تاکہ کسی کو اس حرکت و یورش کا علم ہی نہ ہونے پائے تاکہ وہ مکہ پر حملہ آور ہو جائے یہ تھے اس کے مکائد (خفیہ تدابیر) عرب اس کی آمد سے بے خبر تھے لیکن اللہ تو بے خبر نہیں تھا اس نے ایک ایسا سبب پیدا کر دیا جس سے یہ تمام راز طشت از بام ہو گیا گدھ اور چیلین ہمیشہ لاشوں اور مرداروں کی تلاش میں رہتی ہیں گذشتہ زمانہ میں جب کبھی کبھی لشکر اور ہر اوسر جنبش کرتے تو وہ اپنی فطری ذہانت سے بھانپ لیتیں کہ کہیں ان کی ضیافت کا سامان ہونے والا ہے چنانچہ وہ ان کے ساتھ ساتھ ہوتی ہیں۔ ابرہہ نے زمین پر تو تمام حفاظتی تدابیر اختیار کر لیں کہ اس کا راز آشکارا نہ ہونے پائے لیکن آسمان پر تو

اسے کچھ اختیار حاصل نہیں تھا۔ عربوں نے دیکھا کہ گدھوں کے گدھ منڈلاتے چلے آ رہے ہیں تو انہوں نے خیر رساں اسیسیوں سے فوراً بھانپ لیا کہ ان کے سائے میں کوئی لشکر بڑھے آ رہا ہے حج کے موقع پر اجتماعِ غفیر موجود تھا سب اردگرد کی پہاڑیوں پر چڑھ گئے۔ اب یہ صورت یہ ہو گئی کہ نیچے وادیوں میں ابرہہ کا لشکر ہے اور پہاڑیوں پر عربوں کا ہجوم۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ اذمنہ گذشتہ کے فنونِ حربیہ سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ سنگ باری اس زمانہ کے کیسے موثر حربات میں سے تھی ہزار ہزار من کی چٹانیں اوپر سے لڑھکاوی جاتیں جو اپنے ہی اور (MOMENTUM) سے اس شدت سے نیچے آتیں کہ جو ان کی زد میں آجاتا اس کا بھر کس نکل جاتا آن واحد میں ہاتھی اور ان کا لشکر بھس بن کر رہ گیا۔

معارف القرآن جلد چہارم ص ۳۶۶ و ص ۳۶۷

اقبال مرحوم نے شاید انہی کے لئے فرمایا تھا

خدا و جب ریل و مصطفیٰ را

ولے تاویل شان در حیرت انداخت

اس تکلف کا جواب مفصلاً علماء اسلام دے چکے ہیں یہاں صرف معارف قرآنی کے طور پر کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ ادھر تو پرویز صاحب یہ کہتے ہیں کہ ابرہہ نے ایامِ حج میں بیت اللہ پر حملہ کیا کہ یہ مہینے ان کے نزدیک قابلِ احترام تھے اور وہ لڑنا حرام سمجھتے ہیں اور ادھر یہ بھی کہتے ہیں کہ پہاڑوں پر چڑھ گئے اور ہزار ہزار من کی چٹانیں لڑھکاویں۔ دونوں باتوں میں تضاد ہے علماء تاریخ اور سیرت کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے چالیس دن بعد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس لحاظ سے محرم کے آخری ایام ہونے چاہیں۔ حج تو ذوالحجہ کی تیرھویں تاریخ تک ختم ہو جاتا ہے اور عرب لوگ چالیس جاچکے ہوں گے۔

۔ فاعدا ۔

أَصْحَابُ الْفِيلِ کے اس واقعہ کی تشریح سیرت اور تاریخ کی سب کتابوں میں موجود ہے حتیٰ کہ غیر مسلم مفکر بھی اس کے قائل ہیں تفصیل ان سیکلو پیڈیا آف اسلام میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔



اس تفسیر بالرائے کے لئے تاریخی حقائق کو جس قدر مسخ کیا گیا اور احادیث کی مستند روایات کو کس طرح چھوڑا گیا یہ مستقل تفصیل طلب بحث ہے یہاں قرانیات کے طلباء کے لئے صرف اسی قدر عرض کیا جاتا ہے کہ

۱۔ الم تر کا مخاطب جماعت قریش کو بنایا گیا تاکہ آگے آنے والے فعل تر مہم کا فاعل بھی جماعت قریش کو بنایا جائے بتایا ہے کہ ان جملہ آوروں کو پتھر مارنے والے وہ پرندے نہ تھے بلکہ تم خود تھے۔ تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر قریش ہی نے ان کو پتھر مارے تو پھر ان کے لئے تعجب کی کیا بات تھی؟ وہ خود ہی تو کر رہے تھے اور دیکھ رہے تھے۔

۲۔ الم تر اور ترمی دونوں واحد مؤنث کے صیغے بناوٹے گئے۔ پرویز صاحب کا خیال ہے کہ جماعت کا کلمہ مؤنث ہے تاویلاً تو فعل اسی لئے مؤنث لایا گیا۔ تو پھر شک کی ضمیر خطاب کا کیا بنے گا اس لحاظ سے تو شک میں یہ ضمیر بھی مؤنث کی لائی جاتی جیسا کہ الم تر کو مؤنث مخاطب بتایا گیا۔ الم تر کا مخاطب مؤنث اور ربک کا مخاطب مذکر یہ کس قاعدہ نحوی اور بیانی کے تحت ہے۔

۳۔ اسی طرح سجیل کا کلمہ قرآن مجید میں تین مرتبہ آیا ہے فرمایا۔

الف - وامطرناعلیہا حجارة من سجیل (ہود <sup>۲۱</sup> )	اور برسائے ہم نے اس بستی پر پتھر کنکر جیسے
ب - وامطرناعلیہم حجارة من سجیل (الحجر <sup>۲۲</sup> )	اور برسایا ہم نے ان لوگوں پر مینہ کنکروں کا
ج - توصیہم بحجارة من سجیل (الفیل <sup>۲۳</sup> )	مارتے تھے وہ پرندے ان کو پتھر کنکر جیسے

پہلی دو آیتوں میں قوم لوط پر آسمان سے پتھروں کا برسانا مراد ہے جہاں قوم لوط کی بستیاں آباد تھیں وہاں کونسی وادی یاد رہے تھا یا کس نے ان کو روک کر اوپر سے پتھر برسائے تھے پھر لفظ سجیل کا معنی امام لغت قرآنی امام راغب نے فرمایا والسجیل حجر و طین یعنی پتھر اور کھچڑا، امام راغب نے فرمایا کہ بعض کے ہاں یہ لفظ فارسی سے معرب کیا گیا ہے جیسا کہ امام تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا ترجمہ سنگ و گل فرمایا ہے۔ قرطین میں اس کا ترجمہ آجیر پختہ اینٹ کے سنگریزے کیا گیا ہے جمہور مفسرین کا یہی قول ہے (مدارک)

بلکہ تیسری صدی کے امام لغت القرآن (دم ۲۷۶ھ) نے فرمایا۔

۳۲۴  
ولهذا ذهب قوم في تفسير سجيل الى سنك وكل امي حجر وطنين (بحواله لسان العزج ۱۳)

یہی تفسیر جلیل القدر مفسرین جیسا کہ امام ابن جریر طبری ۳۱۰ھ امام قرظی ۳۵۵ھ امام رازی ۶۰۶ھ نے فرمائی۔ اور اگر یہ علماء لغت اور تفاسیر کے اقوال نہ بھی ہوتے تب بھی قرآن مجید نے خود اس کی تفسیر ہی جگہ سورہ الزاری آیت ۳۲ میں فرمادی۔ ارشاد فرمایا:-

قالوا انا اسلنا الى قومٍ صرین لنرسل علیہم نوحہ انہوں (فرشتوں) نے کہا ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے  
حجارةٍ من طین | گئے تاکہ ان پر مٹی سے پتھر (کنکر) برسائیں۔

صاف معلوم ہوتا ہے کہ پتھر کسی پہاڑی کے نہ تھے بلکہ یہ تو سنگریزوں کی شکل کے تھے اور وہ ان کے لئے نواب کے طور پر واقع ہوئے۔ ان پتھروں کو دیکھا گیا۔ جو ابرہہ کی فوج پر گرے تھے۔ علامہ زعشیری بھی اس واقعہ کی صداقت کا قائل ہے اس نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ انہوں نے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پاس ایک بڑی ٹوکری ان پتھروں کی دیکھی جو ابرہہ کی اس فوج پر گرائے گئے تھے یہ پتھر حجم میں چنے سے چھوٹے اور مسور سے بڑے تھے۔ (کشاف)

خلاصہ یہ ہے کہ جب قرآنی ارشادات کو صرف اپنی آنکھ اور اپنے عندیہ کے مطابق سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اس سے یہ کل کھلتے ہیں (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے) ورنہ یہ بات اس قدر صاف اور واضح ہے کہ اس میں تاویل یا کوئی خفا نہیں۔ مصر کے فلسفی مفسر علامہ طنطاوی جوہری نے بھی یہی تفسیر فرمائی جو آج تک چلی آتی ہے فرمایا:-

فارسل اللہ طیراً مع کل طائر فی منقارہم حجران فی رجليہ اکبر من العدرتہ واصغر من الحمصۃ فوقعت تلک الحجارة علیہم فہلک قوم وفرأخرون  
تمام سند اور معتبر تواریخ میں یہی بات منقول ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر بالرائے کو سمجھانے کے لئے ان تفاسیر میں سے چند مثالیں پیش کی جائیں تو اپنے نظریہ کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہیں۔

(ضروری) معارف القرآن میں بعض طبقات اور فرقوں کی عقائد سے بحث نہیں کی گئی بلکہ صرف تفسیری موضوع کے پیش نظر چند اقتباس پیش کئے جاتے ہیں:-

## تفسیر بالرائے پر تبصرہ شواہد کی روشنی میں

اگرچہ جس فرقہ نے جمہور اہل اسلام کے نظریات اور عنایات کے خلاف خروج کیا اس نے الفاظ قرآنی ہی کی آڑ لی۔ فرقہ معتزلہ۔ جہمیہ۔ کرامیہ۔ قدریہ۔ جبریہ وغیرہ تمام فرقوں نے الفاظ قرآنی میں تحریف معنوی کی جو متقدمین کی تفاسیر موجود ہیں۔ یہاں برصغیر کے چند مفسرین کے ان اقوال تفسیریہ پر تبصرہ کیا جاتا ہے جو انہوں نے مسدک حقہ سے ہٹ کر اختیار کئے اس سلسلہ میں سب سے پہلے جس نے قلم اٹھایا وہ سرسید احمد خان علیگڑھی ۱۳۱۵ھ میں۔ ایسی تفسیر جو برصغیر میں مسلمانوں کے عقائد کے خلاف پائی گئی اور جس سے عامۃ المسلمین میں مہجان پیدا ہوا وہ سرسید کی تفسیر ہے۔ سرسید کے مدح اور ان کے سوانح نگار مولانا الطاف حسین حالی نے ایک نکل مقالہ بہ عنوان

قرآن مجید میں اب نئی تفسیر کی گنجائش باقی ہے یا نہیں

سپر و قلم فرمایا۔ جس میں فرماتے ہیں:-

سرسید کی تفسیر جس میں بیسیوں آیات کے معانی جمہور مفسرین کے خلاف لکھے گئے ہیں اس کی نسبت پہلا شبہ جو ہر شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ باوجود بے شمار تفسیروں کے جو گزشتہ تیرہ سو برس میں وقتاً بعد وقتاً قرآن مجید کی لکھی گئی ہیں اب تفسیر قرآن کے متعلق ایسا کونسا مرحلہ باقی رہ گیا ہے جس کو علماء سلف نے طے نہ کر لیا ہو؟..... چنانچہ اس شبہ کی بنا پر بعض تہم ظریفوں کو کہتے سنا ہے کہ جو مطلب قرآن کا سرسید نے بیان کیا ہے وہ نہ خدا کو سوجھانہ نبی کو (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ صحابہ و تابعین کو اور نہ دیگر علمائے امت کو، حالی مرحوم نے اس شبہ کو دور کرنے کی کوشش کی مگر اتنا تو تسلیم کر لیا کہ:-

جو معنی سرسید نے قرآن کے بیان کئے ہیں..... اس میں شک نہیں کہ ان معنوں کا اس  
 زمانے میں جب کہ قرآن نازل ہوا مخاطبین پر ظاہر شارع کے مقصود کے خلاف تھا۔  
 (مقالات حالی حصہ اول ص ۲۴۷)

اس جواب میں اگرچہ حالی نے سرسید کی تفسیر کی ایک توجیہ کرنے کی کوشش کی مگر جس بات کا انہوں نے  
 غیر مبہم الفاظ میں اقرار کیا اصلی رائے وہی ہے یعنی:-

بعض آیات قرآنی کے وہ ایسے معانی بیان کرتے تھے جن کو سن کر تعجب ہوتا تھا کہ کیونکر ایسا  
 عالی دماغ آدمی ان کمزور اور بودی تاویلوں کو صحیح سمجھتا ہے۔ (موج کوثر ص ۹۲)

اسی تفسیر کے متعلق سید مہدی علی خاں صاحب مرحوم آنریری سکریٹری مدرسۃ العلوم علیگڑھ اور  
 سرسید کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی اس کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

۹ اگست ۱۸۹۲ء

پہلے خط کا اقتباس

”دوسری بات لکھنے کی یہ ہے کہ آج کل میں آپ کی تفسیر دیکھ رہا ہوں جسے درحقیقت اب تک  
 اچھی طرح بلکہ سرسری طور پر بھی نہ دیکھا تھا۔ اور اس کے نہ دیکھنے کا سبب آپ سے کہہ بھی دیا تھا غالباً  
 آپ اس بات کے سننے سے تو خوش نہ ہوں گے کہ میں اب تک آپ کی رایوں سے اتفاق نہیں کرتا۔  
 اور ہر بحث میں اسے قرآن کی وہ تفسیر جس کو کوئی قرآن کے مطالب کی تشریح تفصیل اور تفسیر سمجھے نہیں  
 سمجھتا بلکہ اکثر جبکہ تفسیر کو تفسیر القول بالایر ضی بہ قائلہ تصور کرتا ہوں مگر اس میں شبہ نہیں ہے کہ  
 جس مضمون کو آپ نے لکھا ہے ایسی عمدگی اور خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے کہ اگر آدمی نہایت ہی  
 وسیع الاعتقاد نہ ہو تو ضرور اس کی تصدیق کرنے لگے اور بلاشبہ ایک جادو کئے ہوئے آدمی کی طرح آمناد  
 صدقنا پکارنے لگے واقعی خدا نے دل کے حالات کو الفاظ میں ادا کرنے اور تحریر میں لانے کی عجیب حیرت انگیز  
 قوت اور طاقت آپ کو دی ہے کہ اگر اسے جادو کہیں یا سحر تو بے محل نہ ہو گا مگر افسوس ہے آپ نے ان مسائل  
 کو جو کل یورپ کے وہ تعلیم یافتہ لوگ جو مذہب کے پورے پابند اور متعقد نہیں ہیں صحیح اور یقینی اور

غیر قابل الاعتراض سمجھتے ہیں۔ مان لیا اور قرآن کی آیتوں کو جن میں ان کا ذکر ہے ایسا ماول کر دیا گو وہ تاویل ایسے درجہ پر پہنچ گئی کہ اس پر تاویل کا لفظ بھی صادق نہیں ہو سکتا۔ آپ نے مسلمان مفسروں کو تو خوب گالیاں دیں اور برا بھلا کہا اور یہودیوں کا مقلد بتایا مگر آپ نے خود اس زمانہ کے لاندہبوں کی باتوں پر ایسا یقین کر لیا کہ ان کو مسائل محققہ صحیحہ یقینہ قرار دے کر تمام آیتوں کو قرآن کے مادل کر دیا۔ اور لطف یہ ہے کہ آپ اسے تاویل بھی نہیں کہتے تاویل کو تو آپ کفر سمجھتے ہیں بلکہ صحیح تفسیر اور اصلی تفسیر قرآن کی سمجھتے ہیں حالانکہ نہ سیاق کلام نہ الفاظ قرآنی نہ محاورات عرب سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

### دوسرے خط محررہ ۱۹ ستمبر ۱۸۹۲ء کا اقتباس

اب رہا یہ امر کہ میرے پاس خدا کی بھیجی ہوئی وحی آئی تھی جس سے مجھے ثابت ہوا کہ مرضی قائل یعنی خدا کی وہ نہیں جو آپ سمجھے ہیں اس کی نسبت بادب تمام عرض کرتا ہوں کہ مجھ پر تو وحی آنے کی ضرورت جب ہوتی کہ میں کوئی ایسی بات بیان کرتا جو انسانوں کی معمولی سمجھ سے خارج ہوتی یا وہ معنی قرآن کے بیان کرتا جسے صاحب وحی سمجھے تھے نہ صحابہ نہ ائمہ نہ عامہ مسلمین۔ ہاں آپ نے بعض مقامات پر قرآن کے وہ معنی بتائے ہیں جو لفظوں سے نکلتے ہیں نہ محاورہ عرب کے مطابق ہیں نہ سیاق کلام کے موافق بلکہ جو اسلام کا منشا اور قرآن کا مقصود اور پیغمبر کی ہدایت کی غرض ہے ان سب کے خلاف۔ پس ایسی صریح اور صاف بات کہ مجھ پر وحی آنے کی ضرورت نہ تھی اور خدا کی عام مرضی معلوم ہونے کے بعد جو معنی اس کے خلاف لٹے گئے اس پر لایر ضی بہ قائل کہہنا نہ تھا؟ (مضامین سید مہدی علی خاں مندرجہ تہذیب الاخلاق جلد اول مطبوعہ ۱۹۱۲ء)

سید احمد خان صاحب نے قرآنی آیات کی تفسیر کس طرح نصوص اور متواتر تفسیر سے انحراف کیا اس کی یہاں صرف ایک مثال بطور شاہد کے درج کی جاتی ہے۔

قرآن کریم کی سورۃ آل عمران میں ۱۱۹ میں ارشاد باری ہے۔ ولقد نصرکم اللہ بیدر و انتم اذلة فانقوا اللہ لعلکم تشکرون (ترجمہ) یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد بدر کے میدان میں فرمائی جبکہ تم کمزور تھے پس اللہ کا شکر کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو۔ آیت ۱۲۰ و ۱۲۱ و ۱۲۲ میں

تفصیل سے فرمایا کہ وہ فرشتے پانچ ہزار تھے مگر سرسید کا عقیدہ کیا ہے؟ ملاحظہ کیجئے۔

”میں اس بات کا بالکل منکر ہوں مجھے یقین ہے کوئی فرشتہ لڑنے کو سپاہی بن کر یا گھوڑے پر چڑھ کر نہیں آیا۔ مجھ کو یہ بھی یقین ہے کہ قرآن مجید سے بھی ان جنگ جو فرشتوں کا اثر ثابت نہیں ہے مگر تمام مسلمانوں کا اعتقاد اس کے برخلاف ہے وہ یقین کرتے ہیں کہ درحقیقت فرشتوں کا رسالہ لڑنے کو اترا تھا وہ نادانی سے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ فرشتوں کا لڑائی کے لئے اثر نامنصوص ہے اور اس سے انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے مگر ان کا یہ خیال محض غلط ہے“ (تفسیر القرآن ج ۲ مطبوعہ ۱۸۸۲ء۔ سورہ آل عمران ۶)

ان واضح اور روشن آیات کے خلاف کس قدر دلیری سے کہا گیا ہے۔ حالانکہ سورۃ الانفال میں اسی

بدر کی امداد کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

اذ تستغيثون ربكم فاستجاب لكم  
انني ممدكم بالف من الملائكة مردفين  
(آیت ۹)

توجہ جب تم (میدان بدر) میں اپنے رب سے فریاد کر رہے  
تھے اس نے تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا۔ میں ان  
ہزار فرشتے لگا کر بھیج کر تمہاری امداد کر رہا ہوں۔

مسلمانوں نے بدر میں اللہ تعالیٰ سے امداد طلب فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے ایک ہزار مسلسل آنے والے فرشتے نازل کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے میں نے دعا قبول کر لی اور سرسید کہتے ہیں کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوا۔ اسی سورۃ الانفال آیت ۱۰ میں اس بات پر ایمان لانے کا حکم بھی فرمایا ارشاد ہے:-

ان كنتم امنتم بالله وما انزلنا على  
عبدنا يوم الفرقان يوم التقى الجمعان  
والله على كل شيء قدير

توجہ اگر تمہیں اللہ پر یقین ہے اور اس چیز پر (بھی) جو ہم نے  
تمہاری اپنے بندے پر فیصلے کے دن جس دن دونوں جماعتیں  
آپس میں ملیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

غزوہ احزاب میں بھی فرشتوں کو نصرت کے لئے نازل فرمایا سا تمہاری علیم اور خمیر خد لے آئے منکروں کے لئے تصریح فرمادی کہ تم اس لشکر کو نہ دیکھ سکتے (فرشتے عام انسانوں کو نظر نہیں آتے) (ف)

اے ایمان والو! اللہ کا احسان یاد کرو جب تم پر کئی لشکر  
 (اقوام عرب) چڑھ آئے پھر ہم تمہاں پر ایک آدمی بھیجی  
 اور وہ لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر  
 رہے تھے اللہ دیکھ رہا تھا۔

یا ایہا الذین امنوا اذکرو انعمة اللہ علیکم  
 اذ جاءکم جنود فارس لنا علیہم ریحاً و  
 جنود المروہا و کان اللہ بما تعملون  
 بصیراً (آیت ۷)

ایسی نصوص قطعیہ کا انکار معتزلہ بھی نہ کر سکے علامہ زمخشری نے کشاف میں فرمایا۔ و جنوداً  
 لمرورہا و ہم الملائکتہ و كانوا الفاً اسی طرح جہاں جہاں معجزات نبوت کا ذکر ہے  
 ان آیات کی صراحتہ تحریف معنوی کی گئی بلکہ ایسے ترجمے کئے گئے کہ مرید جیسے مفکر کے متعلق کسی قسم  
 کی غلط فہمی پیدا کرتے ہیں صرف ایک مثال دی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کا ذکر آیا ہے اس ضمن میں قرآن مجید نے ارشاد فرمایا  
 میں تمہارے لئے مٹی سے ایک پرندہ کی شکل بنا دیتا ہوں  
 پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے  
 اڑتا ہوا پرنده ہو جاتا ہے۔

انی اخلق لکم من الطین کھیتۃ الطیر  
 فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ  
 (الاحقاف ۱۷)

اس آیت میں واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے پاس جا کر اپنی نبوت پر جو حسی  
 شہادت پیش فرمائی اس کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ مٹی سے پرندوں کی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتے  
 تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑنے لگتے تھے۔

سر سید نے اس پر کس طرح اپنی دماغی اختراع کو مسلط کر کے تفسیر کی وہ بھی ملاحظہ کیجئے۔  
 یہ کوئی امر وقوعی نہ تھا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا خیال زمانہ طفولیت میں بچوں کے ساتھ  
 کھیلنے میں تھا (تفسیر صفحہ ۲۳۹)

- ۱۔ حالانکہ یہ بات حضرت مسیح علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو دعوت الی اللہ دیتے ہوئے فرمائی۔
- ۲۔ نیز سورۃ المائدہ میں واضح طور پر موجود ہے کہ مسیح علیہ السلام پرندوں کی شکلیں بنانا بچپن کی کھیل  
 کو کا شغل نہ تھا بلکہ یہ سب کچھ بامر خداوندی تھا جیسا کہ سورۃ المائدہ میں فرمایا اور یہ سوال

جواب قیامت کے دن ہوگا۔

واذا تخلق من الطين كهيئة الطير باذني فتفخ فيها فتكون طيراً باذني (آیت ۷۱)  
 اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل بناتا تھا میرے  
 حکم سے اور پھر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ اڑنے  
 لگتا تھا میرے حکم سے۔

دیکھئے ارشادِ بلا میں دو نوباتیں یعنی مٹی سے پرندے کی شکل بنانا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور  
 اس میں پھونک مارتا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ خیال نہ تھا۔ پھر یہ  
 معجزہ امر واقع ہے یعنی آپ نے مٹی سے پرندے بنائے اور ان میں پھونک ماری جس سے وہ اڑنے  
 لگے مگر یہ معجزات دیکھنے والوں نے کیا کہا اسی آیت کے آخر میں ان کا ردِ عمل قرآن مجید نے نقل فرمایا۔  
 فقال الذين كفروا منهم ان هذا الاستحسین تجده پس ان میں سے کافروں نے کہا تھا یہ تو کھلا جادو ہے۔

۳۔ اگر وہ امر واقع نہ ہوا تو کافروں نے اس کو کھلا جادو کیوں کہہ دیا؟  
 اگر سرسید نے پھر کو قرآن مجید کے تابع بنا کر قرآنی تفسیر سمجھتے تو یہ تحریفیات ہرگز نہ کرتے۔  
 جب ایک قرآنیات کا مطالعہ کرنے والا اس مقصد کے پیش نظر قرآن کا مطالعہ کرے کہ وہ اس  
 قرآن حکیم کی نص قطعاً (ما کان محمد اباً احدٍ من رجالکمْ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان  
 اللہ بکل شیء علیماً (احزاب ۴۰))

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں بلکہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول اور سب  
 نبیوں سے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔  
 کو نظر انداز کر کے اس کو شش میں لگ جائے کہ آپ کے بعد بھی ایک نبی اور رسول آنے والا  
 ہے اور اس عندیہ کو قرآن کی آیات میں تلاش کرے تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن مجید کی واضح اور  
 روشن آیات میں قطعاً و بریداً کر دی جاتی ہے جیسا کہ  
 ضیاء الاسلام پر لیس قادیان کے مطبوعہ قرآن مجید کی تفسیر میں لکھا گیا۔  
 اور الآخرة میں اس وحی کا ذکر ہے جو پیچھے نازل ہونے والی ہے۔ (ص ۱۱۳)



حالانکہ اسی گروہ کے صدر میرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ترجمہ کے لئے جو شروط اور قواعد بیان کئے گئے ہیں ان میں ہے۔

”سواگر ہم قرآن کریم کی ایک آیت کے ایک معنی کریں تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ان معنوں کی تصدیق کے لئے دوسرے شواہد قرآن مجید سے ملتے ہیں یا نہیں مگر دوسرے شواہد دستیاب نہ ہوں بلکہ ان معنی کی دوسری آیتوں سے صریح معارض پائے جائیں تو ہمیں سمجھنا چاہئے کہ وہ معنی بالکل باطل ہیں؛“

مقدمہ ترجمہ القرآن حائل مطبوعہ ۱۹۱۹ء (قادیان)

اسی قاعدہ کے پیش نظر قرآن مجید میں لفظ الاخرۃ کا معنی دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ اس سے مراد قیامت ہے اور اسی کو ان آیات میں فرمایا، بلکہ قرآن مجید نے خود اس کی تشریح بھی کر دی جیسا کہ فرمایا

وَلَا الْآخِرَةُ هِيَ الْآخِرَةُ (المومن ۳۹) توجہ اور بیشک آخرت تو ہمیشہ ٹھہرنے کا گھر ہے

ان فی ذلک لآیت لمن خاف عذاب الاخرۃ  
ذلک یوم مجموع لہ الناس و ذلک یوم  
مشہود (ہود ۱۰۳)

بے شک اس میں نشانی ہے اس کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو اور یہ آخرت وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور یہی دن ہے جس میں سب حاضر کئے جائیں گے

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے لفظ الاخرۃ کی خود تشریح اور تفسیر فرمادی کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے کہ اس دن کے بعد پھر کوئی دن نہیں۔

اگر بالفرض اس سے مراد آخری وحی لی جائے تو آخری نبی کون ہوگا جس پر آخری وحی نازل ہوگی اس کا متعین کرنا مشکل ہے کیونکہ مرزا صاحب نے کہا ہے۔

”اور میرا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ صرف شیل ہوتا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مسیح آجائیں“

ازالہ اوہام از مرزا صاحب ص ۹۶۸

تو دیکھئے کہ ایک صحیح ترجمہ کو اپنے عندیہ کے مطابق موڑنے پر کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا

اسی طرح مرزا بیٹت کے ہاں وفات مسیح (علیہ السلام) بنیادی عقیدہ ہے تو جس آیت سے حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہوتی ہے اس کے ترجمہ اور تشریح میں دوسرے تمام ضوابط اور قواعد کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

سورۃ النساء کی آیت ۶۱ میں ارشاد خداوندی ہے۔

وان من اهل الكتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ  
ترجمہ اور سہراہل کتاب اس (حضرت مسیح علیہ السلام) کی موت سے پہلے آپ پر ایمان لے آئے گا۔

چونکہ ساری آیات حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق ہی ہیں اس لئے ان سب ضوابط کا مرجع حضرت مسیح ہی ہیں لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کے لئے موتہ کا مرجع اہل کتاب کو قرار دے کر یہ ترجمہ پہلے کیا گیا۔ (مطبوعہ ۱۹۱۹ء)

"اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ وہ ایمان لائے گا اس پر پہلے اپنی موت سے اور بروز قیامت وہ ہوگا ان پر گواہ"

یہاں مسئلہ اپنی جگہ پر کافی غور طلب ہے کہ موت کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کا کیا فائدہ؟ قرآن مجید نے موت کے وقت کا ایمان قبول نہیں فرمایا ارشاد قرآنی ہے۔

ولیس التوبۃ للذین یعملون السیات حتی  
اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الان  
والذین یوتونہم کفارا اولئک اعتدنا  
لہم عذابا لیمًا (النساء ۱۸)

ترجمہ اور توبہ قبول نہیں ان کی جو موت تک بڑے کام کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے کسی کو موت آ پہنچے تو یہ کہہ دے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ہی ان کی قبول ہے جو موت تک کافر ہے ان کے لئے ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔

اور یہ بات بالکل درست ہے کہ موت کا وقت تو اب عمل کا وقت باقی نہیں رہا یہ تو مجبوری کا ایمان ہے جیسا کہ فرعون مصر نے غرق ہوتے ہوئے ایمان کا اعلان کیا مگر خداوند قدوس نے جواب میں فرمایا

الان وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین  
(یونس ۹۱)

اب ایمان لاتا ہے اور پہلے نافرمان اور مفسدوں میں سے رہا

مرزائیت نے اس آیت کا جو ترجمہ پہلے کیا جس میں علمی اور ادبی اصول کو اگرچہ نظر انداز کیا گیا ہے مگر تاہم اس میں اس بات کا امکان تھا کہ اس مسئلہ کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہے کیونکہ اس میں یہ پایا جاتا ہے کہ ایمان لائے گا زمانہ مستقبل میں تو کچھ ایسے بھی اہل کتاب ہیں جو اب ایمان نہیں لاتے اس لئے ۱۹۳۷ء میں جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے۔

”اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر وہ ضرور ایمان رکھتا ہے اس واقعہ پر اپنی موت پہلے“ اس ترجمہ میں ایک تو یہ کام جمع بجائے حضرت مسیح علیہ السلام کے اس واقعہ کو کر دیا۔ اور دوسرا یہ کہ زمانہ مستقبل کو بدل کر زمانہ حال کا ترجمہ کر دیا ہے۔ تاکہ یہ کوئی آئندہ زمانہ کا مسئلہ نہ بن جائے۔ حالانکہ:-

اسی مترجم قرآن مجید میں جہاں کہیں یہ کلمہ آیا ہے وہاں مستقبل کا ترجمہ کیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ الانعام کی آیت میں ہے۔

لئن جاء قوم لیومئذ بجا (ترجمہ) اگر آئے ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور وہ ایمان لائیں گے اس پر بلکہ قرآن مجید میں جہاں فعل مضارع موکد بالامم اور نون ثقیلہ آیا ہے۔ وہاں زمانہ استقبال کا ہی ترجمہ کیا گیا ہے اور یہی عربی زبان کے قاعدہ اور ضابطہ کے مطابق ہے۔ اور یہ چھتیس آیات ہیں صرف ایک آیت میں لانا ہے کو لائے گا کی جگہ صرف اپنے نظریہ کی توثیق کے لئے کر دیا حالانکہ ۱۹۱۹ء کے ترجمہ کے متعلق ان کا اپنا فیصلہ یہ تھا۔

”ایسا ترجمہ آج تک شائع نہیں ہوا“

اسی طرح جب ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ جن لوگوں نے سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے دل سے قبول کیا تھا ان کی تعداد صرف دو تین ہے۔ نواب تارخ اور دوسرے واقعات اور ناقابل انکار حقائق سے قطع نظر قرآن مجید کی ان تمام آیات میں معنوی تحریف کی جائے گی جو لفظی تحریف کا پیش خمیہ بن سکتی ہے جیسا کہ اسی نظریہ کے مستحکم شد آن کریم کی سورۃ انفال آیت ۶۲ کی تفسیر یوں درج ہے:-

هو الذی ایدک بنصرہ وبالہ المؤمنین جو قرآن میں ایسی آیت ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ مؤمنین کی طرف خطاب کرتا ہے تو اس ورغیس مؤمنین کے ہاں حضرت علی بن ابی طالب ہی ہیں۔ اور تفسیر اہل بیت میں لکھا کہ مراد مؤمنین سے اس آیت حضرت مولا علی ہیں۔

آگے چل کر اس کا نتیجہ نکالتے ہوئے لکھا ہے:-

حق یہ ہے کہ اگر حضرت علی نہ ہوتے تو اسلام کو کیوں ترقی ہوتی کہ صحابہ تو جہاد سے بھاگ جاتے تھے اور علی لڑائی کو سر کرتے تھے؟

آئیے اب ذرا قرآن مجید کی آیات ملاحظہ کیجئے جن میں تفصیل کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس لفظ مؤمنین سے مراد سب صحابہ کرام ہیں۔ ارشاد قرآنی ہے:-

هو الذی ایدک بنصرہ وبالہ المؤمنین ہ اسی اللہ نے آپ کو قوت بخشی اپنی مدد سے اور مسلمانوں سے۔ یہ مؤمنین اسلام لانے سے پہلے مختلف الخیال تھے لیکن اسلام کی برکت سے ان کے دلوں میں محبت اور الفت کا پیوند لگا دیا۔ فرمایا:-

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ (ترجمہ) اور الفت ڈالی ان کے دلوں میں

اور یہ دلوں میں محبت اور الفت کا پیوند اور غیر فانی جوڑ اس قدر مستحکم اور ٹھوس ہے کہ اگر دنیا کی ساری دولت بھی خرچ کی جاتی تب بھی مشکل تھا اس لئے کہ جو عبادت دنیاوی اغراض پر مبنی ہوتی ہے وہ غیر حقیقی اور عارضی ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا:-

لَوَ انْفَقْتَ مافی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبہم

ترجمہ اگر آپ وہ سب کچھ خرچ کر ڈالتے جو زمین میں ہے تو ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔

یہ صحابہ (مؤمنین) ایک دوسرے کے ساتھ لی الفت اور محبت میں اس لئے منسلک ہیں کہ ان کے دلوں میں یہ محبت اور الفت اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔

ولکن اللہ الف بینہم اند عزیز حکیم ہ اللہ نے الفت ڈالی ان میں وہ غالب اور حکمت والا ہے اس لئے سید و معلم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ

يا ايها النبي حسبك الله ومن اتبعك  
من المؤمنين  
ترجمہ اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے اور جو آپ کے پیرو ہیں  
مسلمانوں میں سے۔

بلکہ قرآن مجید میں تعداؤں بھی بتا دی گئی ہے اور اس تعداؤں کی دفاعی قوت کا موازنہ بھی فرما دیا گیا۔

يا ايها النبي حرض المؤمنين على القتال ان  
يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين  
وان يكن منكم مائة يغلبوا الفاً من الذين  
كفروا بانهم قوم لا يفقهون ۝ الان خفف  
الله عنكم و علم ان فيكم ضعفا فان يكن  
منكم مائة صابرة يغلبوا مائتين وان  
يكن منكم الف يغلبوا المئين باذن الله  
والله مع الصابرين ۝

ترجمہ اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے رہئے اگر تم میں  
سے بیس ثابت قدم ہوں گے تو دو سو پر غالب آجائیں گے  
اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں گے تو کافروں کے ہزار  
پر غالب آجائیں گے۔ اس لئے کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ اب  
اللہ تعالیٰ نے تم سے ہلکا کر دیا وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری  
ہے (فطرۃ) پس اگر تم میں سو ثابت قدم ہوں تو وہ دو سو  
پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے  
تو دو ہزار پر غالب آجائیں گے اور اللہ تعالیٰ ثابت  
قدموں کے ساتھ ہے۔

(توبہ ۶۷)

آیات بالا میں جو کلمات جمع کے لئے آئے ہیں ان کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

- ۱۔ مومنین (ایمان والے) صابریں۔ صبر والے قلوب کئی دل۔
  - ۲۔ اسما، ضمیر قلوب ہم ان کے دل۔ بیہیم ان کے درمیان متکلم تم میں سے عنکم تم سے۔ فیکم تم میں
  - ۳۔ اسما، جو اعداد آئے ہیں عشرون ہیں۔ مائة ایک سو۔ الف ایک ہزار۔ یہ آیات سورہ  
توبہ کی ہیں اور پہلی آیت سورہ انفال کی ہے جو غزوہ بدر کے متعلق ہے اور غزوہ بدر میں مومنین  
کی تعداؤں میں سوتیرہ ایسی تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جس کا انکار انصاف اور عقل دونوں کے خلاف ہے  
بد میں شریک ہونے والوں کا تعلق اور اعتماد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اشرف میں ہو کہ  
واذ غدوت من اهلك تبوي المؤمنين مقاعد  
للقبال والله سميع عليهم (آل عمران ۱۳۱)
- ترجمہ اور جب آپ صبح اپنے گھر سے نکلے مسلمانوں کو مورچوں  
پر بٹھانے کے لئے اور اللہ مستجابانتا ہے۔

ان ہی مومنین کے اخلاص، اور تقویٰ، صداقت، وفا و اری، ثابت قدمی، پر قرآن مجید کی شہادت کے  
 من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله <sup>ترجمہ</sup> ایمان والوں سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ  
 علیٰ ذممتهم من قضاة نحبه ومنهم <sup>ترجمہ</sup> کئے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا (یوں کہ) کسی نے تو  
 من ينتظر وما بدلوا بتديلاً <sup>ترجمہ</sup> اپنا کام پورا کر دیا (شہید ہو گئے) اور کوئی ابھی اس کا  
 (احزاب ۲۳)

قرآن مجید نے صحابہ کرام کے بارے میں چار باتیں ارشاد فرمائیں۔

(۱) مومنین جمع کا صیغہ ہے جس کا اطلاق زیادہ پر آتا ہے۔

(۲) جس امر پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد فرمایا ہے اس میں ثابت قدم ہیں وہ عہد کیا  
 ہے؟ اس کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا۔ ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله  
 (الفتح ۱۷) ترجمہ: جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی انہوں نے اللہ تعالیٰ ہی کی بیعت فرمائی ہے۔

(۳) کچھ تو اپنی خوش نختی سے اپنا فرض منصبی پورا کر گئے بدر میں احد میں موتہ میں اور دوسرے غزوات  
 میں جاہم شہادت نوش کر گئے۔ رضی اللہ عنہم

(۴) اور کچھ ابھی اس انتظار میں ہیں کہ وہ وقت کب آئے گا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر  
 جان نثار کریں گے۔

(۵) انہوں نے جو عہد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بوقت بیعت کیا ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی  
 نہیں کی قرآن مجید کی اس عظیم تصدیق اور شہادت کے بعد لفظ مومنین کی تحدید کی گنجائش نہیں رہتی  
 جب مفسر قرآن مجید کی تفسیر اس سطح نظر سے کرے کہ تعظیم اور ادب تک کو بھی شہرک سمجھ بیٹھے  
 تو پھر حقوق نبوت مقام رسالت تک میں تحریف معنوی کی جاتی ہے صرف چند مثالیں اس کتاب میں  
 درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ یہودی دربار نبوت بلکہ دربار الوہیت کے گستاخ ہیں۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس  
 میں جو گستاخی انہوں نے کی اس میں ایک حصہ راعنا کا کلمہ بھی ہے جو راعنا سے مرکب ہے

آپ ہماری رعایت فرمادیں۔ صحابہ کرام یہ کلمہ اس لئے کہتے تھے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو آسانی سے یک بارگی نہ سمجھ سکتے تھے تو درخواست کی کہ آپ ہماری رعایت فرمایا کریں۔ مگر یہودیوں نے اس کو حضور انور کی گستاخی اور بے ادبی کے مذموم ارادہ سے کہنا شروع کر دیا جیسا کہ قرآن مجید ہی میں موجود ہے :-

من الذین ہادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ  
 ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر  
 مسمع وراعنا لیا بالسنتھم وطعنا  
 فی الدین ولو انھم قالوا سمعنا واطعنا  
 واسمع والنظرنا لکان خیر الھم واقوم  
 ولکن لعنھم اللہ بکفرھم فلا یومنون  
 الا قلیلا  
 (النساء ۴۶)

ترجمہ  
 یہودیوں میں بعض ایسے ہیں جو الفاظ کو ان کے محل سے  
 پھیر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور کہتے  
 ہیں کہ سن نہ سنایا جائے تو اور کہتے ہیں راعنا اپنی زبان کو  
 موڑ کر اور دین میں طعن کرنے کے خیال سے اور اگر کہتے کہ  
 ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور سن تو اور ہم پر نظر کر۔ تو ان کے  
 حق میں بہتر اور درست ہوتا۔ لیکن ان کے کفر کے  
 سبب سے اللہ نے ان پر لعنت کی۔ سو ان میں سے  
 بہت کم لوگ ایمان لائیں گے۔

چونکہ اس لفظ سے مراد ان کی توہین مقام رسالت تھی اس طریقہ پر کہ مسلمانوں کا پتہ بھی نہ چل سکے  
 بیع ارادہ عمل پذیر بھی ہو جائے اس لئے خداوند قدوس نے منع کرتے ہوئے فرمایا :-

یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا و  
 قولوا النظرنا واسمعوا و للکافرین  
 عذاب الیم (بقرہ ۱۷۴)

ترجمہ  
 اے ایمان والو! راعنا کا لفظ نہ کہو اور انظرنا  
 کا لفظ کہو اور سنا کر و اور کافروں کے لئے دوزخ  
 عذاب ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس کی تفسیر میں فرمایا :-

”عبرانی زبان میں اس کے معنی برے ہیں اور وہ اس نیت سے کہتے ہیں اور عربی میں اس

کے معنی بہت ہی اچھے ہیں کہ آپ ہماری رعایت فرمائیے۔ اس لئے عربی وان اس

تشرارت کو نہ سمجھ سکتے تھے حق تعالیٰ نے اس گنجائش کے قطع کرنے کو مسلمانوں کو حکم دیا۔“

(زبان القرآن)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :-

”دیگر از ہفتوات یہود آں بود کہ در مجلس پیغامبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آردہ لفظ را عننا می گفتند  
و این لفظ را دو معنی است یکے آنکہ رعایت کنی ما را و شفقت کنی بر ما و دیگر رعایت  
دارندہ یعنی ابلہ و قصد ایشان سب بود حق تعالی سبحانہ مسلمانان را ازین کلمہ منع  
فرمود برائے سبب فساد اشارہ بہ ہمیں معنی است دریں آیت :-

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :-

”یہود پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کلام فرماتے بعضے بات جو نہ سنی  
ہوتی چاہتے کہ پھر تحقیق کریں تو کہتے را عننا یعنی ہماری طرف بھی متوجہ ہوں ان سے  
مسلمان بھی سیکھ کر کسی وقت یہ کہتے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو اگر  
کہنا ہو تو اُنظرنا کہو اس کے بھی معنی یہی ہیں اور آگے سے سنتے رہو کہ پوچھنا ہی  
نہ پڑے۔ یہود کو اس لفظ کہنے میں دغا تھی اس کو زبان دبا کر کہتے تو را عننا ہو جاتا  
یعنی ہمارا چرواہا اور ان کی زبان میں را عننا جنتی کو بھی کہتے تھے۔

(ف) جو اس القرآن ۱۹۶ میں ہے :-

”قرآن مجید کے تراجم میں سے دو ترجموں کا دیکھنا ضروری ہے فارسی میں شاہ ولی اللہ کا  
اور اردو میں شاہ عبدالقادر کا یہ دو کے فوائد جو قرآن کے اوپر لکھے ہیں دیکھنا بھی از حد  
ضروری ہے۔“

اتنی واضح مستند اور مدلل تفسیر و ترجمہ کے بعد بھی اس آیت کا ترجمہ یوں کر دیا گیا۔

واعننا کا لفظ موصوم شرک ہے معنی یہ کہ تو ہمارا نگہبان ہے (بلغتہ الحیران ص ۱۲)

اس کلمے میں کو تسانہ شرک ہے خداوند قدوس نے تو مقام رسالت کا ادب اور لحاظ کرنے کا

حکم فرمایا چنانچہ ملت اسلامیہ نے اس ارشاد قرآنی کو ادب اور تعظیم رحمت دورالم صلی اللہ علیہ وسلم

کے لئے اساکس بنایا۔ اسی طرح تحویل قبیلہ کا ذکر قرآن مجید میں واضح اور صاف طور پر اس امر کو



ظاہر کرتا ہے کہ کعبہ ابراہیمی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسی کو قبلہ مقرر رکھنے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ ارشاد قرآنی ہے:-

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ  
فَلَنُوَلِّينَاكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا (بقرہ ۱۴۴)

ترجمہ  
بے شک ہم آپ کا منہ آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس کو آپ پسند کریں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر اور اس کے شان نزول میں فرمایا:-  
چوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت فرمودند شان نزول وہ ماہ یا ہجرت بطنہ بیت المقدس نماز میگواریں آرزو کے کردند کہ حق تعالیٰ کعبہ را قبلہ وے سازد حق تعالیٰ نازل کردہ  
قد نری تقرب و جهك الامتہ

حضرت مولانا شرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-  
حاصل اس حکمت کا یہ ہوا کہ ہم کو آپ کی خوشی منظور تھی اور آپ کی خوشی کعبہ کے قبلہ مقرر ہونے میں دیکھی اس لئے اس کو قبلہ مقرر کر دیا۔ سایہ کہ آپ کی خوشی اس میں کیوں تھی۔ وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی علامات نبوت میں سے ایک علامت یہ بھی تھی کہ آپ کے قبلہ کی یہ ہجرت ہوگی اللہ تعالیٰ نے آپ کے نورانی قلب میں اسی کے موافق خواہش پیدا کر دی۔ (بیان القرآن)

مگر اس تفسیر اور ترجمہ میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان ظاہر ہوتی ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور پر تجلیات وحی کا نزول رہا کرتا تھا آپ کی خوشنودی کو رضائے خداوندی کا ذریعہ سمجھا جائے۔ چنانچہ اس قدر واضح اور صاف ترجمے اور تفسیر کو نظر انداز کر کے یہ ترجمہ اور تفسیر کی گئی:-

قبلہ ترضہا (بقرہ ۱۴۴) جس قبلہ کو تو پسند کرے گا یہ معنی نہیں کہ تو اس کو پسند رکھتا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کا خیال مبارک تھا کہ شاید اہل کتاب کے قبلہ کی طرف ہم منہ کریں گے تو ان کو

ماخذ

الفٹ پیدا ہوگی۔ قدرتی تغلب و جہک کی وجہ خوشی نہ تھی۔ (بلفقہ المحیران)

گویا اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ کیا گیا ہے کہ آپ کعبہ ابراہیمیہ کو پسند نہیں کرتے بلکہ آپ کی نظر میں بیت المقدس کا قبلہ رہنا ہی بہتر ہے اس لئے آپ کو وحی کا انتظار دل کی مسرت اور خوشی کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کے حکم کے نازل ہونے کو پسند نہیں فرماتے۔ اسی طرح ایسے تفسیر کرنے والے قرآن مجید کی ان تمام آیتوں میں ایسا ترجمہ اور تفسیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے شان نبوت کو امتیازی مقام حاصل نہ ہو۔

جب ایک مفسر اور مترجم قرآن حکیم کو اپنے نظریات مثلاً علم غیب اور مسألت بشریت انبیاء علیہم السلام کے عنوان پر سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرے تو اس سے بھی کئی واضح آیات کی تاویل باطل تک کر لی پڑتی ہے جیسا کہ بشریت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ قرآن مجید میں کئی آیات سے ثابت ہے ارشاد فرمایا:-

۱۔ انبیاء علیہم السلام سب کے سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور دتھے۔

وما ارسلنا قبلك الا رجا لا نوحی الیهم (ترجمہ) اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں ہی کو پیغمبر (الانبیاء ۷) بنا کر بھیجا۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو جب دعوت الی اللہ دی تو انہوں نے اس دعوت سے پہلو تہی کرتے ہوئے جو شبہات اور الزامات پیش کئے ان میں سے یہ ہیں:-

الف۔ اَبَشْرًا يَهْدُوْنَا (تغابن ۷) کیا آدمی ہماری راہ نائی کرتے ہیں

ب۔ لئن اطعتم بشرًا مثلکم انکم اذ الخسرون (المومنون ۳۷) اگر تم اپنے جیسے آدمی کی پیروی کرو گے تو بے شک نقصان اور خسارے میں ہو جاؤ گے۔

انبیاء علیہم السلام نے اس بات سے انکار نہیں فرمایا بلکہ اقرار کرتے ہوئے رحمت خداوندی کا جو ان پر مخصوص رحمت تھی اس کا بھی اظہار فرمایا۔

قالت لهم رسولهم ان نحن الا بشر مثلکم ولكن (توجہ) ان میں سے ان کے رسولوں نے فرمایا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس پر چاہے مسلمان فرمادے (ابراہیم ۱۱)

اور وہ احسان سہزبی علیہ السلام پر جو ہوا وہ ان کے معجزات اور ان کا خصوصیات بشریہ میں بھی امتیازی نشان ہے خصوصاً سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا:۔ وکان فضل اللہ علیک عظیماً لیکن آپ کو اور دوسرے انبیاء کو بشریہ کہتے ہیں اس کو بے ادبی سمجھنا الفاظ قرآنی سے انحراف اور قرآنی ارشادات کی بے ادبی ہے۔ اسی مکتب فکر کے مترجم نے ترجمہ کرتے ہوئے یہ لکھا:۔

قل انما انا بشر مثلكم (الایۃ کہف ع۱۱) (ترجمہ) تم فرماؤ ظاہری صورت بشری میں تم جیسا ہوں

اسی آیت کی تفسیر اسی مترجم صاحب نے یوں کی ہے۔

اس آیت کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورت بشریہ کے بیان کا اظہار تو اضع کے لئے حکم فرمایا گیا۔ گویا آپ و حقیقت بشر نہیں بلکہ صرف اس لئے دیا گیا کہ آپ سے تو اضع کرائی جائے۔ حالانکہ منصب نبوت یہ ہے کہ جو بات من جانب اللہ القاء ہو اس کو کھول کر واضح طور پر بیان کر دیا جائے ارشاد فرمایا:۔

فاصدع بما تومر (الحجرات ۹۲) (ترجمہ) جس بات کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے اس کو کھول کر بیان کر دیجئے چنانچہ آپ سے اس حقیقت کا اعلان بھی یوں کروایا:۔

قل سبحان ربی هل کنت الا بشر رسولاً (بنی اسرائیل ۹۳) | اور رسول بھی ہوں اور کیا ہوں؟

اسی طرح نبی علیہ السلام کو غیب وال ثابت کرنے کے لئے نبی کا ترجمہ غیب وال کر دینا یہ بھی ایک گونہ تحریف معنوی ہے جیسا کہ اسی مکتب فکر کے مترجم قرآن مجید میں ہے:۔

یا ایہا النبی (سورۃ احزاب ۲۸) ترجمہ اے غیب بتانے والے

لفظ نبی نبائے مشتق ہے جس کا معنی خبر دینے والا یا نبوت سے مشتق ہے جس کا معنی بلندی۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ چونکہ نبی علیہ السلام اپنی بشری صفات میں بھی دوسرے انسانوں سے بلند و بالا ہوتا ہے اس لئے نبی کہا گیا:۔

"پیدا است کہ نبی را نبی انراں گویند کہ از ہمہ غیر انبیاء قدر بلند و ارفع و چہرہ نبوت بلند  
را گویند" ماخذ - (امداد السالکین)

اگر نبی کا معنی یہ لیا جائے غیب بتانے والا، تو اس سے لازم آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے جو  
ارشاد فرمایا ہے وہ غیب پر مشتمل ہو حالانکہ قرآن مجید میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا تعلق عام غیب سے  
نہیں بلکہ مشاہدہ کے ساتھ ہے بلکہ علماء قرآنیات نے فرمایا کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں الم تر  
الم تر و۔ الم تعلم۔ الم تعلموا فرمایا ہے وہ واقعات اس قدر مشہور تھے جن کو اس زمانہ کے  
مخاطبین پہلے سے جانتے تھے قرآن مجید نے ان واقعات کو بطور شہادت کے پیش فرمایا اس لئے علماء  
تفسیر نے فرمایا ہے۔

"قرآن سارے کا سار صرف غیب کی خبروں پر مشتمل نہیں" (کتاب الاشارات ص ۳۳)

یہ چند مقامات اس عنوان کے لئے بطور شہادت پیش کئے گئے ہیں کہ جب قرآن مجید کی تفسیر اور  
ترجمہ کرنے سے پہلے اپنے دل اور دماغ میں ایک نظریہ قائم کر لیا جائے تو پھر کس طرح مرتبہ الفاظ میں تحریف  
معنوی، واقعات سے انحراف، اصول مسلمہ سے روگردانی کی جاتی ہے۔ اور یہ عمل غیر مناسب تقریباً سب  
مفسروں کے ہاں موجود ہیں۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم نے لکھا ہے:-

"قرآن شریف کی تفسیر بالرائے حرام ہے مانتے تو سب ہیں لیکن عمل کے وقت اس کی رعایت بہت  
کم لوگ رکھتے ہیں۔ پیچروں، چکرالیوں، بابیوں اور قادیانیوں کے کیا کہنے۔ ان کی تو بنیاد ہی اسی پر ہے  
لیکن انہوں نے تو یہ ہے کہ آج کل الحدیث کہلانے والے اور اتباع آثار کا دم بھرنے والے کثرت سے  
اس کا شکار ہو رہے ہیں"

اس لئے مفسر کو چاہئے کہ وہ قرآن مجید ان کے مقاصد پر واقفیت حاصل کرے اور ان کی تفسیر  
کرے جن سے دینی امور کی افادیت عام ہو اور لوگ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار بنیں نہ کہ نافرمانی

کا دروازہ کھل جائے۔ واللہ الموفق۔

کتاب اللہ ص ۳۳  
طوالہ ص ۳۳  
مبندی ص ۳۳  
اس لئے مفسر کو چاہئے کہ وہ قرآن مجید ان کے مقاصد پر واقفیت حاصل کرے اور ان کی تفسیر  
کرے جن سے دینی امور کی افادیت عام ہو اور لوگ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار بنیں نہ کہ نافرمانی  
کا دروازہ کھل جائے۔ واللہ الموفق۔

تفسیر کی بحث سے بعد اسکی اندر مدنی سورتوں کی ویتجان میں روشنی ڈالی گئی ہے  
 ان کے فرق کو واضح کرنے کی، سب سے پہلی سنی کی ہے مہینے میں علم کی اہمیت  
 یوں بیان کی ہے کہ اسی قاعدے کا لحاظ کرنے سے مکی یا مدنی اور تفسیر و تفسیر  
 بہت آسانی ہوتی ہے۔ مہینے میں مثالیں دیکھو۔

## مدنی سورتوں کے مہینے اور مکی

قرآن حکیم جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر شریف میں نازل ہونا شروع ہوا اور پھر جب کہ آپ کی عمر مبارک تریسٹھ سال کی ہو چکی تھی قرآن مجید کا نزول ختم ہوا۔ سارا قرآن مجید سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تریسٹھ سال میں نازل ہوا۔ بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں نے جس طرح مجموعی طور پر قرآن مجید کو محفوظ رکھا ہے اسی طرح تفصیلی طور پر اس کو محفوظ رکھا یعنی مسلمان یہ بتا سکتے ہیں کہ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سورتی ہیں کونسی آیات نازل ہوئیں اور موسم گرمیاں کونسی؟ رات کو نازل ہونے والی کونسی کون آیتیں ہیں۔ وقت نزول۔ موسم نزول۔ مقام نزول۔ نشان نزول اور سیددو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت مبارکہ بوقت نزول، یہ سب مسلمانوں کے پاس محفوظ ہیں۔ مثلاً مسلمان یہ بتا سکتے ہیں کہ سورہ توبہ کی آیت ۲۶ وَاَنْزَلَ جُنُودَ الْمَآءِ تَرَدُّهَا اور اسی سورہ کی آیت ۴۲ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا كَرُمِي کے موسم میں نازل ہوئیں۔ اسی طرح سورہ العام۔ سورہ الفتح اور سورہ المنافقون اور سورہ المرسلات، سورہ الفلق، اور سورہ الناس رات کو نازل ہوئیں۔ سورہ نور میں حضرت عائشہ کی بیات حضرت صدیق اکبر کے گھر اور میراث کی آیت کلا کہ حضرت جریر کے گھر جب آپ تشریف فرماتے نازل ہوئیں۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر جب آپ موضع ذی اوہان میں پہنچے آپ پر منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد ضرار کے بارے میں سورہ توبہ کی آیت ۱۱۹ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرَارًا الْاٰیۃ نازل ہوئی۔ ہجرت کے سفر میں سورہ القصص کی چند آیات از ۵۲ تا ۵۸۔ حنفیہ کے مقام پر نازل ہوئیں۔ سورہ النساء کی آیت ان اللہ یا صرکم ان تودوا الامانات الی اہلہا فتح مکہ کے دن بیت اللہ شریف کے اندر آپ پر نازل ہوئی۔ غرضیکہ یوں تو مسلمان قرآن مجید کی تمام تفصیلی حالت نزول بتا سکتے ہیں مگر جس تقسیم کا سمجھنا نہایت ضروری ہے اور جس پر قرآنی تعلیمات کا سمجھنا زیادہ موقوف ہے وہ مکی اور مدنی سورتوں کا پہچاننا ہے اسی بات کا ہر دور میں خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے کہ ہر

مصنف شریف میں جس طرح سورتوں کے ناموں کا لکھا جانا ضروری سمجھا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت علی،  
 حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس امر کا التزام فرمایا جو آج تک  
 جاری ہے کہ ہر سورۃ کے ساتھ اس کے مکی، مدنی ہونے کی بھی تصریح کر دی جائے۔ اس قاعدہ کا لحاظ کرنے  
 سے بہت سی آیات کے ترجمے اور ان کی تفسیر سمجھنے میں کافی آسانی ہو سکے گی۔ مثلاً سورۃ انبیاء کی آیت ۸۹  
 انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم یہ سورۃ انبیاء مکی ہے یعنی ہجرت سے  
 پہلے سیدہ و عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ مکہ مکرمہ میں جو مشرک تھے یہ وہی تھے جو بت پرست  
 تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ تو ظاہر ہے کہ کسی کا بھی بت بنا کر پوجا جائے اس بت کو بھی دوزخ میں  
 ڈال دیا جائے گا تو اس پر یہ اشکال وارد نہ ہو سکے گا۔ کہ بعض بے دین انبیاء کرام کو معبود سمجھتے  
 ہیں تو کیا یہ ان کے بنائے ہوئے معبود بھی اس آیت کے ضمن میں آسکتے ہیں۔ (اس کی تفصیل آگے  
 ان شاء اللہ آجائے گی) اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف بے دین گروہ منافق بھی تھا  
 اس کا ذکر جن سورتوں میں آتا ہے وہ مدنی ہیں۔ یعنی سورہ بقرہ، سورہ النساء، سورہ توبہ، سورہ احزاب  
 سورہ محمد، سورہ المنافقون یہ سب مدنی ہیں۔ اور ان ہی میں منافقوں کا ذکر آیا ہے بلکہ بعض آیات  
 میں تو تصریح موجود ہے کہ یہ لوگ مدینہ کے باشندے تھے یا قرب و جوار کے، مکہ مکرمہ سے آنے  
 والے نہ تھے جیسا کہ فرمایا ہے:-

الف۔ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ (توبہ ۱۰۱)

ترجمہ :- اور مدینہ کے کچھ لوگ نفاق کی کمال حد تک پہنچے ہوئے ہیں

ب۔ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ (احزاب ۶) ترجمہ :- اور بری خیر اڑانے والے مدینہ میں

ج۔ يَقُولُونَ لئن رجعنا إلى المدينة ليمخرننا الاعز منها الاذل (المنافقون ۷)

ترجمہ :- یہ کہتے ہیں کہ اگر اب ہم مدینہ کو لوٹ جائیں گے۔ تو ضرور نکال دے گا عزت والاؤلت والے کو۔

اسی طرح سورہ مریم اور سورہ ابراہیم اور سورۃ الشعراء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا

موجود ہے جو آپ نے اپنے والد کی مغفرت کے لئے کرتے ہوئے فرمایا:-

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدِي (ابراہیم ۴۱)  
 سَأَسْتَغْفِرُكَ رَبِّي (مريم ۸۱)  
 وَاعْفُرْ لِي إِذْ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ (الشعراء ۸۲)

ترجمہ  
 اے ہمارے رب مجھے اور میرے ماں باپ کی مغفرت فرما۔  
 میں تیرے لئے اپنے رب سے مغفرت مانگوں گا  
 اور میرے باپ کی بخشش فرما بے شک وہ خطاکاروں  
 میں سے تھا۔

لیکن جب آپ کو اس بات کا علم ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اس کا خاتمہ کفر پر ہو گا تو آپ نے  
 باپ سے بیزاری اور لاتعلقی کا اعلان فرمایا جس کا ذکر سورہ براءۃ میں ہے اور یہ مدنی ہے فرمایا۔  
 وَمَا كَانَ اسْتَغْفَارُ اِبْرَاهِيمَ لَابِيهِ الْا  
 عَنِ مَوْعِدَةٍ وَعَدَّهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ  
 لَهُ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأ مِنْهُ اِنْ اِبْرَاهِيمَ  
 لَا وَاةٌ حَلِيمٌ (۱۱۷)

ترجمہ  
 اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے بخشش  
 مانگنا اس وعدہ سے تھا جو آپ نے کیا تھا مگر جب آپ  
 پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ (ان کا باپ) اللہ کا دشمن  
 ہے (خاتمہ کفر پر ہے) تو آپ نے اس سے بیزاری کر لی  
 بے شک ابراہیم دربار خداوندی میں جھکنے والا برہمن ہے

اس کو یوں سمجھ لیا جائے کہ نئی سورتوں میں عموماً اجمال ہوتا ہے اور مدنی سورتوں میں اس کی  
 تشریح اور وضاحت کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور اولاد کے لئے سورہ  
 مریم میں موجود ہے جو کہ نئی ہے۔

فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرْثَنِي وَيَرِثْ  
 مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاَجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا

ترجمہ  
 پس عطا کر مجھ کو اپنی طرف سے ایک جانشین جو میرا  
 اور آلِ یعقوب سے وارث ہو اور بنا دے اس کو

میرے رب اپنے ہاں پسندیدہ

اس آیت سے یہ پایا جاسکتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ایسے بیٹے کے لئے جو صاحب  
 اولاد ہو اور اس کی نسل پہلے پھولے مگر سورہ ال عمران جو کہ مدنی ہے اس میں فرمایا کہ لڑکا تو عطا ہو گا۔  
 اس کا نام بھی مقرر کر دیا گیا ہے مگر وہ صاحب اولاد نہ ہو گا اور نہ اس کی بیوی ہو گی فرمایا۔  
 اِنَّ اللّٰهَ يَبْشُرُكَ بِحَسَنِيٍّ مِّمَّنْ مَّوَدَّكَ بِكَلِمَةٍ (توبہ) بے شک اللہ تعالیٰ تجھے خوشخبری دیتا ہے پسینی کی جو

من اللہ وسیداً وحسوراً ونبیاً من  
 گواہی دے گا اللہ کے ایک حکم کی اور سردار ہوگا اور عورت

الصلحین ۰ (۳۶) پاس نچلوے گا (کنوارہ) اور نبی ہوگا نیک سختوں میں سے

اسی طرح مکی سورتوں کی آپس میں بھی ترتیب کا جاننا، اور مدنی سورتوں کی بھی آپس میں ترتیب کا

جاننا ضروری ہے۔ پچھلی سورت پہلی کی تشریح اور تفصیل بیان کرتی ہے جیسا کہ سورۃ الممتحنہ اور

سورۃ توبہ دونوں مدنی ہیں۔ دونوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے مگر سورۃ الممتحنہ میں آیت

ملا میں ہے آپ کا یہ ارشاد موجود ہے لا استغفرن لك، سورۃ الممتحنہ ۱۹۷ مگر سورۃ

ہرۃ میں آپ کی بیزاری کا اعلان موجود ہے۔ جو کہ اگرچہ مدنی ہے مگر نزول کے اعتبار سے اس سورۃ

الممتحنہ سے پیچھے نازل ہوئی اس کا نمبر ۱۱۱ ہے اس میں تشریح فرمادی کہ آپ کا استتقار طلب کرنا

اس بات کے علم سے پہلے تھا کہ آذر کا خاتمہ علی الکفر ہوگا۔ اس لئے ترجمہ اور تفسیر کی صحت کے لئے

سورتوں کی ترتیب نزول کا جاننا ضروری ہے۔

## مکی اور مدنی سورتوں کی علامات

مکی اور مدنی سورتوں کی لفظی اور معنوی علامات درج کی جاتی ہیں۔

لفظی علامات جس سورۃ میں لفظ یا ایہا الناس زیادہ موجود ہوں ان میں سے اکثر مکی ہیں

اس لئے مکہ مکرمہ میں لوگ ہی مخاطب ہو سکتے تھے ابھی وہ دولت ایمان سے مشرف ہوئے تھے

اسی طرح جن سورتوں میں کلا کا کلمہ آیا ہے وہ بھی مکی سورتیں ہیں۔ اس لئے کہ کلا کا کلمہ تنبیہ اور نوح

کے لئے آتا ہے تنبیہ مکی لوگوں کو کی گئی۔ مدینہ میں تو لوگ مسلمان ہو رہے تھے جو سورتیں مدینہ منورہ

میں نازل ہوئی ہیں ان میں یہ کلمہ تقریباً مذکور نہیں۔

اور جن سورتوں میں یا ایہا الذین آمنوا کا کلمہ زیادہ ہے ان میں سے اکثر مدنی ہیں کہ مدینہ منورہ

میں ایمان والوں کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

ان سورتوں کی معنوی علامات یہ ہیں کہ جن سورتوں میں توحید، نبوت، قرآن کی صداقت



قیامت کا عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے وہ مکی ہیں کہ اہل مکہ کی اصلاح عقائد پہلے کی گئی اور جن سورتوں میں احکام نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہا بیان فرمائے ان میں سے اکثر مدنی ہیں۔ کہ مدینہ میں مسلمان دن بدن بڑھ رہے تھے اور ان کو وہاں عبادات کی ادائیگی کے لئے بہ نسبت مکہ مکرمہ کے داخلی طور پر اطمینان تھا۔ اسی طرح جن سورتوں میں غزوات نبوی کا ذکر ہے وہ بھی مدنی ہیں۔

نزول مکانی کے لحاظ سے تقسیم۔ بعض علماء نے فرمایا کہ مکی وہ سورت ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور مدنی وہ ہے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی مگر جو راستے پر نازل ہوئیں تو ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا اس لئے بہتر تعریف وہی ہے جو اس طرح کی گئی کہ جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہیں وہ مکی ہیں اور جو ہجرت سے بعد نازل ہوئی ہیں وہ مدنی ہیں خواہ نزول کے وقت آپ مکہ میں تھے جیسا کہ سورۃ المائدۃ مدنی ہے حالانکہ اس کے نزول کے وقت آپ میدان عرفات میں تھے اور یہی قول زیادہ صحیح اور مستند ہے۔

فائدہ (۱) جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ترتیب دی ہے اس میں بعض مکی سورتوں میں کچھ مدنی آیات بھی ہیں اور بعض مدنی سورتوں میں کچھ مکی آیات بھی ہیں جن کی تصریح علماء جامعین نے فرمادی۔

### مکی سورتوں میں مدنی آیات

نام سورۃ	آیات مدینہ	نام سورۃ	آیات مدینہ
القلم	۱۷ تا ۳۳ اور ۴۸ تا ۵۰	الشعراء	۱۹۷ و ۱۹۸ تا آخر
المزمل	۱۰ - ۱۱ - ۱۲	القصص	۱ تا ۵۵ مدینہ میں اور آیت ۸۵ حجفہ میں نازل ہوئی۔
الماعون	۱ - ۲ - ۳	اسراء	۲۶ و ۳۲ و ۳۳ و ۴۵ و ۴۶ تا ۸۰
النبہم	۳۲	یونس	۴۰ - ۴۱ تا ۹۶
الموسلات	۲۸	ہود	۱۲ و ۱۴ و ۱۱
ق	۳۸	یوسف	۱ تا ۳ و ۷

۸۷	الحجر	۲۲ ، ۲۵ و ۲۶	القمر
۲۰ و ۲۳ و ۹۱ و ۹۳ و ۱۱۴ و ۱۲۱	الانعام	۶۳ تا ۱۶۰	الاعراف
۱۵۱ تا ۱۵۳		۲۵	یونس
۲۷ تا ۲۹	لقمن	۶۸ تا ۷۰	الفرقان
۶	الانبیاء	۵۸ ، ۷۱	مریم
۵۲ تا ۵۴	الزمر	۱۳۰ و ۱۳۱	طہ
۵۷ و ۵۸	المومن	۸۱ و ۸۲	الواقعه
آخری تین آیات	النحل	۲۳ تا ۲۵ و ۲۷	الشوری
۲۸ و ۲۹	ابراہیم	۵۴	الزخرف
۱۶ تا ۲۰	السجدہ	۱۴	الجماثیہ
۱۷	الرہم	۱۰ - ۱۵ - ۳۵	الاحقاف
۱۱ تا ۱۱	العنکبوت	۲۸ و ۸۳ تا ۱۱۰	الکہف

### ”مدنی سورتوں میں مکی آیات“

نمبر آیات	نام سورۃ	نمبر آیات	نام سورۃ
۵۲ تا ۵۵ مکہ اور مدینہ کے راہ میں نازل ہوئی	الحج	۲۸۱ حجۃ الوداع کے موقع پر	بقرہ
حدیبیہ سے واپسی پر نازل ہوئی	الفتح	منیٰ میں نازل ہوئی	
۳ عرفات میں نازل ہوئی	المائدہ	از ۳۰ تا ۳۶	الانفال
آخری دو آیات منیٰ میں نازل ہوئی	توبہ	۱۱	عہد صلح مدینہ
۱۱	التصر		

ذیل میں سورتوں کی فہرست ترتیب نزولی اور ترتیب جمعہ کے ساتھ تخلیق علیحدہ علیحدہ

دی جاتی ہے۔

# فہرست ترتیب جمعہ سورتہائے قرآن مجید

اگرچہ نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کی سورتوں کی وہی ترتیب ہے جو پہلے گزر چکی مگر جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی سورتوں کو جمع کرنے وقت ترتیب دی ہے ترجمہ کرتے وقت اس ترتیب کا لحاظ ضروری ہے اس لئے نمبر و اس ترتیب کو درج کیا جاتا ہے۔

ترتیب جمعہ	سورتوں کے نام	تفاوت کی یاد دہانی	ترتیب باعتبار	سورتوں کے نام	تفاوت کی یاد دہانی	سورتوں کے نام	تفاوت کی یاد دہانی				
۱	سورۃ الفاتحہ	مدنی	۱۷	سورۃ ابراہیم	مکی	۲۷	سورۃ النمل	مکی	۲۰	سورۃ المؤمن	مکی
۲	" بقرہ "	"	۱۵	" الحجر "	"	۲۸	" القصص "	"	۲۱	" حم السجده "	"
۳	" آل عمران "	"	۱۶	" النحل "	"	۲۹	" العنکبوت "	"	۲۲	" الشوریٰ "	"
۴	" النساء "	"	۱۷	" بنی اسرائیل "	"	۳۰	" الروم "	"	۲۳	" الزمر "	"
۵	" المائدہ "	"	۱۸	" اہکبہت "	"	۳۱	" لقمان "	"	۲۴	" الزمر "	"
۶	" الانعام "	مکی	۱۹	" مریم "	"	۳۲	" السجدہ "	"	۲۵	" الحجاشہ "	"
۷	" الاعراف "	"	۲۰	" طہ "	"	۳۳	" الاحزاب "	مدنی	۲۶	" الاحقاف "	"
۸	" الانفال "	مدنی	۲۱	" الانبیاء "	"	۳۴	" سباء "	مکی	۲۷	" محمد صلی اللہ علیہ وسلم "	"
۹	" توبہ "	"	۲۲	" الحج "	مدنی	۳۵	" فاطر "	"	۲۸	" الفتح "	"
۱۰	" یونس "	مکی	۲۳	" المؤمنون "	مکی	۳۶	" یس "	"	۲۹	" الحجرت "	مدنی
۱۱	" ہود "	"	۲۴	" النور "	مدنی	۳۷	" الضحیٰ "	"	۵۰	" ق "	مکی
۱۲	" یوسف "	"	۲۵	" الفرقان "	مکی	۳۸	" ص "	"	۵۱	" الزاریت "	"
۱۳	" زمر "	مدنی	۲۶	" الشعراء "	"	۳۹	" الزمر "	"	۵۲	" الطور "	"

۵۳	سورة النجم	مکی	۴۹	سورة الحاقة	مکی	۸۵	سورة البرج	مکی	۱۰۱	سورة القارعة	مکی
۵۴	القمر	"	۵۰	المعارج	"	۸۶	الطارق	"	۱۰۲	التكاثر	"
۵۵	الرحمن	"	۵۱	نوح	"	۸۷	الاعلى	"	۱۰۳	العصر	"
۵۶	الواقعة	"	۵۲	الجبن	"	۸۸	الغاشية	"	۱۰۴	الهمزة	"
۵۷	الحديد	مدنی	۵۳	المزمل	"	۸۹	الفجر	"	۱۰۵	الفيل	"
۵۸	المجادلة	"	۵۴	المدثر	"	۹۰	البلد	"	۱۰۶	قریش	"
۵۹	الحشر	"	۵۵	القيامة	"	۹۱	الشمس	"	۱۰۷	الماعون	"
۶۰	الممتحنة	"	۵۶	الدبر	مدنی	۹۲	اليل	"	۱۰۸	الكوثر	"
۶۱	الصف	"	۵۷	المرسلات	مکی	۹۳	المضحى	"	۱۰۹	الكافرون	"
۶۲	الجمعة	"	۵۸	النبا	"	۹۴	الم نشرح	"	۱۱۰	النصر	مدنی
۶۳	المنفقون	"	۵۹	النبر عت	"	۹۵	التين	"	۱۱۱	الذہب	مکی
۶۴	التغابن	"	۶۰	عبس	"	۹۶	العلق	"	۱۱۲	الاخلاص	"
۶۵	الطلاق	"	۶۱	التكوير	"	۹۷	القدر	"	۱۱۳	الفلق	"
۶۶	التحریم	"	۶۲	الانفطار	"	۹۸	البينة	مدنی	۱۱۴	الناس	"
۶۷	الملك	مکی	۶۳	المطففين	"	۹۹	الزلزال	"			
۶۸	القلم	"	۶۴	الانشقاق	"	۱۰۰	العديت	مکی			

فائدہ :- یہ ترتیب اسلام کے دورِ اول سے لے کر آج تک باتفاق جمیع اہل اسلام منقول ہے۔ اس لیے اگر اس میں کسی نے رو بہ بدل کیا تو اس کو مجرم سمجھا جائے گا۔

# فہرست ترتیب سورتہائے قرآن مجید باعتبار نزول

چونکہ ترجمہ القرآن اور اس کی صحیح تفسیر کے لئے جس طرح مکی مدنی کا جاننا ضروری ہے اسی طرح ترتیب نزول کا جاننا بھی ضروری ہے اس قاعدہ کی تشریح آجائے گی۔ ان شاء اللہ

نمبر شمار	نام سورت	نمبر شمار	نام سورت	نمبر شمار	نام سورت	نمبر شمار	نام سورت	نمبر شمار	
۱	العلق	۱۸	الفیل	۳۵	الاعراف	۵۲	والصافات	۶۸	ابراہیم
۲	نہ و القلم	۱۹	اخلاص	۳۶	البحر	۵۳	لقمان	۶۹	الانبیاء
۳	المزل	۲۰	والنجم	۳۷	یس	۵۴	سباء	۷۰	المومنون
۴	المدرثر	۲۱	عبس	۳۸	الفرقان	۵۵	الزمر	۷۱	تشریح السجدہ
۵	الذہب	۲۲	القدر	۳۹	فاطر	۵۶	المومن	۷۲	الطور
۶	التکویر	۲۳	المبروج	۴۰	مریم	۵۷	السجدہ	۷۳	الملک
۷	الاعلیٰ	۲۴	والنہن	۴۱	طہ	۵۸	حم عسق	۷۴	الحاقہ
۸	واللیل	۲۵	القریش	۴۲	الواقعہ	۵۹	الزخرف	۷۵	المعارج
۹	والفجر	۲۶	القارعہ	۴۳	الشعراء	۶۰	الذخار	۷۶	النباء
۱۰	والضحیٰ	۲۷	القیامہ	۴۴	النمل	۶۱	الجماشیہ	۷۷	النازعات
۱۱	الم نشرح	۲۸	الہمزہ	۴۵	القصاص	۶۲	الاحقاف	۷۸	اذا السماء انقضت
۱۲	والعصر	۲۹	المرسلات	۴۶	بنی اسرائیل	۶۳	الذاریات	۷۹	اذا السماء انشقت
۱۳	والعاوینت	۳۰	ق	۴۷	یونس	۶۴	الغاشیہ	۸۰	الروم
۱۴	الکوثر	۳۱	البلد	۴۸	ہود	۶۵	الکہف	۸۱	العنکبوت
۱۵	التکاشر	۳۲	الطارق	۴۹	یوسف	۶۶	النحل	۸۲	التطیف
۱۶	الماعون	۳۳	القمر	۵۰	الحجر	۶۷	نوح	۸۳	† † †
۱۷	الکافرون	۳۴	ص	۵۱	الانعام	۶۸	† † †	† † †	† † †

# مدینہ منورہ میں نازل ہوئے والی سورتیں مندرجہ ذیل ہیں

نمبر شمار	نام سورت	نمبر شمار	نام سورت	نمبر شمار	نام سورت
۱	بقرہ	۹	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	۱۶	الناس
۲	الانفال	۱۰	الرعد	۱۸	النصر
۳	آل عمران	۱۱	الرحمن	۱۹	النور
۴	الاحزاب	۱۲	القدر	۲۰	الحج
۵	الممتحنہ	۱۳	الطلاق	۲۱	المنفقون
۶	النساء	۱۴	البینہ	۲۲	المجادلہ
۷	الزلزال	۱۵	الحشر	۲۳	المحجرات
۸	الحديد	۱۶	الفلق	۲۴	التحریم
					الصف
					الجمعة
					التغابن
					الفتح
					التوبہ
					المائدہ
					الشوریٰ
					ۛ ۛ ۛ

فائدہ (۱) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں مکہ مکرمہ میں سب سے آخری جو سورۃ نازل ہوئی ہے وہ سورۃ العنکبوت ہے اور عطاء اور ضحاک کا قول ہے کہ سورہ الموصنون ہے اور مجاہد مفسر نے کہا سورۃ التطفیف ہے۔ (خازن ج ۱ ص ۸) <sup>ماخذ</sup>

فائدہ (۲) مفسر القرآن ابو بکر غرناطی ابن عطیہ وفات ۵۴۳ھ نے کہا ہے: "ابو سہیل مفسر کا قول ہے کہ میرے ہاں ان احادیث کی بڑی کثرت ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی سب سے پہلے جو سورت نازل ہوئی وہ فاتحہ ہے اسی لئے اس کا نام فاتحہ اور ام الکتاب مشہور چلا آتا ہے۔" <sup>تغابن</sup> (مقدمتان فی علوم القرآن ص ۱۳)

مفسر القرآن علامہ نسفی م ۱۳۷ھ نے فرمایا ہے: زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا نزول

دو دفعہ ہوا ایک دفعہ تو مکہ میں جب نماز فرض ہوئی اور دوسری بار مدینہ منورہ میں جب کہ قبلہ کی تحویل ہوئی۔ (تفسیر مدارک)

قائدہ۔ بعض علماء کا قول ہے کہ المائدہ الشوریٰ سے پہلے نازل ہوئی اور بعض کا یہ قول ہے کہ المائدہ سب سے آخر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اور یہ اکثر علماء تفسیر کا قول ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ (مقدمہ خازن)

ان کے سوا باقی سب سورتیں مکئی ہیں۔ واللہ اعلم

کلمات متشابہات کی بحث کو آیات قرآنی میں واضح کیا ہے۔  
 یعنی ۲ تا ۱۰ آیات سے حوالہ ہے ان کا مفہوم واضح کر کے کونسن کی  
 ۸۸

## الفاظ قرآنی کی تقسیم باعتبار معنی و مراد

کلمات قرآنی کے اقسام کا سمجھنا مفسر اور مترجم کے لئے ضروری ہے اس اعتبار سے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس میں کسی قسم کی ترمیم یا تحریف کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ الفاظ اور معانی کی تمام خوبیاں باحسن و جودہ صرف قرآن مجید ہی میں موجود ہیں۔ سارا قرآن محکم ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:-

کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت من لدن حکیم علیم (ہو)۔  
 یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں ثابت کی گئی پھر جدا کی گئی ہیں علم و حکمت والے کی طرف سے!

لیکن معنی اور مراد کے متعین کرنے میں کلمات قرآنی کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔ محکمات۔ متشابہات۔ حروف مقطعات۔ اسی کو یوں ارشاد فرمایا:-

هو الذی انزل علیک الکتب منہ آیات محکمات تدرجہ وہی ہے جس نے اتاری آپ پر کتاب اس کی بعض آیتیں محکم  
 هن امر الکتب و اخر متشابہات (آل عمران) ہیں جو جز ہیں کتاب کی اور کچھ متشابہ ہیں۔

۱۔ محکمات کی تشریح اور تشریح یوں سمجھ لی جائے کہ وہ ارشادات قرآنیہ جن کے معانی اور مراد کو بلا کسی اشتباہ کے سمجھ لیا جاسکے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:-

ولا تقربوا الزنا (بنی اسرائیل ۳۲) تو جلا:- اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔

اس ارشاد قرآنی میں ایک خاص جرم سے روکا گیا جس کو زنا کہا جاتا ہے اس کو ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس کا معنی اور مراد کیا ہے اسی طرح فرمایا:-

اعدوا لوہوا قلوب للتقوی (المائدہ) عدل کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اس ارشاد میں عدل کا حکم دیا گیا عدل و انصاف کا معنی اور تشریح کسی قسم کا اشتباہ پیدا نہیں کرتا بلکہ اس کو ہر ایک جانتا اور سمجھتا ہے۔ محکمات کے الفاظ معانی اور مراد پر کامل طریقہ سے ایسا لانا ضروری ہے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان الفاظ کے معانی کسی اور طرز اور طریقہ پر کرے۔



۲۔ تشابہات - یہ کلمہ اشتباہ سے مشتق ہے یعنی وہ چند چیزیں جن کا چہرہ مہرہ اس قدر ملتا جلتا ہو کہ ان میں تمیز کرنا مشکل ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:-

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ <sup>ترجمہ</sup> | بے شک جو آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت  
یواللہ فوق ایدیہم (الفتح ۷۱) | کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ سب کے ہاتھوں پر۔

اس ارشاد عالی میں لفظ ید اللہ کا معنی تو سمجھ میں آتا ہے کہ اس کا معنی اللہ کا ہاتھ ہے۔ مگر اس کی صحیح تعبیر کیا ہے کیا واقعی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ موجود ہے اور وہ کیسا ہے وغیرہا سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ مگر اس کی تفصیل اور تشریح دنیا کا کوئی انسان اس لئے نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ارشاد گرامی ہے:-

لیس کلمۃ شیء (ترجمہ) اس جیسی کوئی بھی شے نہیں۔

جس ذات کی مثل ہی نہ ہو اس کے بارے میں سوائے ایمان بالالفاظ کے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟  
اس لئے راسخ فی العلم مسلمانوں کا یہ فریضہ قرآن مجید نے قرار دیا کہ وہ صرف اعلان ایمان اور اظہار تصدیق کرتے ہیں۔ تشابہات کا کوئی معنی مراد متعین نہیں کرتے ارشاد فرمایا:-

والرسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل <sup>(ترجمہ)</sup> | اور علم میں سختہ لوگ یہ کہتے ہیں ہم اس پر (بھی) ایمان لائے  
مرعند بنا وما یدکر الا اولوالالباب۔ | یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت تو  
ال عمران ۷۷ | عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔

لیکن جو لوگ امت میں فتنہ اندازی کرتے ہیں۔ وہ محکمات پر عمل نہیں کرتے البتہ تشابہات کی تشریح اور تفسیر کرتے ہیں اور اس سے بھی ان کا مقصد اصلاح اور قرآن مجید کا سمجھنا نہیں ہوتا بلکہ حسب ارشاد قرآنی:-

فاما الذین فی قلوبہم زینح فیتبعون ما تشا <sup>ترجمہ</sup> | لیکن وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو پیروی کرتے ہیں  
بہ منہ ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويلہ | آیتوں کی جو اس سے مستجابہ ہیں فتنہ تلاش کرنے کے لئے  
اور اس کی تاویل تلاش کرنے کے لئے۔ | (ال عمران ۷۷)

جہاں تک خدا سے جو اراکے بات سے تو صرف تفسیر کا نام لکھو گئے ہیں  
 اس سے علاوہ (۲۸۶) مسائل حل کیے ہوئے ہیں۔ ۹۰  
 ان کا قدرہ بھی معلوم ہے۔

ایسے فتنہ پرداز سر زمانے میں گزرے ہیں اب بھی اس دنیا میں بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو  
 قرآن مجید کے واضح اور روشن احکام پر تو عمل نہیں کرتے البتہ مشابہات یا فیصلہ شدہ احکام قرآنی  
 میں تحقیق کے نام سے تنقیدیں کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں ایک شخص عبداللہ بن ابی صلیح  
 مدینہ منورہ آیا۔ اور لوگوں کو مشابہات کے چکر میں ڈالنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ  
 کی خدمت میں اس فتنہ انگیز کی شکایت کی تو آپ نے اس کو بلایا اور آتے ہی اس کے سر سے صاف  
 اترا کر کھجور کی خار دار ٹہنیوں سے اس کی مرمت کر دی۔ اس نے اعتراف جرم کرتے ہوئے کہا کہ بس میرے  
 داغ سے وہ کپڑے نکل گئے۔

آپ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی جانوں کی قربانیاں دے کر لوگوں کو کفر سے نکالا اور اسلام میں داخل کیا اور تم  
 اپنی شرارتوں سے ان کو اسلام سے بدظن کر رہے ہو خبردار میں تم کو پھر یہاں نہ دیکھوں۔ (قرطبی)  
 اس لئے جمہور علماء کا یہی فیصلہ ہے کہ مشابہات کا معنی تو کو دیا جائے مگر اور اور مصداق کو  
 اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ یہی فیصلہ علماء ہلف اور علماء خلف کا ہے۔ اگرچہ بعض علماء تفسیر نے  
 مشابہات کو محکمات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی اور یہ کوشش بہتر ہے۔ اس طرز فکر پر مفسرین  
 نے مستقل طور پر بھی لکھا ہے محمد بن احمد بن لبان مصری نے ۳۶۹ھ میں اس پر ایک مختصر مگر جامع  
 رسالہ لکھا ہے۔ مگر تاہم سلف کا قول ہی زیادہ بہتر اور صحیح ہے۔ آخر جن امور کی تشریح اور تفصیل  
 انسانی ذہن اور فکر سے بعید ہے اس میں بحث سے کیا فائدہ؟

لا یكلف الله نفساً الا وسعها (بقوۃ ۲۸۶) اللہ کسی بھی جی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا

خواہ خواہ تاویلات رکیمہ اور بعید از ایمان و یقین معانی کو پیدا کرنا کو نسبتی عقلمندی ہے۔ صفات باری تعالیٰ  
 کی تحقیق اور تشریح سے روکتے ہوئے امام غزالی نے فرمایا ہے

انت لا تعرف ایاک ولم تدبر من انت و کیف الوصول  
 ابن منک الروح فی جوہرہا  
 وکذا الانفاس حل تحصرہا  
 ہل تراہا اوتوی کیف تجول  
 لا ولا تدری متی عنک تذول

حروف مقطعات سے مفہوم یا لغت بیان کی ہے مختلف علماء نے اس کے مختلف معنی بیان کیے ہیں بعضی زائد نے اس کے بارے میں علماء کو کہا ہے کہ

این منک العقل والفہم اذا | غلب النوم فقل لی یا جہول  
 انت اکل الخبز لا تعرفہ | کیف یجری منک امر کیف تبول  
 جل ذاتا وصفاتا وعلی | وتعالی ربنا عما نقول

(مشارق الانوار ص ۳)

خلاصہ مطلب اشعار بالا جب کہ انسان کو اپنے روح کا علم نہیں چلا لکھ وہ رات دن بدن کے ساتھ چمٹا اور رگ وریشہ میں گھسا ہوا ہے انسان کو اپنے سانس پر اقتدار اور اختیار نہیں وہ نیند میں تمام جہاں سے بے خبر ہو جاتا ہے وہ خود اپنے ہاتھ سے ایک چیز کھاتا پیتا ہے مگر اس کے انجام سے بے خبر ہے تو ایسا مفلس اور معذور انسان بھلا کس طرح ذات و صفات خداوندی میں بحث کر سکتا ہے؟

۳۔ حروف مقطعات - یہ وہ حروف ہیں جو بعض سورتوں کے شروع میں آتے ہیں انکو علیحدہ علیحدہ کاٹ کر پڑھا جاتا ہے اس لئے ان کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ لکھنے میں تو آگے ہے مگر پڑھنے میں علیحدہ علیحدہ کر کے پڑھا جاتا ہے۔ الف، لام، میم کر کے پڑھا جاتا ہے اسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا۔ الف حرف۔ لام حرف۔ میم حرف۔ ان حروف کے متعلق علماء امت کا فیصلہ ہے کہ ان پر ایمان لانا تو ضروری ہے مگر ان میں بحث کرنا کہ ان کا معنی کیا ہے اور ان کی مراد کیا ہے یہ درست نہیں۔ یہ چودہ کلمات ہیں جن میں سے تین تو ایک ایک حرف پر مشتمل ہیں

اور باقی مرکبات ہیں۔

المر۔ الن۔ الم۔ المص۔ یح۔ کھ۔ ع۔ ح۔ عسق۔ طہ۔ لیس۔

ص۔ ق۔ ن۔ طس۔ م۔ ون، طہ کا معنی بعض علماء نے یا بحر جبل اور لیس کا معنی یا سیدھی کی ہے بعض علماء نے تفسیر بطور تاویل کے مندرجہ ذیل معانی بھی فرمائے ہیں:-

- ۱۔ سببویہ اور خلیل نحوی اور اکثر متکلمین کا قول ہے کہ یہ حروف سورتوں کے نام ہیں جیسا کہ لیس نام ہے
- ۲۔ مفسر قتادہ اور طبری نے کہا ہے یہ قرآن مجید کے نام ہیں۔
- ۳۔ مفسر سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں جیسا کہ الرحمن سے الرحمن بن گیا

مختلف نے انہیں حکامات میں جمہور کے (لوگوں کے) سبواالات کے  
جوایات میں انہیں کی صحت سے ۹۲ دئے ہیں۔ اپنی جوایات کے

۴۷۔ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ یہ حروف اسماء الہیہ کے اشارات اور رموز ہیں جیسا کہ الہم میں الف  
سے مراد اللہ۔ لام سے مراد لطیف اور مر سے مالک ہے۔

۵۔ بعض کا قول ہے کہ یہ اسماء صفات کا اشارہ ہیں جیسا کہ فرمایا الہم سے مراد انا اللہ اعلم ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کے لئے اشارات ہیں۔

۷۔ یہ پورے جملے کے اشارات ہیں جیسا کہ آکم سے مراد اللہ تعالیٰ بواسطہ جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
پر قرآن مجید نازل فرمایا۔

۸۔ ان میں ہر ایک حرف اقوام عالم کے مقررہ عمر کی طرف اشارہ ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں ابن سینا (۲۲۶) نے حروف مقطعات کی

تفصیل اور معنی مراد پر مستقل علیحدہ رسالہ لکھا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تشابہات

کے معارف اور معانی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت میں سے اولیاء کرام سمجھ سکتے ہیں

مولانا عابد اللہ سندھی نے اسی موضوع پر ایک علیحدہ رسالہ لکھا ہے مگر مشہور قول یہی ہے کہ ان کے

معانی مراد کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

سوال۔ جب ان کے معانی اور مراد انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہے تو پھر قرآن مجید میں ان کے نازل کرنے

کی حکمت کیا ہے قرآن مجید تو ہدایت ہے اور جس کلمہ کا معنی مراد سمجھ میں نہ آئے اس سے کیا ہدایت حاصل  
ہو سکے گی۔

جواب۔ (۱) مشہور مفسر اور عالم عربیت مبرود نخوی۔ اور اکثر محققین نے فرمایا کہ یہ حروف عربوں کے

کے لئے بطور صداقت ایک اعلان ہیں کہ اگر تمہارے خیال کے مطابق قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں

تو تم ان حروف کے معانی بتا دو۔ یا اسی طرح کے حروف بنا کر پیش کر دو۔

(۲) اطاعت اور تصدیق اسی کا نام ہے کہ جن کلمات کے معنی مراد سمجھ میں نہیں آتے مگر پھر بھی

ان کو اللہ تعالیٰ کا کلام یقین کیا جاتا ہے اس لئے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حروف او

کلمات بھی کلام اللہ میں۔ یہ تو عین اطاعت اور کمال فرماں برداری ہے (شیخ زادہ ج ۱ ص ۶۷)

ماخذ

۳۔ یہ جواب زیادہ صحیح اور قابل فہم ہے۔ اس کو سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ نروف مقطعات جس سورۃ میں آئے ہیں وہ سورتوں کی ابتدا ہی میں ہیں وسط یا انتہا میں نہیں ان سے ایک خاص اشارہ فرمایا وہ یہ ہے کہ جن سورتوں میں کچھ ایسے ارشادات واقعات احکام اور عقائد کا ذکر ہے جو انسانی فہم سے بالاتر ہیں ان کے شروع میں حروف مقطعات لاکر اشارہ فرمایا کہ جس طرح ان حروف کے معانی مراد نہ جاننے کے باوجود تمہارا ان پر ایمان ہے کہ یہ حروف کلام اللہ کا حصہ ہیں اسی طرح ان سورتوں میں آنے والی بعض باتیں تمہاری ناقص فہم میں شاید نہ آسکیں لیکن پھر بھی ان پر یقین اور ایمان لانا ضروری ہوگا جیسا کہ سورہ بقرہ کے شروع میں آگم آیا اور دوسری ہی آیت میں یومنون بالغیب کا ارشاد فرمایا۔ سورہ بقرہ میں حیات بعد الموت اور دوسرے عقائد اور بعض واقعات کا ذکر ہے جن کا تعلق یقین کے ساتھ ہے۔ سورہ آل عمران کو بھی الحکم سے شروع فرمایا اور پھر اسی سورۃ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا بن باپ کا پیدا کرنا آسمان پر اٹھایا جانا بیان فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس حروف مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں میں یہی طرز تفسیر زیادہ قابل فہم ہے۔

فائدہ۔ جو کلمات اور ارشادات محکمت ہیں ان کے معانی مراد تین قسم پر ہیں۔

ایک قسم ان کلمات کی ہے جن کے معانی شریعت نے مقرر فرمائے ان میں لغت کا کوئی دخل نہ ہوگا جیسا کہ الصلوٰۃ کا معنی نماز ہے جس کا طریقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اس میں لغت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اور یہی حکم سب عبادات کا ہے۔

دوسری قسم ان کلمات کی ہے جن کا معنی لغت پر موقوف ہے عرف اور شرع کا اس سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ لفظ الشمس کا معنی سورج یہ باعتبار لغت لیا گیا اور یہی معتبر ہے۔

تیسری قسم وہ کلمات ہیں جن کا تعلق عرف کے ساتھ ہے جیسا کہ لفظ معروف سے مراد ہر وہ صحیح ہوگا جس کو عرف میں معروف سمجھا جائے گا۔ (واللہ اعلم)



## ربط و مناسبت

ہر متکلم کے کلام میں ایک ربط اور ایک مناسبت ہوتی ہے ربط و مناسبت کے بغیر کلام اوصورا اور بے فائدہ رہتا ہے تو پھر اس علم اور خبر خداوند قدوس کا کلام کس طرح بے ربط ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قرآن مجید نے پہلے مخاطبوں کے لئے صداقت قرآنی کی دلیل پیش فرمائی تو اس میں یہی فرمایا کہ اس قرآن مجید کی سورتوں جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ مگر وہ نہ تو بتا سکے اور نہ ہی کوئی لفظی اور معنوی اعتراض کیا بلکہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان نور افشاں سے قرآن مجید کے اثر انگیز کلمات کو چاؤ کے ساتھ تعبیر کیا۔ اس لئے اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی جمع اور ترتیب بامر خداوندی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے۔

لا تحرك به لسانك لتعجل به ۵ ترجمہ: آپ نہ بلائیں اپنی زبان اس کے ساتھ جلدی کرتے ہو۔  
ان علينا جمعه وقرآنہ (القیامۃ: ۱۷)

جمع کرنا تو ترتیب ہی سے ہو سکتا ہے اور ترتیب میں ربط اور مناسبت کا لحاظ ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مکی سورتوں میں کچھ آیات مدنی بھی ہیں۔ اور بعض مدنی سورتوں میں کچھ آیات مکی بھی ہیں۔ اسی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیات کو اپنے اپنے مقام پر لکھو اویا کرتے تھے اب امت میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس ترتیب میں رد و بدل کرے۔ ارشاد فرمایا:-

وبالحق انزلناه و بالحق نزل وما ارسلناك  
الامبشراً و نذيراً و قرانا فرقنا لتقراہ  
على الناس على ملك و نزلناه تنزیلاً  
بنی اسرائیل (۱۰۴-۱۰۵)

ترجمہ: صحیح ہم نے اس (قرآن) کو اتارا اور صحیح دین کے ہم نے آپ کو خوشی سنانے اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا اس قرآن کو ہم نے حضور احقوڑا نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو شہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو خاص طریقہ پر اتا

علمائے تفسیر ربط و مناسبت پر اپنی اپنی مرتبہ تفاسیر میں اور علیحدہ بھی اسی موضوع پر کتابیں

تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے زیادہ جامع اور مفید تفسیر بقاعی ہے جو تیس جلدوں میں ہے اور مطبوعہ ہے  
اگرچہ نایاب ہے۔ ویسے دوسرے علماء تفسیر نے بھی ادھر توجہ فرمائی ہے۔ تفسیر بیضاوی کی شرح  
شیخ زادہ بھی اس موضوع میں اچھی راہ مانا ہے۔

رابطہ و مناسبت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں جن کا ترجمہ اور تفسیر میں لحاظ کرنا ضروری ہے۔

۱۔ پہر سورت کی ابتداء اور اس کی انتہا میں مناسبت۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کے شروع میں بھی فرمایا  
یومنون بالغیب اس سے مراد وہ عقائد ہیں جو انسانی فہم و ادراک سے بالاتر ہیں۔ اور سورہ  
بقرہ کے آخر میں بھی اسلامی عقائد کل آمن باللہ و ملائکہ الایات فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر اور فرشتوں رسولوں  
پر ایمان تو ایمان بالغیب ہی ہے۔

۲۔ پہلی سورت کے خاتمہ اور دوسری سورت کے شروع میں مناسبت ہوگی۔ سورہ بقرہ کے آخر میں  
مطیع اور فرماں برداروں کی نشانی بیان فرمائی کہ وہ کہتے ہیں سمعنا و اطعنا سورہ آل عمران کے شروع میں  
فرمایا کچھ لوگ آیات خداوندی کے منکر ہیں فرمایا۔ ان الذین کفروا یا ایات اللہ ہم عذاب شدید  
واللذعزیز ذوا انتقام

اسی طرح ہر دو آیات میں بلکہ آیت کے پہلے اور دوسرے کلمے میں علیٰ ہذا القیاس جملہ حروف  
اور کلمات میں ربط و مناسبت موجود ہے جس کا ترجمہ اور تفسیر میں سمجھنا نہایت ضروری ہے البتہ یہ  
بات بھی درست ہے کہ کچھ ربط و مناسبت ایسی ہے کہ آسانی سے ہر انسان سمجھ لیتا ہے اور کچھ ایسی ہے  
کہ ذرا غور و فکر کی ضرورت ہے اور بعض دفعہ زیادہ غور و فکر کی ضرورت رہتی ہے اس لئے علماء تفسیر نے  
رابطہ اور مناسبت کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ربط جلی۔ ربط خفی۔ ربط اخفی۔ ان تینوں کی تشریح  
امثلہ قرآنی کے ساتھ کر دی جاتی ہے تاکہ فہم قرآن مجید کی راہیں کھل جائیں۔

رابطہ جلی یعنی واضح اور روشن ربط وہ ہوتا ہے کہ واضح طور پر انسان کو اس کا علم ہو جائے۔ جیسا کہ  
فرمایا یا مرہم بالمعروف و نہیہا ہم عن المنکر (اعراف) یہ ارشاد قرآنی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی شان میں وارد ہے ظاہر ہے کہ امر بالمعروف اسی وقت مفید ہو سکتا ہے جب کہ نہی عن المنکر

یہی ہو۔ ان دونوں حصوں میں ربط کو ربط جلی کہا جاسکتا ہے۔

**ربط خفی** - وہ ربط اور نسبت جو غور و فکر کرنے پر معلوم ہو سکے جس کے لئے سیاق و سباق اور حکم کی حکمت پر غور کرنا ضروری ہو جیسا کہ فرمایا **اقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ** میں دو حکم ہیں۔ ایک نماز کا اور دوسرا زکوٰۃ کا۔ بظاہر نماز اور زکوٰۃ میں کوئی خاص نسبت نہیں وہ بدنی عبادت اور یہ مالی عبادت لیکن غور و فکر اور نماز کی حکمت سمجھنے کے بعد بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ دراصل نماز میں جہاں اور حکمتیں اور برکتیں ہیں وہاں اللہ تعالیٰ پر کامل اعتقاد اور اعتماد اس بات کا ہے کہ وہی پالنے والا ہے وہی رب ہے اگر غور کیا جائے تو ایک نمازی صرف فرض اور سنت نماز میں دن میں کم از کم تین سو بیس دفعہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے تو ایک ماہ میں پھر ایک سال میں کئی ہزار مرتبہ اقرار ربوبیت کرنے والے مسلمان کو بطور استقامت اور امتحان یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اب سال میں صرف ایک دفعہ اپنے مال سے جب کہ وہ نصاب تک پہنچے۔ چہ حصہ اسی اللہ کے نام دے جس کو سارے سال میں رب رب کہہ کر اقرار ربوبیت کرتا رہا ہے۔ گویا کہ نماز کی مصداق زکوٰۃ ہے اگر زکوٰۃ دی تو معلوم ہوگا اور عام طور پر سب کو پتہ چل جائے گا کہ واقعی یہ نمازی اللہ تعالیٰ کو رب کہنے میں صادق اور سچا ہے ورنہ اس کی بات کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ جیسا کہ ایک روایت میں بہ سند صحیح آیا ہے۔

من اقام الصلوٰۃ ولم یؤد الزکوٰۃ فلا (توجہ) جس نے نماز کو قائم کیا مگر زکوٰۃ نہ دی تو اس کی نماز صلوٰۃ له بھی نہ ہوئی۔

اس روایت کو محدث طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(کتاب الاموال لابن عبید ص ۳۵۴)

**انحفا** وہ ربط جو بہت زیادہ گہرا ہو اس کو سمجھنے کے لئے کافی غور و فکر کی ضرورت ہو جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

**علامات و بالنجم هم یهتدون** (النحل ۱۶) اس آیت میں پہاڑوں کے متعلق

فرمایا کہ وہ نشانیوں میں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ستاروں سے یہ راہ پاتے ہیں ان دونوں باتوں میں بظاہر



کوئی مناسب غور و فکر پر بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ مگر زیادہ فکر اور تدبیر سے کام لیا جائے تو پتہ یہ چلتا ہے کہ ان میں ربط و مناسبت معلوم ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے فتح الخبیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہاں اپنی اس نعمت کو بیان فرماتے ہیں جو انسانوں کو دور دراز کے سفر میں ان کی سہولت کے لئے عطا فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ دن کے وقت دوسرے شہروں اور دوسرے ملکوں کی طرف راہ نائی کرنے والے تو پہاڑ ہیں کہ یہ بلند و بالا ہوتے ہیں۔ دن کے مسافر اپنی منزل مقصود کا پتہ لگ جاتے ہیں اور وہ اسی سمت چلتا ہے۔ اور رات کے وقت سفر کرنے والے کو خصوصاً رگستانی اور بحری مسافروں کو اپنے منزل مقصود کا تعین کرنا ستاروں ہی کی مدد سے ہوتا ہے۔ اب ستاروں اور پہاڑوں میں ربط و مناسبت معلوم ہو گئی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند مثالیں اور بھی پیش کر دی جائیں جن سے تدبیر فی القرآن کا مکمل پتہ چلا جائے۔

۱۔ ارشاد قرآنی ہے کہ عباد الرحمن کی ایک صفت یہ بھی ہے۔ ولا یقتلون النفس التي حرم الله الا بالحق ولا یزنون سورہ الفرقان آیت ۶۱ اور سورہ نبی اسرئیل آیت ۳۲ میں فرمایا۔ اگرچہ قتل نفس اور زنا گناہ ہونے کے اعتبار سے تو دونوں ایک نوع کے افراد ہیں۔ مگر قتل اور زنا دونوں کو اکٹھا کرنے میں کیا حکمت ہے؟ تدبیر فی القرآن کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا بھی قتل نفس ہے زانی اپنا نطفہ غیر محل میں ڈال کر اس نفس کو قتل کرتا ہے جو اس نطفہ سے پیدا ہونے والا ہے اور زانیہ نے بھی اگر استقرار حمل نہ ہونے دیا یا اسقاط حمل کا ارتکاب کر لیا تو وہ بھی قاتلہ بن گئی۔ شاید اسی لئے شادی شدہ زانی کی سزا اسلام میں سنگساری رکھی گئی ہے۔

۲۔ ارشاد قرآنی۔

ترجمہ

اور اللہ وہ ہے جس نے نطفے کو دیا یہ بچھا ہے پیاس بچانے والا اور یہ کھاری ہے چھاتی جلانے والا اور کیا دونوں کے درمیان پردہ اور بند بندھا ہوا ہے۔ اور اسی سے پیدا کیا انسان پس کیا اس کے واسطے رشتہ اور سبب ال اور تیسرا رب قدرت والا ہے۔

وهو الذی صرح البحرین هذا عذب فرات  
وهذا ملح اجاج وجعل بینہما برزخاً  
وحجرًا محجوراً وهو الذی خلق من السماء  
بشرًا فجعله نسباً وصہراً وكان ربك  
قدیراً (الفرقان ۵۳، ۵۴)

مندرجہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں دو دریاؤں کی روانی اور علیحدہ علیحدہ بہنے کا ذکر فرمایا۔ کہ ایک کا پانی ٹپٹھا اور ایک کا کھاری۔ دریاؤں کا اس قدر کثیر پانی جو اس قدر لطیف بھی ہے نہ طے دے تو اسی اللہ تعالیٰ کا اختیار اور قدرت ہے۔ لیکن دوسری آیت میں فرمایا کہ اسی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ندرت اور سسرال کا رشتہ قائم کر دیا۔ بظاہر ان دونوں باتوں میں کوئی ربط اور مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن غور کیا جائے اور اسم الہی قدیر پر تدبیر کیا جائے تو ربط سمجھ میں آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور انتہی قدرت کو بیان فرماتے ہیں۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ طے دے تو دو دریاؤں کے ہزار ہا بلکہ پدمہا ٹن پانی کو۔ اور جب ملانا چاہے تو دو مخفی پانیوں کے قطرات کو (جن کو نطقہ کہا جاتا ہے) ملا دے اور ان سے اولاد اور سسرال کا رشتہ قائم کر دے انسان بھی تو پانی ہی سے پیدا ہوتا ہے فرمایا:-

فلینظر الانسان مِمَّ خلقه خلق من ماءٍ  
دافقٍ ینخرج من بین الصلب والتواہب  
(الطارق ۷۵، ۷۶)

ترجمہ پس چاہے کہ دیکھے آدمی کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے پیدا کیا گیا ہے پانی اچھلنے والے سے نکلتا ہے (باپ کی) پیٹھ اور (ملاں کی) چھاتیوں سے۔

۳۔ ارشاد فرمایا:- کل من علیہا فانہ ویبقی  
وجہہ ولیک ذوالجلال والاکرامہ فباہی الاء  
نیسکھا تکذبان (الحجین آیت ۲۶، ۲۷، ۲۸)

ترجمہ جو کوئی اس زمین پر ہے اس نے فنا ہوتا ہے تیرے رب کی ذات ہی باقی رہے گی جو عظمت اور عزت والا ہے پس تم دونوں (اے انسانو اور جنوں) اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

بظاہر کائنات ارضی کا فنا ہونا یہ کوئی نعمت نہیں لیکن جب کافی تدبیر اور غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک کا فنا ہونا یہ بھی ایک نعمت ہے اگر دنیا میں کسی کو بقا ہوتی تو اس سے اس کے غرور و تکبر میں اس قدر اضافہ رہتا کہ وہ زبردستوں کی چین اور سکھ سے نہ رہنے دیتا اس لئے فرمایا کہ تم کو فنا کرنا یہ بھی میری ایک نعمت ہے کہ مظلوم اور مقہور دل کو اطمینان دے سکتا ہے کہ آخر یہ ظالم کب تک رہے گا یا یوں بھی ہو سکتا ہے کہ موت بھی ایک نعمت ہے۔ اگر موت نہ ہوتی تو یہ کائنات ارضی انسانوں سے بھر پور ہو کر انسانیت کے لئے وبال جان بن جاتی۔ یا انسان کے قومی اس قدر

مضمحل ہو جاتے کہ نہ تو وہ زندگی کو نبھاسکتے اور نہ ہی ختم ہو سکتے۔ (واللہ اعلم)

۴۷۔ اسی طرح دو سورتوں میں بھی کسی ربط اخفی ہوتا ہے جیسا کہ سورہ الزلزال کے بعد سورہ والعدۃ آتی ہے۔ سورہ الزلزال فرمایا کہ ذرہ جتنا عمل بھی خیر و شر کا انسان کے خزانہ اعمال میں شمار ہوگا اس پر مثال دی کہ جیسا مجاہدین کے وہ گھوڑے جن پر وہ سوار ہو کر اعلاء کلمۃ اللہ کرتے ہیں وہ گھوڑے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر پسندیدہ ہیں کہ خداوند قدوس نے ان کی قسم کھائی ہے۔

”قرآن مجید کی تمام سورتوں کے ربط کا خلاصہ“

اگرچہ یہ عنوان کئی بڑی بڑی ضخیم مجلدات کا طالب ہے مگر قرآنیات کے طالب علم کے ذوق کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت ہی اختصار سے اس کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس ربط کے سمجھنے اور سمجھانے میں قرآنی تدریس سیاق و سباق کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اگر خدا اللہ صبح ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور اگر اس میں کچھ سقم اور کمزوری ہے تو اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرماوے۔ آمین

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب جو تمام مسلمانوں کے ہاں مُسَلَّم ہے اس میں سورہ فاتحہ کو شروع میں جگہ دی گئی اور اس سورہ کا نام ام القرآن، الكتاب بھی ہے اس سورہ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا طلب گار ہو اهدنا الصراط المستقیم میں اسی ہدایت کاملہ کی درخواست کرنے کا حکم دیا تو سورہ بقرہ میں جو قرآن مجید کی بڑی سورت ہے اس کا جواب ایوں ارشاد فرمایا۔ ذلک الكتاب لاریب فیہ ھدای للمتقین کہ جس ہدایت کے تم طالب ہو وہ ہدایت اسی کتاب میں تم کو ملے گی جس کے ہادی ہونے میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہیں۔ اسی ربط سورہ فاتحہ اور سارے قرآن مجید کے درمیان ہے یہ صراط مستقیم اگرچہ قرآن کے نزول پہلے بھی ہر نبی علیہ السلام نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنی قوموں کو بتائی تھی مگر دو قومیں آپ سے پہلے صراط مستقیم کو دیکھ کر بھی گمراہ ہو گئی تھی یعنی یہود و نصاریٰ تو سورہ بقرہ میں یہودیوں کے غلط عقیدے اور ان کی مختصر سی تاریخ ذکر فرمادی اور سورہ آل عمران میں عیسائیوں کے غلط عقیدہ الہیہیت مسیح (علیہ السلام) کی تردید کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی ولادت کا ذکر فرمایا حضرت مریم کے ذکر پر سورہ النساء عورتوں کے

وہ حقوق بیان فرمائے جو انسانوں نے ان سے چھین رکھے تھے ان کے حقوق انہیں واجب حق مہر وغیرہ کے ساتھ نکاح کے لئے حلال اور حرام عورتوں کا ذکر فرمایا۔ نکاح کا تعلق خانگی زندگی سے بہت ہی اہم اور پختہ ہے امور خانہ داری میں سے حرام اور حلال چیزوں کا ذکر ضروری ہے اس کو سورہ المائدہ میں بیان فرمانے کے بعد سورہ الاعراف مشرکوں کے اس طرز عمل اور عقیدہ کی تردید فرمائی جو انہوں نے اس عطیہ خداوندی کو غیر اللہ کے لئے بطور زندگی دینا، اور بعض حلال جانوروں کو حرام اور حرام جانوروں کو حلال بنانے میں اختیار کر رکھا تھا۔ تحریم ماہل اللہ اور تحلیل ماہرم اللہ شیطانی خطرات اور اتباع سے پیدا ہوتی ہے اس لئے انسانوں کو متنبہ کرتے ہوئے سورہ الاعراف میں تخلیق آدم اور شیطانی وساوس کا ذکر کرتے ہوئے قیامت میں مرتب ہونے والی جزا و سزا (جنت، دوزخ، اعراف) کو بھی ذکر فرمایا۔ مطیع اور فرمان بردار بندے صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بات سنتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ خواہ ان کو جان تک بھی نثار کرنی پڑے سورہ الانفال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے دل کا لرز جانا اور آیات خداوندی کا سن کر عمل پیرا ہو جانا بیان فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ یقین اور اعتقاد کا کامل تعلق استوار کرنے پر غیر اللہ سے بے نیازی بلکہ غیر اللہ کے پستوں کے سامنے اپنے اعتماد اور توکل علی اللہ تعالیٰ پر یقین کا اعلان کرنے اور ان سے بیزاری کا اعلان کرنے کا حکم سورہ توبہ میں فرمایا۔ یہی اعتماد علی اللہ اور توکل علی اللہ انجام کار کامیاب کر دیتا ہے اس کے حکم کے بغیر قدم نہ اٹھایا جائے۔ اس کو سورہ یونس میں ذکر فرمایا۔ اور یہ بات ہمیشہ رہی ہے کہ حزب اللہ اور حزب الشطان کی ٹکڑیوں میں انجام کار اللہ والے کامیاب ہوئے اس کے لئے انبیاء و صالحین اور ان کے مخالفین کا باہمی تقابل کرتے ہوئے ان قوموں کی تمباہی اور بربادی کو سورہ ہود میں فرمایا۔ اس راہ حق میں تکالیف اور مصائب کا آنا گران کو برداشت کرتے ہوئے بھی عارباب متصرفین خیر ام اللہ الواحد القہار کا اعلان کرنا سورہ یوسف میں بیان فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کی ظاہری بے سرو سامانی کے باوجود اس یقین کامل کے ساتھ ان قوموں کا تسخر اور استہزاء سورہ المرعد میں بیان فرمایا۔ ولقد استہزیئ بوسل من قبلک، اگرچہ ساری ظاہری قوتیں مخالف ہوں حتیٰ کہ ماں باپ سے بھی بیزاری کی نوبت آجائے جیسا کہ سورہ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو پیش فرمایا اسی کے ساتھ ساتھ

ایک بدکردار مقابلہ خداوندی میں گستاخ قوم قوم لوط کی تباہی پر ان کھنڈرات کو واپس بہا سبیل مقیم بطور تاریخی اور روشن شہادت کے سورہ الحج میں بیان فرمایا۔ آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر و تحمل کی تلقین کرتے ہوئے بشارت دی اور مسلمانوں کو بھی سورہ النحل میں فرمایا۔ ان اللذین مع الذین اتقوا الایۃ۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تمثیل دی کہ کسی کی تعلقہ کا کم ہونا یا اس کا چھوٹا ہونا کامیابی کے منافی نہیں۔ آخر شہد کی مکھی حجم میں چھوٹی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کا امثال کرتے ہوئے سارے دکھوں کا علاج نہیں بلکہ شفا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور روحانی جسمانی تمام امراض کے لئے عظیمہ خداوندی شفاء کا ملہ و تنزل من القرآن ما ہو شفاء کا ذکر اسی سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا جس تنزیر پر مشرکوں نے استہزاء کرتے ہوئے بطور استہزاء کے، اذکنا عظاما ورفانا کہا اس کا اس دنیا میں تاریخی شہادت کے ساتھ جواب دیتے ہوئے سورہ الکہف میں اصحاب کہف کا تین سو نو سال بعد دوبارہ زندہ ہو جانا پیش فرمایا۔ سورہ مزیم میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان فرمایا کہ وہ بلا اسباب بھی جو چاہے کر سکتا ہے حضرت زکریا اور یونس بیوی باجھ مار لڑ کا عنایت فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ پیدا فرمایا اس لئے یقین رکھا جائے کہ یہی قدیر خدا دوبارہ زندہ فرما دے گا۔ سورہ طہ میں صاف فرمایا منھا خلقنا کم و فیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخری اور وہ دن ہر دست سمجھو موت قیامت کا پہلا زینہ اور پہلی سیڑھی ہے اقرب للناس حسابہم و ہم فی عقلۃ معروضون کو سورہ الانبیاء میں فرمایا اور ساتھ ہی اس عقیدہ کی عظمت اور اہمیت بیان فرمادی کہ جملہ انبیاء علیہم السلام نے اس بنیادی مسئلہ کو بیان فرمایا مگر قوم نے تمسخر اور استہزاء کیا نتیجہ کے طور پر حشری جعلنا ہم حصیداً خا بدین فرمایا۔ اس لئے لوگوں کو اس زلزلۃ الساعہ سے سورہ الحج میں ڈرایا اور ساتھ ہی مطیع اور فرماں برداروں کو حج کو حکم دیا کہ وہ ارکان حج احرام اور وقوف عرفات وغیرہ کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں حج کے علاوہ مسلمانوں پر دوسری عبادتیں بھی فرض ہیں اور ان ہی سے ادا کرنے سے فلاح اور نجات کا مسئلہ سورہ المؤمنون میں فرمایا۔ فرماں بردار کو شہرک جیسے

گندے عقیدہ سے کامل احتراز کرنا ضروری ہے جو سر اس پر بہتان اور افتراء ہے جس کو اسی سورۃ کی آیت  
 ۱۱ میں بیان فرمایا۔ جس طرح حقوق اللہ کا ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح مسلمان کے لئے حقوق العباد  
 کا ادا کرنا ضروری ہے جس میں کسی پاک دامن پر بہتان اور افتراء اتنا بڑا جرم ہے کہ وہ مسلمان اب کامل با  
 اعتماد نہیں رہا ولا تقبلوا لهم شہادۃ ابداً اگر وہ صحیح مجرم ہو تو اس کی سزا بھی اسی سورہ  
 النور میں بیان فرمادی۔ ایسے بد اخلاق اور بد کردار لوگوں کا انجام اس دنیا میں بدترین ہو کر رہتا ہے  
 سورہ الفرقان میں مطیع اور فرماں برداروں کی فرماں برداری اور نافرمانوں کی نافرمانی سے پیدا شدہ  
 نتائج کو بیان فرمایا۔ مطیع اور فرماں برداروں کے لئے رحمت خداوندی اور نافرمانوں کے لئے  
 عذاب خداوندی کو سورہ الشعراء میں یک جا بیان فرماتے ہوئے بار بار ان ربک طھو العزیز العزیز  
 کا ارشاد فرمایا۔ اگرچہ شیطان بندے کو مغرور اور سرکش بنائے رکھتا ہے اور اسے دھوکہ کا شکار  
 رکھتا ہے۔ مگر حقیقت ہمیشہ غالب آتی ہے آخر ملکہ سب کو سلیمان علیہ السلام نے کس نے ذلیل کر  
 پیش فرمایا۔ سورہ النمل اسی حقیقت کا بیان ہے۔ فرعون کا نعرہ انار کھم الاعلیٰ کس طرح خاک  
 آلود ہوا سورہ القصص اس کی تشریح فرماتی ہے۔ کفر و شرک عصیان اور نافرمانی کے قلعہ کتنے ہی  
 حسین اور دلفریب نہ ہوں ان کی حقیقت بکڑی کے جانے سے زیادہ نہیں۔ ان اوھن البیوت  
 لبیت العنکبوت کو سورہ عنکبوت میں فرمایا۔ جو قومیں ہلاک ہوئیں وہ دنیاوی طور پر  
 عقلمند اور صاحب بصیرت تھیں مگر آسمانی ہدایت کا مقابلہ کیا تو ٹٹ گئیں اب بھی تم دیکھ لو گے کہ  
 سلطنت روم کی شکست پھر فتح اور پھر اس پر اسلام کا غلبہ یہی بتائے گا کہ علم و دانش وہی مجبوت  
 اور معتبر ہے جو اپنے رب اور خالق کا مطیع بنائے نہ کہ سرکش بنائے۔ لقمان حکیم اس قدر علم و حکمت  
 کے باوجود اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار رہا اور یہی بات اس نے اپنے بیٹے کو بھی فرمائی سورہ لقمان میں  
 اس کو ذکر فرمایا۔ یہ فکر آخرت اور خشیت الہی ہر وقت سورہ الم السجدہ میں مطیع اور فرماں برداروں  
 کی علامت بتائی کہ ان کی رات کا آرام اور سکون اطاعت خداوندی اور اس کے حضور میں سر بسجود  
 ہونے میں ہوتا ہے جس قدر زیادہ قرب خداوندی ہو اسی قدر زیادہ انابت اور رجوع الی اللہ

ضروری ہے سورہ الاحزاب میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات سے دو ٹوک  
 خطاب یا دنیاوی عیش کو اختیار کرو اور یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کرو۔  
 لیکن یاد رہے دنیاوی عیش و معاش انسان کی عاقبت تو برباد کرتا ہی ہے اس دنیا میں وہ تماشا گاہ  
 علم بن جاتی ہے تو سب کا حال معلوم کرنے کے لئے سورہ سبأ کو پڑھ لیا جائے۔ کہ کس قدر آسودہ  
 اور عیاش قوم تھی مگر آج کھنڈرات مرثیہ خوانی کر رہے ہیں۔ اس لئے دنیاوی جاہ و مال عیش و عشرت  
 پر بھروسہ نہ رکھا جائے ہر حال میں سب سے بے نیاز غنی اور تمام تعریفوں کا مستحق اور باری موصوف  
 تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کو سمجھانے کے لئے ہر امت کو اپنے اپنے انبیاء نے سمجھایا اس کو  
 سورہ القاطر میں بیان فرمایا۔ اب سب سے آخری نبی جو سب نبیوں کے سردار ہیں کے مخاطب ہیں  
 اس بات کو سمجھا رہے ہیں اور یہ سب سے آخری اور کامل الہام ربانی ہے خوب غور سے سن لو تم کو  
 ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہو گا جس اللہ تعالیٰ نے شجر خضر سے آگ نکالی وہ تم کو دوبارہ زندہ  
 کرے گا اور تمہارے سب اعضاء خود تمہارے اعمال کے گواہ ہوں گے۔ آخر تم حشر اجساد کے کیوں  
 منکر ہو؟ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تم کو کس نے مٹی سے پیدا کیا۔ کیا تم خود پیدا ہوئے یا تمہارا پیدا کرنے والا  
 خداوند قدوس ہے۔ سورہ الصافات میں حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور دیگر  
 انبیاء علیہم السلام کی اقوام کا حشر دنیاوی طور پر بیان فرمایا اور سب نبیوں کی دارین کی نجات اور  
 کامیابی کا اعلان سلام علی المرسلین کے ذکر اقدس سے فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کا کردار اور ان کی  
 اطاعت خداوندی اور رب کریم کے سامنے مطیع اور فرماں بردار رہنا ہر حال میں رہتا ہے۔ ظاہری  
 وجاہت اور شان و شوکت ملے تب بھی جیسا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام تھے  
 اور اگر تکلیف اور دکھ ملے تب بھی دوبارہ خداوندی کے پرستار جیسا کہ ایوب علیہ السلام تھے سورہ  
 ص ان پاکیزہ اور برگزیدہ انسانوں کے حالات پر مشتمل ہے۔ ساتھ ہی جس میں ایسے لوگوں کا ذکر  
 بھی فرمایا جو اپنے مالک اور خالق کے مقابلے میں اجاتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن ان انبیاء علیہم السلام  
 اور اعیان برحق کی آمد کا اقرار کرتے ہوئے جہنم میں داخل کر دئے جائیں گے جیسا کہ سورہ زمر میں فرمایا۔

اگرچہ قوموں نے انبیاء علیہم السلام کی بات قبول نہ کی اور ان کے مقابلے میں مگر اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول  
 علیہم السلام اپنے عقیدہ اور اعتقاد پرستقل مزاجی سے قائم رہے ان منکروں کو قیامت کی سزا کے علاوہ  
 دنیاوی سزا بھی ملی جیسا کہ سورہ حم السجده میں قوم عاد و قوم ثمود کی دنیاوی تباہی اور بربادی کا ذکر فرمایا  
 اور سورہ الشوریٰ میں مکہ مکرمہ اور قریب و جوار کے کافروں کو متنبہ فرمایا۔ کہ عذاب دنیاوی کو جلدی نہ مانگو  
 بلکہ عذاب خداوندی سے ڈو اس سورہ میں ایمان بالغیب کو تفصیل سے بیان فرمایا۔ سورہ الزخرف  
 اس دنیا کی بے ثباتی کو بیان فرمایا کہ جس کے نقشے میں قیامت کے فکر سے غافل بن جاتے اسی سورہ  
 میں قیامت کی علامت یعنی آمدن عیسیٰ علیہ السلام کو بیان فرمایا اور سورہ الزخرف میں قیامت کی  
 دوسری علامات میں بھی بعض کا ذکر فرما کر جنتیوں اور روزخیموں کی کچھ نعمتوں اور کچھ تکالیف کا ذکر فرمایا  
 سورہ الحجاشیہ میں کافروں کے ایک شبہ کو بیان فرمایا کہ وہ یہ کہتے ہیں اگر واقعی انبیاء علیہم السلام جو  
 فرماتے ہیں وہ سچ ہے تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھاویں۔ سورہ الاحقاف  
 میں فرمایا کہ یہ سب کچھ ہو جائے گا ذرا صبر اور ہوش سے کام لو عذاب کا لانا اور فوراً دو ٹوک فیصلہ کر لو  
 یہ نبیوں کا کام نہیں۔ بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار ہے جب وہ چاہے کر ڈالے لیکن غور و فکر کر  
 سے اس پیغام حق (قرآن) کی صداقت ذہن نشین ہو سکتی ہے آخر جنات جیسی سرکش مخلوق نے بھی جب  
 غور و فکر سے کام لیا تو فوراً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے سورہ محمد میں جس کا  
 دوسرا نام القتال بھی ہے واضح طور پر سید و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم اور اس پر  
 اسلام کے کامل اور کامیاب ہونے کا اعلان فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر تم نے اس دین سے منہ موڑو  
 تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تو باقی رکھنا ہے اس کے لئے دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا جو ظالم  
 باطن میں دین کے سچے خادم ہوں گے سورہ الفتح میں اس فتح کامل کا اعلان بھی کر دیا کہ وہ تو فتح پیروز  
 جس کا ساری دنیا اقرار کرے گی۔ اس لئے سچے اور آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق  
 سے ایمان لاؤ اور ان کی ہر بات کو بلا چون و چرا اور تنقید و ترمیم قبول کرو اس اطاعت اور فرمان  
 کے آداب سورہ الحجرات میں بیان فرمائے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ تمہاری ظاہر میں آنکھیں اچھکیں



بات کو نہ دیکھ سکیں لیکن کمال ادب اور انقیاد و اطاعت تو یہ ہے کہ بن دیکھی باتوں پر یقین لاؤ اسی کا نام ایمان بالغیب ہے اس انکار اور اس کے جواب کو سورہ ق میں بیان فرمایا اور نبیاً علیہم السلام کے ساتھ استہزا کرنے والوں کا انجام بد اور نبیاً علیہم السلام کے کمال ایمان اور یقین کو الزاریات میں بیان فرمایا۔ کہ قوم لو ط کس طرح تباہ ہوئی اور رت ابراہیم علیہ السلام نے باوجود کبرستی کے کس طرح اعطاء اولاد کی بشارت پر یقین کامل فرمایا۔ دنیاوی عذاب تو چند روزہ ہے مگر ابدی عذاب ابدی ہے اور وہ ضرور آکر رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی اس کو سورہ الطور میں بیان فرمایا۔ عذاب و ثواب جزا سزا یہ سب باتیں اسی وقت قابل تسلیم ہو سکتی ہیں جبکہ ان باتوں کے بیان فرمانے والے آقا اور مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو منجانب اللہ مصدقہ سمجھا جائے اس صفت رسالت اور منقبت نبوت کو سورہ التجم میں بیان فرمایا۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر حستی دلائل بھی اس قدر کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔ البتہ چند دلائل اور معجزات ایسے ہیں کہ جن تک انسانی رسائی ناممکن ہے۔ اس معجزہ عظیم شق القمر کو سورہ القمر میں ذکر فرمایا۔ سورہ الرحمن میں آپ کی نبوت کاملہ اور شاکہ جن والہ کو بیان فرماتے ہوئے انسانوں پر اپنی بیکراں نعمتوں کو بیان فرمایا کہ انسان کو چاہئے ایسے عظیم رب (پالنے والے) پر ایمان لائے اتنے بڑے محسن اور مربی کی ایک دو نعمت کا انکار بھی خلاف حکمت اور عبدیت کے خلاف ہے تو اس قدر انعامات و کرامات کرنے والے رب کی نعمتوں کا انکار کس طرح صحیح سمجھا جا سکتا ہے سورہ الواقعة میں انسان کی بے بسی اور عجز حقیقی کو بیان فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے نظام ربوبیت سے کرم نوازی نہ فرمائے تو انسان آگ ہوا پانی، تک کو اپنے لئے میسر نہیں کر سکتا یہ ساری کائنات اور انسانی ضروریات اسی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ اپنے عظیم پروردگار کی عبادت میں سرشار رہے۔ خود بھی اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرماں بردار رہے اور دوسروں کو بھی اسی طراط مستقیم پر چلانے کی کوشش کرے انبیاء علیہم السلام اسی مقصد عظیم کو لئے گئے اور حبیب باطل ان کے مقابلہ میں حد سے بڑھنے لگا تو انہوں نے طاقت کا استعمال بھی کیا جیسا کہ سورہ الحج میں

سورہ کا جھگڑا رکھ کر کیا ہے اور اس کے لئے جو اس

سورہ کے تحت ہے ان کو ۱۰۶ جملہ آیات میں

جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو اس کا کفار و کافران

میں بیان فرمایا جب پہلی امتوں نے انبیاء علیہم السلام کی تلقین فرمودہ تعلیم سے منہ موڑ لیا اور خود اپنی طرف سے مسائل گھڑنے شروع کر دیئے تو وہ امتیں ہلاک ہو گئیں اس لئے قرآن نے رہبانیت سے روکتے سورہ الحج اولہ میں مسئلہ ظہار کی تردید کرتے ہوئے انبیاء اور رسول علیہم السلام کے اختیار کردہ راہ حق کی کامیابی کو بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق اور اسی کی ذات پر پورا یقین اور اعتماد و کفایت اور مشرکین اور دوسرے دینی معاندوں اور مقابلوں پر غالب کر دیتا ہے۔ سورہ الحج میں یہودیوں کی بزدلی اور ان کی شکست اور مسلمانوں کی فتح اور کامرانی کو بیان فرمایا۔ غیر مسلموں سے جہاد کے کچھ شروط اور قواعد ہیں اور کچھ اس کی حدود ہیں۔ ان حدود کو سورہ الممتحنہ میں بیان فرمایا۔ سورہ الصف میں جہاد کی فضیلت اور اس امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحبہا السلام والتمیہ کی کامرانی کو بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی اس بشارت کو ذکر فرمایا جو آپ نے سید و عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمائی ہے۔ سورہ الحج آپ کے فضائل اور آپ کی نبوت کاملہ ختم نبوت کو بیان فرماتے ہوئے مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ دین کی اشاعت جہاد پر موقوف ہے اور مجاہد وہی بن سکتا ہے جو موت سے ڈرے دنیاوی مال و منال کا خواہش مندان بندشوں میں پڑ کر حقیقی مقصد سے غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ سورہ تغابن میں مال اور اولاد کو فتنہ سے تعبیر کرتے ہوئے قیامت کے نقصان عظیم سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ لیکن ہر اولاد اور ہر مال اور نہ ہر بیوی فتنہ ہے بلکہ ان کو صحیح راستے پر چلانے سے یہ رحمت اور برکت بن جاتے ہیں سورہ الطلاق میں عورتوں کے حقوق کو بیان فرمایا حسن معاشرت کے ساتھ اگر نبھانہ ہو سکے اور نوبت طلاق تک آپہنچے تو پھر تمہارا اخلاقی فریضہ یہ ہے کہ طلاق بھی شریفانہ طریقہ پر دو۔ مردوں کو بالادستی اور فوقیت تو حاصل ہے مگر اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ وہ عورتوں کو مقبول بارگاہ خداوندی نہ سمجھیں بلکہ جس طرح مردوں میں نیک و بد موجود ہیں۔ اسی طرح عورتوں میں بھی ہیں بلکہ بعض اوقات تو عورتیں راہ حق کے لئے بڑی سے بڑی قربانی بھی دے ڈالتی ہیں آخر امراتہ فرعون بھی تو ایک عورت ہی تھی مگر کس طرح راہ حق میں ثابت قدم رہی کہ قتل

صہف کے صراحت کریم کی ابتدا اور اس میں جو ریلو و سہا سہا  
ہی کو خود اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں <sup>۱۰۷</sup>   
۱۰۷

نے اس کو مومنوں کے لئے معیار حقانیت کے طور پر پیش فرمایا یہ بات سورۃ التحریم میں ارشاد  
فرمائی پہلی سورۃ تحریم میں فرعون کی بیوی کا ایمان لانا اور فرعون کی ناکامی کو بیان فرمایا۔ سورہ المملک  
میں فرمایا یہ سب بتان اذری ہیں حقیقی بادشاہ اور ہر چیز پر قادر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس  
کی شہنشاہی اور حقیقی بادشاہی کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ وہ موت اور حیات کا مالک  
ہے جسے چاہے زندگی بخشے اور جسے چاہے موت سے دوچار کر ڈالے یہ طاقت کسی میں بھی نہیں  
اسی مسئلہ کو اسیہ خاتون نے عقیدہ کے طور پر یقین کر لیا تھا اور مجازی شہنشاہی کے نام ڈراؤ  
اور غب روندتے ہوئے صبا بر رہی اور چند روزہ زندگی کو حقیقی دائمی زندگی پر نثار کر دیا آج کے سب  
متکبر اور مغرور خود بزبان حال اور بزبان قال قیامت کے دن اقرار کریں گے کہ ہم گنہ گار اور سرکش  
تھے مگر اس وقت کے اقرار سے کیا فائدہ؟ قیامت کا عذاب تو ہو ہی گا ہم تو دنیا میں بھی عذاب لانے  
پر قادر ہیں اور کبھی کبھی عبرت کے طور پر عذاب لے آتے ہیں جیسا کہ سورۃ القلم میں فرمایا کہ انسانوں کے  
سب اعمال ہمارے علم میں ہیں اور ہم دنیا میں کبھی کبھی عذاب دے ڈالتے ہیں جیسا کہ اصحاب الجنۃ  
بانغ والوں کا قصہ مشہور ہے۔ اسی طرح قوم ثمود اور عاد یسی زبردست جاہل اور وقتی طور پر ترقی یافتہ  
قوم کو تہ وبالاکر کے رکھ دیا کہ آج ان کا ایک فرد بھی باقی نہیں جیسا کہ سورہ الحاقہ میں فرمایا۔ اگرچہ منکر  
اس عقیدہ پر ایمان اور یقین نہیں رکھتے اسی لئے وہ اس عذاب کے بارے میں شکوک و شبہات  
پیدا کرتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام اسی یقین پر ثابت اور جازم رہے آپ کو بھی اسی کی تلقین کی گئی  
کہ یہ بات ضروری ہے۔ اس کو سورۃ معارج میں بیان فرمایا۔ اور ان کو سمجھا دیجئے کہ عذاب الہی کو  
کوئی طاقت روک نہیں سکتی اور نہ ہی عذاب الہی کو کوئی قوم برداشت کر سکتی ہے نوح علیہ السلام  
نے کس قدر صبر اور برداشت سے کام لیا مگر جب اس سرکش قوم پر عذاب آیا تو اس نے بھی ساری  
دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس لئے دنیا والوں کو چاہئے کہ وہ عقل و دانش اور تدبیر سے کام  
لیں اور دل کے کان لگا کر اللہ تعالیٰ کی بات سنیں تو سمجھ میں آجائے گی اور دل قبول کرے گا آخر  
پہنوں جیسی سرکش قوم نے بھی ایمان لائے بغیر چارہ کار نہ سمجھا اور وہ بھی فامنا بہ پکار اٹھے

اس کو سورۃ الجحیم میں بیان فرمایا جس حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی مخالفت ہے انہی پر جہنم  
جان نثار کرنا فخر سمجھتے تھے۔ اس لئے سید و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ المزلزل میں ارشاد فرمایا  
کہ آپ صبر و تحمل سے کام میں لگے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کا حامی اور ناصر ہے۔ رات کی خلوتوں میں زیادہ  
رجوع الی اللہ کریں میری بات کو ان تک پہنچاتے رہیں۔ ان کی سرزنش اور سزا یہ میرا کام ہے یہی  
بات سورۃ المدثر میں بیان فرماتے ہوئے سورۃ الدھر میں شرا جساد اور انسانی طاقت کی بے ثباتی  
کو بیان فرمایا۔ کہ پانی کی بوند سے سمیع اور بصیر بننے والا کیا اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں یقیناً قادر  
ہے۔ اس لئے جو لوگ خداوندِ قدوس پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے ابدی راحت اور خوش حالی ہے  
اور جو گستاخ اور نافرمان ہیں وہ قیامت کے دن عذابِ جہنم کے مستوجب ہوں گے اور اس وقت  
اپنی بد بختی کا تاہم کریں گے۔ مگر اس وقت کیا فائدہ؟ سورۃ المرسلات میں اس کو بیان فرماتے  
ہوئے سورۃ التبیاء میں قیامت کی ہولناکی اور مطہح فرماں بردار بندوں پر الطاف الہی کا  
مذول بیان فرمایا۔ سورۃ والنار عات میں دوسری چند عبرت آموز باتیں کرنے کے ساتھ ہی دنیا  
کی بے ثباتی کو بیان فرمایا کہ جس دنیاوی عیش و عشرت کے لئے قیامت کے منکر ہیں۔ یہ ساری عیش و  
لذت قیامت کے دن صرف تھوڑی سی دیر کا منظر اور جلوہ ہوگی سورہ عیس میں آپ کو خطاب فرمایا  
کہ جو لوگ قیامت سے ڈرنے والے ہیں ان کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ اور وہی اس تذکرہ (قرآن  
عظیم) سے فائدہ حاصل کریں گے۔ انسان کی نافرمانی اور ناقدری کو بیان فرمایا کہ یہ بھی عجیب مخلوق ہے  
اگر سوچ اور سمجھ سے کام لے اور وہ اپنی روزانہ زندگی کے لیل و نہار کو مشاہدہ کرے تو اس کے ذہن میں  
بات آسکتی ہے سورۃ التکویر، الانفطار، التطقیف، الانشقاق میں علامات قیامت  
کو بیان فرمایا۔ سورۃ المیراج میں مکزیب کا دنیاوی انجام بد اصحاب الاخدود کی ہلاکت کی شکل  
میں بیان فرمایا۔ سورۃ الطارق، الاعلیٰ، العاشیہ میں قیامت کی ہولناکی، اور ہلاکت اور  
شدت عذاب کو بیان فرمایا سورۃ الفجر میں دنیاوی عذاب برائے منکرین، اعمال مضیدہ برائے حسود  
خاتمہ اعمال بد برائے سو خاتمہ کو بیان فرماتے ہوئے راہِ جنت کی نشاندہی فرمادی۔ سورۃ البلاء

میں عباد اللہ کی کچھ علامات (غلاموں کا آزاد کرنا، مسکینوں کو کھانا کھلانا، اقربا پروری) بیان فرمائی  
سورۃ الشمس اللیل میں قیامت ہی کے حالات کو بیان فرمایا۔ ان سب باتوں پر ایمان اور عقیدہ  
تب پیدا ہو سکتا ہے جب کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظیم کا اعتراف اور یقین  
ہو سورۃ الضحیٰ اور الشرح میں مقام رسالت کو بیان فرمایا۔ اور سورہ و التیسح میں اس امر کا  
اعادہ فرمایا اور انسانی شرافت عطیہ خداوندی ہے مگر یہ اسی وقت تک ہے جب تک اللہ تعالیٰ  
کے احکام کا پابند رہے سورۃ العلق میں آپ کو اپنے فرض منصبی اداء رسالت اور پیغامات خداوندی  
کا حکم دیتے ہوئے آپ کو بشارت دی کہ ان مجرموں اور منکروں کو ہمارے حوالہ کر دیجئے۔ ان کا ہم  
انتظام کر لیں گے۔ سورۃ القدر میں اس پیغام کی عظمت کا بیان ہے جو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
پر نازل ہوا اس کی عظمت کا کیا ٹھکانا؟ جس رات یہ پیغام اترا وہ رات ایک ہزار مہینوں سے  
بہتر اور با عظمت و باوقار ہے۔ سورۃ البینہ میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رفیعہ اور  
اس کا کلام کی شان عظیم کو بیان فرمایا۔ اس کلام کا ایک بڑا اثر یہ ہے کہ اس کے پڑھنے، سننے، عمل  
سے خشیتہ خداوندی پیدا ہوتی ہے۔ اور خشیت الہی ہی سے قیامت کا یقین پیدا ہوتا ہے جس  
میں ہر عمل قلیل اور عمل کثیر کو بندہ دیکھ لے گا اور اس کو اسی کی سزا اور جزا دی جائے گی۔ عمل خیر میں  
مجاہدوں کے گھوڑوں کی ٹاپیں تک شمار ہوگی جیسا کہ سورۃ و العالیٰ میں بیان فرمایا۔ عمل خیر اور عمل  
شر کے محاسبہ کے بعد یا تو حقیقت ملے گی اور یا جہنم رسید ہو گا۔ جس عذاب قیامت اور عذاب قبر  
کے ساتھ نافرمان اور گستاخ آج ٹھٹھا کرتے ہیں۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے اس عذاب کو اپنی  
ان آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اس کو سورۃ التکاثر میں بیان فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ انسان کی نافرمانی  
اور سرکشی کی سب سے بڑی وجہ مال کی حرص اور اس کو جمع کرنے کی خواہش ہے حالانکہ زمانہ اس  
بات پر گواہ ہے کہ انسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے دنیا سے مرٹ گئے نہ خدا ہی ملانہ وصال صنم  
سورۃ العصر میں تاریخی واقعات کو بطور ناقابل انکار ترویج شہادت کے پیش فرمایا۔ اور سورۃ الہمز  
میں ایسے دنیا پرست خدا کے باغی اور نافرمان انسان کی دنیاوی اور اخروی سزا کا ذکر فرمایا۔ دنیاوی

صفت کے لئے سورہوں کے مابین رابطہ و مناسبت کو سمجھنے کے لئے اس کا  
میں کیا نیا نیا آیات کے درمیان باطنی و لفظی ربط کو بھی چند

سزا میں اصحاب القیل کا وہ واقعہ ذکر فرمایا جس کو قرآن مجید کے اولین مخاطب اہل مکہ جانتے تھے اگر  
خدا نخواستہ بیت اللہ کے بے حرمتی ہو جاتی اور پھر اس پر قابض ہو جاتا تو قریش کی عزت بھی جاتی رہتی  
اور معاشی طور پر بھی وہ قلاش ہو جاتے اس لئے ان کو تو بجائے مخالفت کے سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی اطاعت اور پیروی کرنی چاہئے شہرک پر لات مار کر تو حید کے غلام بن جانا چاہئے اس کو سورہ  
قریش میں بیان فرمایا۔ بھوک سے پیٹ بھر جائے تو اس منعم حقیقی کا شکر یہ ادا کرو اور اس کی مخلوق  
کے ساتھ حسن سلوک کرو الماعون میں اس کو بیان فرمایا ہر طرح کی قربانی (مالی - بدنی) ہی سے انسان  
کو خیر کثیر ملتی ہے جس میں دنیاوی بہتری - قرآن مجید کا عطیہ گرامی، حوض کوثر سب شامل ہیں اس کو سورہ  
الکوثر میں فرمایا۔ اس لئے آپ اپنے ذکر و فکر میں مصروف رہتے ان کافروں سے فرما دیجئے میں تم  
سے اور تمہارے معبودوں سے ہمیشہ بے نیاز اور منتظر ہوں گا لکم دینکم ولی دین مگر لاد رکھو  
عنقریب یہی شہر کیم مکرمہ فتح ہو جائے گا اور جس شہر میں مجھے تم ٹھہرنے نہیں دیتے اسی شہر  
میں میرے رحم و کرم کے محتاج ہو کر میرے دامن رحمت میں پناہ ڈھونڈو گے اور امن پاؤ گے اسی کو  
سورہ النصر میں فرمایا اور جو اب مجھے پتھر پارتے ہیں میری بدخواہی کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں یہ  
ابولہب اور اس کی صلاح کار بیوی دنیا ہی میں واصل جہنم ہوں گے ان کی یہ کنیر اولاد اور مال و  
دولت عذاب الہی سے نہ بچا سکے گا اب واضح طور پر اعلان فرمادیں گے کہ جس معبود پر حق کی طرف  
میں بلاتا ہوں اور جس پر میرا ایمان اور ایقان ہے نہ تو اس کی ذات میں کوئی شریک اور نہ ہی  
اس کی صفات میں بلکہ وہ تو اپنی ذات و صفات میں احد ہے یہ نامراد دشمن اب بزدلوں کی طرح  
چھپ چھپا کر حملہ کریں گے جا دو اور جنت منتز سے کام لیں گے مگر ان کی یہ شرارتیں بھی ناکام رہیں  
گی سورہ الفلق پڑھا کیجئے اور باطنی و سوسوں سے محفوظ رہنے کے لئے سورہ الناس  
کی تلاوت کرتے رہئے۔ الحمد للہ والشکر للہ۔

قرآن کریم کی ابتداء اور انتہا میں مناسبت

سورہ فاتحہ میں صراطِ ستقیم کی طرف راہ نمائی کی دعا سکھائی گئی اور سورہ بقرہ کے شروع

میں بطور جواب کے فرمایا کہ وہ ہدایت ذالک الکتاب ہے۔ مگر اس کتاب سے وہی سعید اور خوش بخت فائدہ اٹھا سکیں گے جو ایمان بالغیب کی دولت سے مشرف ہوں گے۔ اس کتاب حکیم میں کچھ حقیقتیں ایسی بھی ہوں گی جو انسانی عقول میں بزودی سمجھ میں نہ آسکیں اس لئے قرآن مجید سے راہ نائی حاصل کرنے کی اولین شرط یہ ہے کہ ایمان بالغیب ہو۔ مگر جو لوگ اس نورِ حق کے مخالف ہوں گے وہ آپس میں گٹھ جوڑ کر کے وساوس اور خطرات پیدا کرتے رہیں گے۔ دین کے دشمن کھل کر تو دین کی مخالفت کم کرتے ہیں زیادہ سعی مذموم یہ ہوتی ہے کہ خناسیت کو اختیار کرتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ بظاہر تو اتباع کا اعلان کرتے ہیں مگر دراصل کہیں گاہ سے حملہ آور ہوتے ہیں ایسے دشمن سے بچنے کے لئے خداوند قدوس کی پناہ میں آجانا چاہئے شاید اسی مناسبت سے سید و عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الناس کو آخر میں رکھا۔ واللہ اعلم

ف۔ یہ ربط جو سارے کلام مجید کا پیش کیا گیا ہے یہ الفاظ قرآنی اور معانی پر غور و فکر کے بعد مرتب کیا گیا ہے یہ اس تدبیر فی القرآن کا نتیجہ ہے جو اس طالب کو اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے اگر درست ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماویں اور اگر اس میں کچھ غامی ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما کر صحیح سمجھ عطا فرماوے۔ آیات قرآنیہ کا باہمی ربط۔ قرآن کریم کی سورتوں میں ربط کی مختصر سی بحث گذر چکی اسی طرح آیات قرآنیہ کا بھی باہمی ربط موجود ہے غور و فکر اور تدبیر سے کام لیا جائے تو آیات کا ربط بالکل واضح طور پر سمجھ آجاتا ہے ذیل میں چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

۱۔ سورہ بقرہ میں آیت از نمبر ۱۷۶ تا آیت ۲۱۷ بظاہر آپس میں بے ربط معلوم ہوتی ہیں کہیں تحویل قبلہ کا حکم پھر روزے کا اور ساتھ ہی قصاص و حج کا یہ سب احکام علیحدہ علیحدہ نوعیت کے ہیں لیکن اگر تدبیر کیا جائے تو ان میں ربط موجود ہے۔ پہلی آیت میں تقویٰ کا اجمالی تعارف کرتے ہوئے فرمایا اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون اب اس تقویٰ کے مختلف شعبے ہیں کچھ حقوق العباد ہیں اور کچھ حقوق اللہ ہیں چنانچہ ان سب کے آخر میں تقویٰ کی نشان دہی فرمائی قصاص کے متعلق فرمایا لعلمکم المتقون اور روزہ کے متعلق بھی فرمایا وصیت کے بارے میں

فرمایا حقاً علی المتقین اور حج کے بارے میں فرمایا فان خیر الزاد والتقویٰ گھروں کو سیدھے راستے سے آنے کے متعلق فرمایا ولكن البر من التقیٰ، خلاصہ یہ کہ جب تقویٰ کو موضوع سمجھا جائے تو اب ساری کی ساری آیات اس موضوع پر بالکل صحیح ربط کے ساتھ منطبق ہو جائیں گی۔

۲۔ سورہ بقرہ آیت ۱۵۵ میں ضمیر کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ان اللہ صابرين اس کے فوراً بعد صفا اور مروہ کو شعائر اللہ سے قرار دیتے ہوئے حج اور عمرہ میں ان کے درمیان سعی کا حکم فرمایا پھر اس کے بعد ما انزل اللہ کو چھپانے والوں کی سزا اور ان کے عذاب کو بیان فرمایا بظاہر یہ سب آیات غیر مربوط ہیں۔ مگر تفسیر فی القرآن کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا باہمی ربط کامل طریقہ پر موجود ہے صابریہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت کس طرح ہوتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کس طرح رفیع مقام عطا فرماتے ہیں اس کی مثال حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے صبر سے بیان فرمادی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے ایک مخلص بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد خداوند کریم کی تعمیل میں صبر اختیار کیا دو وہ پلٹے بچے کو، جوان سال بیوی کو گھر سے دور وادی غیر ذی زرع میں لاکر چھوڑ دیا۔ پھر بیوی نے کس قدر صبر کیا کہ جو بات اللہ کی طرف سے پہنچی اس پر بصدق دل عمل کیا۔ اس تمام تکلیف اور ابتلا پر ثابت قدمی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے بن گیا (فائدہ ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا اس لئے حاجیوں کو صفا مروہ کے درمیان سعی کا حکم دیا گیا۔ ۳۔ سورہ آل عمران کی آیت ۵۵ میں فرمایا کہ غزوة احد میں کچھ لوگوں کو شیطان نے بہکایا تھا اب اس کی چند صورتیں بیان فرمائیں:-

- الف۔ وہ شہداء کے وارثوں کے دلوں میں یہ شبہ ڈالتے ہیں کہ اگر جہاد کو نہ نکلتے تو نہ مرتے آیت ۱۶
  - ب۔ نبی علیہ السلام کے متعلق بعض کے دلوں میں ظلول کا شبہ ڈال دیا آیت ۱۶
  - ج۔ ان کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ آیت ۱۸
- علیٰ بن ابی القیاس کافی آیات میں قدرے مشترک یہ پائی جاتی ہے کہ شیطان کس طرح مسلمانوں کو راہ اطاعت سے بہکانے کی تجویز پیش کرتا ہے۔



۴۔ سورہ طہ میں فرمایا الرحمن علی العرش استوی اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ رحمن عرش پر اسی طرح جلوہ افروز ہے جس طرح ایک جسم کسی جگہ جلوہ نما ہوتا ہے حالانکہ یہ عقیدہ تو بالکل غلط ہے اس سے خداوند قدوس کا محدود ہونا لازم آجاتا ہے جو محدود ہو تو خدا کیسا ہر جگہ موجود و ہر جگہ کل شئی محیط ہے اس کے فوراً بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس تجلی کو بیان فرمایا جو آپ کو کوہ طور پر نظر آئی اور اس آگ میں سے یہ آواز آئی انی انا اللہ تو جس طرح وہاں آگ میں خداوند قدیر محدود نہیں اسی طرح عرش عظیم پر بھی محدود ہو کر متکبر نہیں۔

خلاصہ یہ کہ آیات کا باہمی رابطہ کامل وجہ سے موجود ہے اس میں غور و تدبیر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

## دوسرے قواعد کا بیان - قاعدہ

ہر سورۃ کی ابتدائی چند آیات سورۃ کے مضامین کی طرف اشارہ کرتی ہیں ابتدائی آیات میں تدبیر کرنے سے آنے والے مضامین کا خلاصہ اور اس کی جھلک مترجم اور مفسر کے ذہن میں آ سکتی ہے جیسا کہ سورۃ آل عمران کی ابتدائی آیات یہ ہیں:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝ تَا هُوَ الَّذِي يَصُوْرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ  
 كَيْفَ يَشَاءُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ - حروف مقطعات کی بحث میں گذر چکا ہے کہ یہ عموماً ان سورتوں کے شروع میں جن میں ایسے واقعات بیان فرمائے جو ناقص عقول تعجب کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہاں بھی یہ کلمات اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس سورۃ میں آنے والے واقعات شاید تمہاری سمجھ میں نہ آسکیں مگر جس طرح تم ان حروف مقطعات کا معنی نہ سمجھنے کے باوجود ان کو کلام الہی سمجھتے ہو۔ اسی طرح ان واقعات کو بھی صحیح سمجھو جو تمہاری ناقص سمجھ اور ناقص فہم سے بالاتر ہوں دوسری آیت میں اسم الہی الحی القیوم فرمایا۔ اس میں بھی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ہمیشہ زندہ رہنا کائنات کو تھا مگر صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے کوئی مخلوق جو پہلے نہ ہو پھر پیدا کی جائے

اور وہ اپنے وجود کی بھی حفاظت نہ کر سکے جو تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت نہ کرے وہ کس طرح  
معبود یا شریک معبود ہو سکتی ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ الٰھی ہے پیدا کرنا اسی کی صفت اور  
اسی کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو بلا باپ کے بھی پیدا کرے جیسا کہ مسیح ابن مریم علیہا السلام  
کو پیدا فرمایا۔ آگے چل کر اللہ تعالیٰ کی صفت موصوف کو بیان فرمایا کہ شکلیں بنانے والا تو وہی ہے  
ماں کے رحم میں بھی اسی کا تصرف چلتا ہے اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو رحم مادر میں بلا باپ کے  
پیدا فرمایا تو تمہیں اس میں کیا اعتراض ہے۔ اسی طرح :-

سورة النساء کی پہلی آیت میں فرمایا :- یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفسٍ  
واحدةٍ وخلق منها نر وجہا وبت منہا رجالا کثیرا و نساء و اتقوا اللہ الذی  
تسادلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا

اس آیت میں تدبیر کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ آنے والی آیات انسان کی دونوں  
قسموں مرد اور عورت کے حقوق بیان کرتی ہیں۔ اللہ سے ڈرنے کا حکم فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہی تمہارا  
رب ہے تمہیں وہی اللہ تعالیٰ پالتا ہے مال اور دولت تمہارا رب نہیں کہ تم غیروں کا مال کھاتے ہو  
پھر یہ فرمایا کہ اسی اللہ تعالیٰ نے تم سب کو نفسِ واحدہ سے پیدا کیا جس طرح مرد اولاد آدم ہونے کی  
وجہ سے آدمی کہلاتے ہیں اسی طرح عورت بھی اولاد آدم ہونے کی وجہ سے آدمی ہے پھر دونوں کے حقوق  
میں اس قدر فرق کہ ایک کا سب کچھ اور ایک کا کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح حضرت آدم کی بیوی حوا  
علیہا السلام بھی انسانی معاشرہ اور انسانی آبادی کا رکن عظیم ہے۔ تو چاہئے کہ عورتوں کے حقوق بھی  
ادا کئے جائیں۔ اسی طرح نائے اور رشتے کا لحاظ دوسرے دنیاوی امور میں رکھا جاتا ہے تو ان کو وراثت  
میں سے بھی حصہ دیا جائے یتامی کے اموال کو نہ کھایا جائے۔ اسی طرح قرآن مجید کی ہر سورت کے  
شروع میں غور و تدبیر سے حمد و تعالیٰ و توفیقہ سورۃ میں آنے والا مضمون سمجھیں آسکتا ہے۔

قاعدہ

”سباق و سباق کا لحاظ رکھنا۔ ہر کلام کا آگے پیچھا دیکھ کر ہی اس کا معنی مراد متعین کیا

جاسکتا ہے کسی بھی کلام کے مقدم اور مؤخر کو خیال نہ کر کے ترجمہ یا معنی مراد متعین کر لینا قواعد کلام کے  
سلسلہ خلاف ہے مشہور بات ہے کہ قرآن مجید کی آیت لا تقریوا الصلوة سے اگر بے نماز  
استدلال کر لیں کہ اس میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا اور وانتم سکار کی (سورۃ النساء ۴۳)  
کا لحاظ نہ رکھیں تو یہ ارشاد قرآنی کے سلسلہ خلاف ہو گا۔ قرآن مجید سیاق و سباق میں معنی مراد کو  
خود صاف اور واضح فرما دیتا ہے کسی خارجی تاویل یا تحقیق کی ضرورت ہی نہیں رہتی یہاں پسند  
مثالیں درج کی جاتی ہیں:-

۱۔ سورہ بقرہ آیت ۲۵۷ میں فرمایا والذین کفروا اولیاءہم الطاغوت لفظ طاغوت  
کا معنی بعض مفسرین نے کیا ہے کلما عبد من دون اللہ فهو الطاغوت (بلغۃ الحیران ص ۱۲)  
اور اس سے نتیجہ یہ نکالا اس معنی بموجب طاغوت جن اور طاغوتہ اور رسول کو بولنا جائز ہو گا۔  
حالانکہ اس معنی پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ عبادت تو حضرت مسیح علیہ السلام کی بھی کی گئی تو  
کیا (نعوذ باللہ) ان کو بھی طاغوت کے زمرہ میں شریک کیا جائے گا۔ حالانکہ قرآن مجید نے اسی آیت  
میں اسی کلمہ کے ساتھ طاغوت کا کام بھی بتا دیا یخیر جونہم من النور الی الظلمات اولئک اصحاب  
النار ہم فیہا خالدون کیا انبیاء علیہم السلام اولیاء امت اور علماء راسخ العقیدہ لوگوں کو  
ظلمات کی طرف لے جاتے ہیں یا ظلمات سے نکالتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ علماء کرام اور صلحا امت انبیاء  
علیہم السلام ظلمت سے نکال کر نور کی طرف سے لانے کی سعی بلیغ فرماتے ہیں اس لئے ان پر اس  
کلمے کا اطلاق سہرگز نہیں ہو سکتا۔ طاغوت کا کلمہ قرآنی زبان میں شیطان کے مترادف ہے  
جیسا کہ سورہ نساء آیت ۷۶ میں فرمایا:-

والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطان ان کید الشیطان  
کان ضعیفا اس آیت شریفہ میں لفظ طاغوت کی تعبیر شیطان کے لفظ سے کروی۔ شیطان کی دو  
قسمیں قرآن مجید میں ذکر فرمائی ہیں۔ شیاطین الانس والجن (سورہ الانعام ۳۳) یہ ظاہر ہے کہ جو  
کوئی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں لے آئے وہ شیطان بھی ہے اور طاغوت بھی۔ مگر اس میں

اس کی اپنی رضا اور خوشنودی شرط ہے اس لئے محققین علمائے طاعت کی تشریح میں فرمایا:-  
 ما عبد من دون الله وهو راضٍ ترجمہ جس کی اللہ کے مقابلے میں عبادت کی جاوڑہ اے پسند بھی کرے  
 (۲) سورہ الحاقم میں فرمایا:-

ولو تقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا  
 منه باليمين ثم لقطعنا منه الوتين  
 (۲۲۷ و ۲۲۸)

(توجہ) اور اگر وہ (نبی) کوئی بناؤنی بات ہمارے ذمے  
 لگانا تو ہم اس کا دایہ ہاتھ پکڑ لیتے پھر ہم اس کی  
 رگ گردن کاٹ ڈالتے۔

نبوت کا ذبح کے پیر و اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر ہمارا متنبی جھوٹا ہوتا تو اس آیت کی  
 روشنی میں وہ ہلاک کر دیا جاتا۔ حالانکہ اس آیت کے مقدم اور موخر کو بلا یا جائے تو یہ آیت سید عالم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیل پیش کرتی ہے پورا ارشاد قرآنی یہ ہے:-

فلا أقسم بمصابئون وما لا تبصرون ۝ انه لقول رسول كريم وما هو بقول  
 شاعر قليلاً ما تؤمنون ولا بقول كاهن قليلاً ما تذكرون ۝ تنزيل من رب العالمين  
 ولو تقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا منه باليمين ثم لقطعنا منه الوتين  
 فمما منكم من احدٍ عنه حاجرين ۝ آیت از ۳۸، ۳۹

(توجہ) پس میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے کہ یہ قرآن  
 کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں تم بہت کم ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کاهن  
 کا کلام ہے تم بہت کم سمجھتے ہو رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا کلام ہے اور اگر یہ معنی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)  
 ہمارے ذمے کچھ جھوٹی بات لگانا تو ہم اس کا دایہ ہاتھ پکڑتے پھر اس کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے پھر تم  
 میں سے کوئی بھی اس کو اس سزا سے بچانے والا نہ ہوتا۔

ان آیات میں سارا ذکر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جن پر کفار نے یہ الزام لگایا  
 تھا کہ یہ اپنی طرف سے عبارت بنا کر لاتے ہیں اور اس کو کلام اللہ کہہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ الطور  
 آیت ۱۳ میں بعینہ یہ اعتراض نقل کرتے ہوئے فرمایا:-

امریقولون تقوله بل لا یومنون (ترجمہ) ہاں کیا یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن خود گھڑا یا ہے بلکہ یہ تصدیق نہیں کرتے۔

اس لئے قرآن مجید نے ان کے لئے یہ اعلان فرمایا فلینا تو بحدیث مثله ان کانوا صادقین (ترجمہ) اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی کلام بنا کر لے آئیں۔

۳۔ سورہ نساء آیت ۹ میں فرمایا:۔ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفہم ذریہ ضعافاً خافوا علیہم فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولاً سدیداً (ترجمہ) اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہئے اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں جن کی انہیں فکر ہو اس لئے ان کو چاہئے کہ خدا سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔

اس آیت میں قبیلہ کے سرکردہ لوگوں اور حاکمان وقت کو نفسیاتی طور پر سمجھا گیا ہے کہ میت کے مال کو ضائع نہ کرو اور نہ ہی اس کی تقسیم میں چھوٹے بڑے کی تمیز رکھو بلکہ وارثوں کو پورا پورا حق پہنچاؤ اگر بعض ورثاء چھوٹے ہیں اور بعض بڑے ہیں تو تم بڑوں کی پاسداری کرتے ہوئے تقسیم وراثت میں گڑ بڑ نہ کرو۔ یا بعض طاقت ور ہیں بعض کمزور ہیں جیسا کہ عورتیں۔ تو تم خدا ترسی کو ملحوظ رکھو اور یہ تصور کر لو کہ اگر تم مر جاتے اور تمہاری اولاد کچھ کمزور ناتواں یا چھوٹی رہ جاتی اور تمہارے ورثاء مال کو غلط طریقہ پر تقسیم کرتے تو یہ کس قدر حسرتناک منظر ہوتا انسان کی فطرت ہے کہ کسی چیز کا جب اپنے متعلق تصور کرتا ہے تو بات کو سمجھ جاتا ہے اس لئے قوم کے باختیار لوگوں اور دوسرے متصرف لوگوں کو حکم دیا کہ وہ کسی مرنے والے کی غلط وصیت کی اصلاح کر سکتے ہیں اس میں ان پر کوئی شرعاً گرفت نہیں جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۱۸۲ میں فرمایا:۔

فمن خاف من موص جناً أو اثماً (ترجمہ) پس جو وصیت کرنے والے سے طرف داری یا گناہ فاسلح بینہم فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم  
 کا خوف کرے پھر ان وارثوں کے درمیان اصلاح کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس سیدھے سارے ترجمے اور تفسیر کو چھوڑ کر اس آیت سے زندگی کے بیمہ کا جواز نکالنا کس قدر ظلم اور قرآن عظیم کے ساتھ استہزاء ہے جیسا کہ موسیٰ جارا اللہ نے اس آیت کا عربی اصطلاحی ترجمہ یوں کیا۔ الذی لو ترک ذریعہ ضعا فاعاف علیہا الخش ان یترکہا ضعا فا اور اس کا اردو میں ترجمہ یوں کیا گیا۔ "جو لوگ اپنے چھوٹے بچوں کو فاقہ کشی کی حالت میں دانستہ چھوڑ کر مرے گئے وہ خدا کے خوف کے زیادہ مستحق ہیں" کیا عجیب ترجمہ اور استدلال ہے موضوع تو زندگی کے بیمہ کا جواز اور آیت سے وجوب ثابت کیا جا رہا ہے کیا ساری دنیا میں کوئی باپ ایسا ہے جو اولاد ویدہ فاقہ کش چھوڑنا چاہتا ہو یہ خواہش تو ہر باپ کی ہے کہ اولاد محتاج اور مفلس نہ ہو۔

اس آیت میں زندگی کے بیمہ کا کوئی ذکر نہیں ہے نہ ہی اشارہ یہ مضمون موجود ہے بلکہ قرآنی اشارہ تو اولاد اور اس کی تربیت کو بھی رب العالمین کے حوالے کرنے کی تلقین کرتے ہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا طرز عمل اور ان کی دعا قرآن مجید میں موجود ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ اور دو دھڑے پٹے بچے کو رب العالمین کرتے ہوئے یہ دعا کی:-

سَبِّئْنَا انِ اسْكُنْتَ مِنْ ذُرِّيَّتِي لَوْ اِدْرَاغِيْر ذِي زُرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمَحْرُومِ بِنَا لِيَقِيْبِ  
الصلواة فاجعل افئدة من الناس تهوى اليهم وارزقهم من الثمرات لعلها  
يشكرون (ترجمہ) اے ہمارے پالنے والے میں نے اپنی کچھ اولاد ایسے میدان میں بسائی ہے جہاں کھیتی  
تیرے عزت والے گھر کے پاس ہے ہمارے پالنے والے تاکہ نماز کو قائم رکھیں پھر کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف  
اور انہیں میوؤں کی لذت دے تاکہ وہ شکر کریں۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ انسان کو اسراف اور تبذیر سے دست کش رہ کر اپنی اور اپنی اولاد کے  
مال و دولت کا محفوظ رکھنا ان روئے تعلیمات قرآنی درست ہے۔ جیسا کہ اصحاب کہف جیسے  
وقت کے قصے میں موجود ہے کہ وہ بھی ہجرت کرتے وقت ساتھ کچھ رقم لے گئے تھے تب ہی تو یہ  
شعور آنے پر یہ کہا:-

فابعثوا احدكم بورقكم هذه الى المدينة (ترجمہ) اب اپنے میں سے ایک کو اپنا یہ روپیہ دیکر بھیجو اس  
(الکہف ۱۹)

یا جیسا کہ موسیٰ اور خضر علیہما السلام کو ان یتیم بچوں کی دیوار بنانے کا حکم دیا گیا تھا جن کے صالح  
 آپ نے ان کی ضروریات کے لئے دیوار کی بنیاد میں خزانہ دفن کروا دیا تھا۔ فرمایا  
 واما الجدار فکان لخلایم یتیمین (ترجمہ) اور جو دیوار تھی سو وہ اس شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی  
 فالمدینۃ وکان تحتہ کنز لہما وکان  
 اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باب  
 ابوہما صالحاً (آیت ۸۲) نیک آدمی تھا۔

لیکن قرآن و سنت کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے اموال کو سود کی ملاوٹ سے زیادہ کرنا کسی  
 طرح بھی اولاد کے عند اللہ نافع نہیں ہے۔ قرآن مجید نے تو فرمایا۔ ویمحق اللہ الربوا (بقرہ ۲۷۶)  
 بڑے مٹانے کی ایک سورت یہ بھی ہے کہ اولاد ہی ختم ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-  
 "سود اگرچہ بڑھتا ہوا نظر آئے اس کا انجام کمی ہے"

اور اس کمی کا اطلاق اولاد کی کمی پر بھی ہو سکتا ہے۔ جارا اللہ ز محشری اور دوسرے مفسرین نے فرمایا:-  
 والمراء بہم الاوصیاء امر و بان یخشوا اللہ فیخافوا..... خوفہم علی ذریعتہم لوتو کو ہم صنعا فا۔  
 (کشاف)

۴۴۔ سورہ النحل کی آیت ۶۷ میں فرمایا:- ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون  
 منہ سکرًا و رزقًا حسنًا ان فی ذلک لایۃ لِّقومٍ یعقلون ہ ترجمہ اور کھجور  
 اور انگور کے پھلوں سے تم بناتے ہو کچھ تو نشہ اور کچھ بہتر پاکیزہ رزق بھی۔ اس میں  
 بے شک عقلمندوں کے لئے ایک بڑی نشانی ہے۔

اگر اس آیت کے سیاق اور سباق کو تدبیر سے ملاحظہ کیا جائے تو اس سے نشہ کی اباحت نہیں  
 بلکہ نشہ کی حرمت بوجہ بلیغ معلوم ہو رہی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو بھی بیان فرماتے  
 ہیں اور ساتھ ہی ان کو عبرت کے طور پر بھی پیش فرمایا۔ اس آیت سے پہلی اور اس سے کچھلی آیت  
 کو ملا کر پڑھا جائے:-

فان لكم في الانعام لعلبرة فسقيكم ميا  
 في بطونهم من بين فريث ودم لبنا خالصا  
 سائغا للشاربين ومن ثمرات النخيل  
 والاعناب تتخذون منه سكرًا ورزقًا  
 حسنا ان في ذلك لآية لقوم يعقلون  
 وادحي ربك ان النخل ان اتخذى من  
 الجبال بيوتا ومن الشجر ومما يعششون  
 ثم كل من كل الثمرات فاسلكي سبيل  
 ربك ذللا يخرج من بطونها شراب  
 مختلف الوانه فيه شفاء للناس ان في  
 ذلك لآية لقوم يتفكرون (آیت ۶۷ تا ۶۹)

ادبے شک تمہارے لئے چار پایوں میں سوچنے کی جگہ ہے  
 ہم ان کے جسم سے خون اور گوبر کے درمیان خالص و دودھ  
 پیدا کرتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے  
 اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے نشہ اور اچھی غذا بھی  
 بناتے ہو اس میں عقل والوں کے لئے نشانی ہے اور تیرے  
 رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں  
 اور ان چھتوں میں گھر بنائے جو اس کے لئے بناتے ہیں پھر  
 قسم کے میووں سے کھا پھر اپنے رب کی تجویز کردہ آسمان  
 راہوں پر چلے ان کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے  
 جس کے رنگ مختلف ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفاء  
 ہے اس میں بھی سوچنے والوں کے لئے نشانی ہے۔

ان سب آیات کو یک جا مطالعہ کرنے سے مندرجہ ذیل امور واضح ہو جاتے ہیں

الف :- چار پایوں میں بھی عبرت انسانی کے اسباب موجود ہیں کہ وہ ایک ہی قسم کا چارہ کھاتے ہیں مگر اس سے  
 کچھ تو گوبر بن جاتا ہے اور کچھ خون اور کچھ خالص لذیذ دودھ۔

ب :- شہد کی مکھی پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے جس کے نتیجے میں اس کے پیٹ سے ایک  
 مشروب بھی نکلتا ہے لوگ اس کو کھاتے ہیں جس میں شفاء ہے۔

ج :- درمیانی آیت میں فرمایا کہ اے عقلمندو! تم عقل سے کام نہیں لیتے اگر تم عقل سے کام لیتے تو نشہ  
 آور چیزیں اور مسکرات ان پھلوں سے نہ بناتے۔ کسی چیز سے نتیجہ کے طور پر پیدا ہونے والی  
 چیز حلال اور قابل خوراک نہیں کیا گھاس اور بھوسہ سے پیدا ہونے والا گوبر اور خون بھی خوراک  
 بن سکتا ہے اور کیا شہد کی مکھی سے پیدا ہونے والا موم بھی خوراک بن سکتا ہے جب  
 تم ان میں سے خوراک کی وہی چیزیں استخراج کرتے ہو جو کھانے کے قابل اور مناسب ہیں۔



انگور اور کھجور سے پھر نشہ آور چیزیں کیوں بناتے ہوں میں سے تم کو رزق حسن کھانا چاہئے  
 نہ کہ نشہ جو عذاب خداوندی کا مظہر ہے۔ قرآن مجید ہی سے یوم عشر میں لوگوں کے عذاب  
 خداوندی کا مظہر ہے۔ قرآن مجید ہی سے یوم عشر میں لوگوں کے عذاب خداوندی میں مبتلا ہونے  
 کی کیفیت کو نشہ کے ساتھ تعبیر فرمایا:-

وترى الناس سكارى وما هم بسكارى  
 ولكن عذاب الله شديد (الحج ۷۱)

توجہ اور مجھے لوگ نشہ میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ  
 ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہوگا

اس طریقہ تفسیر اور تفہیم پر بہت سے اشکالات از خود دور ہو جاتے ہیں۔ (واللہ اعلم)  
 ۵۔ سورہ یونس آیت ۹۷ میں فرمایا:-

فان كنت في شك مما انزلنا اليك (ترجمہ) پس اگر تو شک میں ہے اس لئے ہم نے اتار تیری طرف  
 اس آیت کا خطاب اگرچہ آپ کو ہے مگر اس سے مراد آپ کی ذات مبارکہ نہیں۔ اس لئے کہ نبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو یا کسی بھی نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی ہدایت میں شک ہو نہ نہیں  
 ہو سکتا بلکہ انبیاء علیہم السلام تو یقین کی بہت بلند سطح پر فائز ہوتے ہیں چنانچہ جب اس کے بعد آئے  
 والی آیت ۱۰۱ کو ملاحظہ کر تفسیر اور ترجمہ کر دیا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے فرمایا:-

قل يا ايها الناس ان كنتم في شك من  
 ديني فلا اعبدا الذين تعبدون من دون  
 الله ولكن اعبدا للذي يتوفاكم و  
 اموت ان اكون من المومنين ۵

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے اے لوگو! اگر تم شک میں ہو میرے دین  
 سے تو یاد رکھو میں نہ پوجوں گا ان کو جن کو تم اللہ کے  
 سوا پوجتے ہو لیکن میں تو اسی اللہ کی عبادت کروں گا  
 جو تمہیں موت دیتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں  
 ایمان داروں میں رہوں۔

کہ آپ کا یہ خطاب تو تم کو ہے نہ کہ خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس خطاب میں مراد ہیں  
 اس قاعدہ کا لحاظ کرنے سے تکرار کا سبب باقی نہ رہے گا امام غزالی نے فرمایا کہ اگر بعض آیات میں تکرار  
 نظر آئے تو سیاق و سباق کو دیکھ کر ترجمہ کیا جائے تکرار خود بخود رفع ہو جائے گا اور صحیح معنی مراد

مستند ہے کہ ان میں سے کسی کے صدق اور کفر کو سنا کر سنا کر دیا  
 میں سے کسی کے صدق اور کفر کو سنا کر سنا کر دیا  
 متعین ہو جائے گا۔ (جو ماہر القرآن غزالی ص ۵۲) <sup>۱۲۲</sup>

## خاتمہ آیات قاعدہ

کسی ارشاد قرآنی کا صحیح مطلب اور اس کی تفسیر و حکم سمجھنے کے لئے آیات کے آخری الفاظ پر غور و تدبر سے کافی راہ نمائی حاصل ہو سکتی ہے اس کی بھی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ سورہ بقرہ آیت ۱۷۷ میں مسلمانوں کو وہ الفاظ کہنے سے روک دیا جن کے کہنے سے توہین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدشہ ہو۔ ارشاد فرمایا:-

يا ايها الذين امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرونا واسمعوا و للکافرين عذاب الیم  
 اے ایمان والو! راعنا کا کلمہ نہ کہو بلکہ انظرونا کا کلمہ ہو  
 اور بات کو سنو اور کان سروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت مقدسہ کو تو شروع تو اے ایمان والو کے خطاب سے فرمایا لیکن خاتمہ آیت پر فرمایا کہ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایسے الفاظ کہہ دینا جن سے گستاخی کا ارادہ بھی نہ ہو اس سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور وہ عذاب الیم کا مستحق قرار دیا جاتا ہے اس لئے قرآن کریم نے مسلمانوں کو نہایت ہی محتاط رہنے کا حکم فرمایا سورۃ الحجرات آیت ۱ میں فرمایا:-

يا ايها الذين امنوا لا ترفحوا اصواتکم (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آوازیں نیکی کی آواز سے بلند نہ کرو  
 اور نہ بلند آواز سے رسول سے بات کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہو کہہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خیر بھی نہ ہو۔  
 فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول  
 کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون

معلوم ہوا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آواز پر اپنی آواز بلند کرنے والے مسلمان کے سب اعمال باطل ہو جاتے ہیں آواز کا مطلب یہی ہے کہ جو بات سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

تمہارے لئے فرمائی اب تم اس کے مقابلے میں اپنی بات کو اس طرح نہ پیش کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کے سامنے پیش کرتے ہو ورنہ اس طرز عمل سے تمہاری سب نیکیاں اور اعمال صالحہ برباد ہو جائیں گے۔ اور جب سب عمل برباد ہو گئے تو پھر کیا رہا۔

۲- حج کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:۔ سورہ آل عمران آیت ۹۷

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مِرْسَطًا لِّیْهِ (ترجمہ) اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر اس گھر کا حج کو کرنا جو شخص سبیلًا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین | اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو اور جو کفر کرے تو اللہ سب جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

جس کی استطاعت بدنی اور مالی ہو اس پر حج کو فرض قرار دیا اور اس کی فرضیت کو اس قدر محکم فرمایا کہ اس کے ترک کو کفر کا کام قرار دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ مجھے ان کی عبادت کی کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی ان کی کوئی ضرورت ہے۔ یہ ارشاد و ترک حج کی شدید ترین مذمت فرماتا ہے اس کی تفسیر میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ملاحظہ کرنے کے بعد یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:-

”حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کے پاس آنے جانے کا خرچ ہو اور اس کے پاس سفر کے لئے سواری بھی ہو (کوئی رکاوٹ نہ ہو) اور پھر وہ حج نہ کرے تو اس بات میں کوئی فرق نہ ہو گا کہ وہ یہودی ہو کافر کے یا عیسائی ہو کافر کے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ حج لازم ہے جو جانے کی استطاعت رکھتا ہو“ (ترمذی)

۳- سورہ النساء میں وارثوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے اور نکاح کے لئے حلال اور حرام عورتوں کی فہرست بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

ان اللہ کان علیہما حکیمان۔ آیت ۲۷ (ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ کامل علم والا اور کامل حکمت والا ہے بلکہ اسی طرح قرآن مجید میں جہاں جہاں احکام ارشاد فرمائے وہاں تقریباً ہر جگہ علیہما حکیمان حکیم

فرمایا یہ کلمات مبارکہ قرآن مجید میں تقریباً ۱۳۳ دفعہ آئے ہیں اور ان میں سے اکثر کا تعلق کسی حکم کے ساتھ ہے جس کا فائدہ یہ نکلتا ہے کہ احکام خداوندی کی مخالفت کرنے کی دوہری صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو کوئی ذات اللہ تعالیٰ سے زیادہ علم والی ہو اس کا علم اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہو تو اس کا بنایا ہوا نظام معاشرت اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمودہ نظام سے بہتر ہو سکتا ہے یا حکمت اور کسی حکم کے نفع اور ضرر کو خداوند تعالیٰ سے زیادہ جاننے والا کوئی دوسرا ہو تو پھر بھی اس کی بات کا کچھ وزن ہو سکتا ہے لیکن جب ساری کائنات میں کوئی بھی ذات نہ ہو جو علم میں اور نہ ہی حکمت میں خداوند <sup>قدوس</sup> کا ہم پلہ تو کیا کچھ نسبت ہی نہ رکھتی ہو اس کی افواہ یا الغرغرش اور نافرمانی پر اللہ تعالیٰ کے حراموں کو حلال یا حلال کو حرام قرار دیا جائے کسی طرح بھی درست نہیں۔

۴۷ - سورہ توبہ کی آیت ۷۴ میں کفر کا کلمہ کہتے والوں کے متعلق فرمایا :-

ولقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد  
اسلامهم وهم بمالهم بينا لو اوصا  
فقموا الا ان اغناهم الله ورسوله من  
فضلهم فان يتولوا يك خيرا لهم وان  
يتولوا يعد بهم الله عذابا اليماف  
الدنيا والاخرة وما لهم في الارض من  
ولي ولا نصير

اور بے شک انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے اور انہوں نے قصد کیا تھا ایسی چیز کا جو انہیں پاس کے اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا کہ انہیں اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے دولت مند کر دیا ہے پس اگر وہ توبہ کریں تو ان کے لئے بہتر ہے اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب سے گا اور ان کو روئے زمین پر کوئی دوست اور کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اس آیت کے آخری کلمات پر غور کیا جائے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کے بعد کفر اختیار کرنے والا اپنے آپ کو اس کرۂ ارضی پر بے یار و مددگار سمجھے اب اس کے لئے کوئی دوست اور مددگار نہیں اب کوئی طاقت اس کو سزا اور عذاب سے نہیں بچا سکتی یہ الفاظ اس آیت کے سوا اور کسی آیت میں نہیں آئے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اب زمین میں اس کے لئے وراثتے ہیں

سنت نے اجماع حسنی کی آیات میں اہمیت کو کسی اور جگہ پر لکھا ہے۔  
 ۱۲۵  
 اس کے نزدیک اس کے نزدیک اس کے نزدیک

یا تو توہم کرے اور یا اپنے آپ کو اس مہیب سزا کے لئے تیار رکھے۔

# اسماء حسنیٰ

قرآن مجید میں اسماء حسنیٰ جہاں کہیں آئے ہیں وہاں ان کے ترجمہ اور تشریح میں خاص تعلق ہے جس آیت میں علیٰ کل شئیٰ قدیر فرمایا وہاں بکل شئیٰ علیم لانے سے ترجمہ اور تفسیر کا صحیح مفہوم فوت ہو جائے گا اسی طرح جہاں بدیع السموات والارض فرمایا حیم السموات والارض لانے سے مفہوم مراد ادا نہ ہو سکے گا۔ اس لئے ایک مترجم اور مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان مواضع اور آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے اسماء حسنیٰ کے مفہوم اور معنی مراد کا پورا پورا لحاظ رکھے۔ اس قاعدہ کی وضاحت چند آیات قرآنی سے کی جاتی ہے۔

۱۔ سورہ بقرہ آیت ۲۰۹ میں ارشاد فرمایا:

فان تر للتم من بعد ما جاءکم البینت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم

پس اگر تم پھسل گئے اس کے بعد کہ تمہارے پاس کھلی نشانیاں آئیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

اس آیت شریفہ میں اسماء حسنیٰ میں سے عزیز حکیم فرمایا جس سے پہلی شرط کی جزاء معلوم تو ہے کہ اگر اس قدر واضح آیات آجانے کے بعد بھی پھسل گئے تو تم کو سخت سزا دی جائے گی اور یہ سزا دینے والا وہ اللہ تعالیٰ ہے جو غالب ہے جو چاہے کر سکتا ہے اس پر کسی کو غلبہ اور طاقت حاصل نہیں اور عذاب دینے میں اس کی حکمت ہے، اب یہ معنی ان اللہ غفور رحیم سے حاصل نہ ہو سکتا۔ دینی ذوق سلیم اور ارشادات قرآنیہ سے لگاؤ، عربی زبان سے لفظی اور معنوی واقفیت اس طریقہ تفہیم کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

فائدہ: امام زکشی نے ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ایک قاری قرآن مجید کی آیت یوں پڑھ رہا تھا۔  
 السارق والسارقت فاقطعوا یدیہما جزا بما کسبا نکال من اللہ و اللہ غفور رحیم (المائدہ)

میں سے پہلے میں نے اس کا صحیح معنی میں لکھا ہے۔  
 ۱۲۶۔ اس کا صحیح معنی میں لکھا ہے۔  
 اس کا صحیح معنی میں لکھا ہے۔

وہاں سے ایک بدو نے گزرتے ہوئے سن لیا تو ازراہ تعجب کہہ پایا کہ کیا غفوریت اور رحمت ہے؟ کہ ہاتھ بھی کاٹ دینے کا حکم دیا اور بخش بھی دیا جب دوبارہ اسی قاری نے اس آیت کو دیکھ کر صحیح پڑھا اور کہا واللہ عزیز حکیم تو اس بدو نے کہا اب بات سمجھ میں آگئی کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے جو چاہے حکم دیدے اور اس میں حکمت ہوتی ہے۔

۲۔ سورہ الملک کی پہلی آیت ہے: تبارک الذی بیدہ الملک و هو علیٰ کل شیء قدید۔ اس آیت کے شروع میں ارشاد فرمایا: بڑی بابرکت وہ ذات عظیم ہے جس کے قبضے میں حکومت ہے تو یہاں یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ حکومت تو انسانوں کے ہاتھوں میں بھی ہے آخر یہ زمین بادشاہ بھی تو حکومت کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اور وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یعنی اس کی بادشاہی حقیقی ہے جو چاہتا ہے کر لیتا ہے اسی کا نام تو بادشاہی اور حکومت ہے اور جو دعویٰ تو بادشاہی کا کرے مگر قادر کسی چیز پر بھی نہ ہو وہ کیا حکومت اور کیا بادشاہی ہے اس لئے جب آیت کے آخر کو دیکھ کر ترجمہ اور تفسیر کی جائے گی تو قرآنی جامعیت اور ارشاد الہی کی افادیت واضح ہو جائے گی۔

۳۔ سورہ المائدہ آیت ۱۸ میں ہے حضرت مسیح علیہ السلام دربار خداوندی میں عرض کریں گے: ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم۔ اگر تو ان کو سزا دے تو تیرے بندے ہی ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو غالب اور حکمت والا ہے۔

ارشاد بالا سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام دربار خداوندی میں بنی اسرائیل کے متعلق ان کی مغفرت کی دعا فرما رہے ہیں اس لئے ارشاد فرمایا وان تغفرلہم حالانکہ مشرک کی تو مغفرت نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی نبی کو ان کی مغفرت کی سفارش کرنی چاہئے۔ لیکن یہ شبہ تب وارو ہوتا جب یہاں انت الغفور الرحیم کا ارشاد ہوتا۔ آپ نے تو سب اختیار کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کو قرار دیتے ہوئے عرض کیا کہ اگر تو ان کو عذاب دے تب بھی تجھ پر کوئی سوال اور اعتراض نہیں تیرے بندے ہی تو ہیں مالک اور مولیٰ جو چاہے کرے اگر باغی غلام کو سزا دے۔

تو اس کو کامل اختیار ہے اور اگر تو ان کو بخش دے تب بھی تو مالک اور مولیٰ ہے تجھے کوئی پابند نہیں کر سکتا۔ تیرے ہر کام میں حکمت ہے۔ اگرچہ مشرک کی مغفرت نہ ہوگی ان اللہ لا یعفر ان لشکرک نص قرآنی ہے۔

۴۷۔ سورہ الشعراء میں اقوام سابقہ کی تباہی بربادی اور انبیاء علیہم السلام کی کامیابی اور نجات کا ذکر فرماتے ہوئے بار بار فرمایا۔

ان فی ذلک لایتٌ وان ربک لہو العزیز  
الرحیم  
توجہ بے شک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے اور بے شک تیرا رب یقیناً غالب اور بڑا مہربان ہے۔

حالانکہ اقوام سابقہ کی تباہی اور بربادی حکم کا اثر نہیں بلکہ غضب اور قہر کا نتیجہ ہے تو پھر الرحمن کا ذکر کیسے؟ اس کو بھی اسی طریقہ پر حل کیا جاسکتا ہے کہ جب سرکش اور نافرمان کی ہلاکت ہوتی ہے تو وہاں اللہ تعالیٰ کی وہ صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ صفت غالبیت کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر لیتا ہے ان العزۃ للہ جمیعاً غلبہ اور عزت سب کی سب و حقیقت اللہ ہی کے لئے ثابت ہے۔ اس لئے وہ جاہل اور سرکش جو انا ولا نعیرمی کا نعرہ بلند کرتے ہیں کبھی ایسے ملیا میٹ ہو جاتے ہیں کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ ظالموں اور سرکشوں اور موزی اشیاء کے ہلاک کرنے سے دوسری مخلوق کو امن و عافیت اور سکھ اور چین نصیب ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کا ظہور ہوتا ہے اس قاعدہ کا لحاظ کرنے سے قرآن مجید میں آیات کے تکرار کا شبہ باقی نہ رہے گا خصوصاً سورہ الرحمن کی بعض آیات جو بظاہر غضب اور قہر خداوندی کی مظہر معلوم ہوتے ہیں ان کے بعد اپنی رحمت کے ظہور کا اعلان فرمایا۔ وہ غضب بھی دوسری مخلوق کے لئے رحمت ہے اس لئے وہ مجبوظی طریقہ پر تو نعمت ہی ہے۔ لہذا نہ تو تکرار ہوگا اور نہ ہی بے محل و بے موقع ہوگا

واللہ اعلم۔

## تمام متعلقہ آیات کا لحاظ

کسی بھی متکلم کے کلام کا ایک حصہ لے کر اس کی مراد کو متعین کر لینا از روئے عقل و نقل درست نہیں بلکہ ایک مفہوم کو جہاں جہاں بیان کیا گیا ہو اس کا ملاحظہ کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ مقصد کلام فوت ہو جاتا ہے اس لئے کلام خداوندی کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک بات کا کسی ایک آیت میں دیکھ کر اس کے متعلق کوئی قطعی حکم صادر کر دینا درست نہ سمجھا جائے گا۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو قرآنی ارشادات کے حصّے بخرے کر کے اپنے مطلب کے لئے ان سے استدلال کرتے ہیں ارشاد قرآنی ہے :-

الذین جعلوا القرآن عضین ہ فوریک  
لنسنلنہم اجمعین ہ عما كانوا یعملون ہ  
(الحجر ۹۱ تا ۹۳)

ترجمہ  
جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے پس تیرے  
رب کی قسم ہے ہم ان سب سے پوچھیں گے اس چیز  
سے جو وہ کرتے تھے۔

اس لئے ضروری ہے کہ کسی بھی ایک مفہوم اور حکم کو پوری طرح سمجھنے کے لئے تمام آیات متعلقہ کا استحضار کیا جائے۔ کیونکہ قرآن مجید اپنی تشریح اور تفسیر خود کو دیتا ہے مگر انسانوں کے عقول اور ادراک فہم کی رسائی ناقص ہے اس لئے فہم قرآن مجید کے لئے دوسری چیزوں کی ضرورت سمجھی گئی بعض جگہ قرآن مجید خود بھی اس طرف اشارہ فرما دیتا ہے جیسا کہ فرمایا :-

أُجِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ آیت ۱۷۱

مگر اسی آیت میں ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا۔ الا ما یبتلی علیکم اب اس آیت کی پوری تشریح سمجھنے کے لئے ما یبتلی علیکم کا معنی آیات کو ملانا ضروری ہے۔ اور وہ آگے آنے والا آیت ہے فرمایا حرمت علیکم المیتة والدم واللحم الخنزیر الایۃ اسی طرح صحابہ و جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت سے فرمائی ہے جیسا کہ قرآن کی آیت الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولئک لهم الاہ



وہم مہتداون نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کون ہے جس نے کچھ نہ کچھ ظلم نہ کیا ہو یعنی گناہوں سے معصوم تھی تو انہیں یاد کراؤم کا خاصہ ہے ہم سے بہ تقاضائے بشریت کئی ایسے گناہ اور کام سرزد ہو چکے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوں گے پھر تو ہمارے لئے امن اور پناہ دیتے ہو گی اس پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ قرآن مجید ہی نے فرمایا ان الشریک لظلم عظیم (لقمن ۳۱) اس سے معلوم ہوا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت سے فرمائی۔ اس قاعدہ کے لئے اس بات کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اس طریقہ تفہیم مراد و مفہوم قرآن مجید کی موجودہ ترتیب مصحف کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ کوئی آیت خواہ موجودہ ترتیب مصحف میں مقدم ہو مگر ہو سکتا ہے کہ نزول میں موخر ہو۔ جیسا کہ علمائے تفسیر کا متفقہ فیصلہ ہے۔

(ترتیب النزول میں علی ترتیب المصحف (مدارک وغیرہ)

اس قاعدہ کو چند مثالوں سے واضح کیا جائے۔ سورہ العنکبوت میں آیت ۳۱۔

ولما جاءت من سلنا ابراہیم بالبشریٰ (ترجمہ) اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے  
قالوا انما مہلکوا اهل هذه القرية  
پس بشارت لے کر کہا انہوں نے بے شک ہم اس  
بستی (قوم لوط) کو تباہ کرنے والے ہیں۔

اس آیت سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بشارت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے دی تھی وہ قوم لوط کی بستیوں کی تباہی کی تھی حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ وہ بشارت حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کی ولادت کی تھی جیسا کہ یہ آیت میں ارشاد فرماتی ہے۔

فبشر نھا باسحق ومن وراء اسحق یعقوب (ترجمہ) پس ہم نے حضرت ابراہیم کی بیوی کو اسحق بیٹے اور  
ولبشره بسلام علیہم  
یعقوب پوتے کی بشارت دی اور ان فرشتوں نے  
ابراہیم کو سمجھا رہے تھے کہ بشارت دی۔  
(الذاریت ۲۸)

قاضی بیٹاوی نے اس کی تفسیر میں فرمایا ولہا جاءت مرسلنا برہیم بالبشری بابشامک

### بالود والناقلة

۳- سورۃ آل عمران میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ جب ان کو بنی اسرائیل نے صلیب لگانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خطاب فرمایا یعسی انی متوقیک (آیت ۵۵) اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں کا ترجمہ کرنے سے ایک بات قابل غور رہ جاتی ہے کہ آیا اسی وقت آپ کو وفات دی گئی اگر اسی وقت وفات دی گئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی اسرائیل کی شرارت سے بچانے کے لئے کونسا امر فرمایا چنانچہ اسی مضمون کو جب سورۃ المائدہ کی آیت ۷۱ میں دیکھا جائے تو وہاں صاف یہ ارشاد قرآنی موجود ہے:-

واذ کففت بنی اسرائیل عنک بنی اسرائیل کو آپ پر حملہ کرنے سے روک دیا۔ یہ

ارشادِ ربانی صاف بتا رہا ہے کہ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کا بال بھی بیکانہ کر سکے۔

۴- حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات میں سورہ یوسف میں فرمایا فانساہ الشیطان ذکر ربہ آیت ۲۲ اس سے یہ واضح نہیں ہو سکا کہ شیطان نے کس کو بھلا دیا اور رب سے

مرا د کیا ہے؟ آیات العالمین وعدہ لاشریک لہ یا ملک مصر جو اپنے زعمِ باطل میں رب بنا ہوا تھا۔

لیکن جب اسی سورت میں آنے والا ارشادِ ربانی وقال الذی نجما منہما وادکر بعد امتہ انا انبئکم بتاویلہ فارسلون (آیت ۲۵) مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ

آیت ۲۲ میں مراد حضرت یوسف علیہ السلام نہیں بلکہ وہ جیل خانے کے دو ساتھیوں میں سے وہ

تھا جو بیچ گیا تھا اس کو حضرت یوسف علیہ السلام نے بوقتِ رہائی فرمایا تھا کہ میری ضرورت کے وقت

مجھے اپنے رب (ملک مصر) کے پاس یاد رکھنا چنانچہ کافی زمانہ وہ بھول میں رہے جب بات یاد آئی

تو حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ملک مصر کی ثواب کے سلسلے میں اس آزاد ہونے والے جیل کے

ساتھی نے کر دیا۔ اب سب آیتوں کے ملانے سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس آیت ۲۲ میں جو بھولا

وہ شاہِ مصر کا ملازم تھا نہ کہ یوسف علیہ السلام تھے۔

۴۲ - حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق سورہ مریم کی آیت ۲۹ میں فرمایا کہ جب حضرت مریم مسیح علیہ السلام کو گود میں اٹھا کر لائیں تو قوم نے آپ سے کہا یہ کیا ہے تو حضرت مریم نے (فاشحات الیہ) حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ اس بچہ ہی سے پوچھ لیا جائے۔ اب یہ بات کہ حضرت مریم علیہا السلام کو کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ بچہ جو ابھی چند گھنٹوں کا ہے بول پڑے گا اس کا پتہ سورہ آل عمران کی آیت ۴۶ سے چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے جس وقت حضرت مریم کو بیٹے کی بشارت دی تھی ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ بچہ عجیب اوصاف والا ہوگا یکلّم الناس فی المهدا وہ بچہ جھولی میں بھی لوگوں کے ساتھ کلام کرنے لگا۔

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان اقد فیہ فی التابوت فاقد فیہ فی الیم (طہ ۳۹) مگر اس کی تفصیل سورہ القصص آیت ۷ میں یوں فرمائی و لو حینا الی امر موسیٰ ان امر ضعیفہ کہ بچے کو دو دھڑ پلا فرعون کی ظالمانہ تدبیروں سے نہ گھبرا۔ ان دونوں باتوں کا حکم آپ کو من جانب اللہ دیا گیا تھا۔

نوٹ! مولوی نور الدین بھیروی کا یہ کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنے ذوق سے معلوم کر لیا تھا کہ بچے کو دو دھڑ دیا جائے یہ قرآنی ارشادات کے خلاف ہے ذوق کا کیا سوال؟ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمادی تھی۔

۶ - قرآن کریم نے سورہ بقرہ کی آیت ۱۷۳ میں دیگر محرّمات کے ساتھ یہ بھی فرمایا ولحم الخنزیر یہ تم پر حرام ہے۔ مگر اس کی حرمت کی وجہ کیا ہے۔ کیا اس کا گوشت صرف حرام ہے یا سارا حرام ہے سورہ الانعام کی آیت ۱۴۵ میں اس کی وجہ حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا فانہ رجسٌ اس لئے کہ یہ خنزیر گندگی ہے۔ اب گندگی کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ کچھ پاک اور کچھ ناپاک ہے عقلاً و نقلاً غیرہست ہے ساری آیت کا استحصار نہ کرنے کی وجہ سے جہانِ نو کے مصنف کو شدید مغالطہ لگا۔

جیسا کہ ہے:-

چونکہ غیب دان اللہ (تعالیٰ) کو علم تھا کہ سور کے بال تیرہ سو برس بعد انسانی تمدن کا حصہ

بن جائیں گے اس لئے سور کو حرام کرتے وقت لحم الخنزیر کے الفاظ استعمال کئے اور بالوں کے متعلق خاموشی اختیار فرمائی :-

یہ نظریہ ارشادات قرآنی کے سراسر خلاف ہے قرآن مجید نے خنزیر کے گوشت کو اس لئے حرام فرمایا ہے کہ خنزیر سارے کا سارا کنگی ہے۔

۷۔ سورہ بقرہ آیت ۱۷۱ میں یہود کے متعلق فرمایا وضربنا علیہم الذلۃ والمسکنۃ ان پر ذلت اور مسکنت کی ہر پکچا چھاپ لگا دیا گیا یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذلیل اور محتاج رہیں گے۔ مگر دوسری آیت میں اس لعنت اور ذلت کی تفصیل اور تشریح موجود ہے سورہ آل عمران آیت ۱۱۲ میں فرمایا الا بحبل من اللہ وحبل من الناس یعنی ان کی ذلت دو صورتوں میں ملتوی کر دی جائے گی یا تو اللہ تعالیٰ کی رسی کو متھام لیں یعنی مسلمان ہو جائیں اور یا لوگوں میں سے کسی کی رسی کو متھام لیں جیسا کہ آج اسرائیل نے برطانیہ اور امریکہ کی رسی کو متھاما ہوا ہے آج اگر وہ ان کی گردن سے اپنا پٹا نکال لیں تو ان کا نہ در ہے نہ گھر۔ اسی طرح سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۱۰۷ میں فرمایا فاذا جاء وعد الآخرة جنابکم لفیما جب قیامت کا وعدہ قریب ہو جائے گا تم سب کو لپیٹ کر لے آئیں گے (تاکہ تم سب اکٹھے ہلاک ہو سکو) اس لئے آج اسرائیل کا قیام اور مشرق و مغرب سے یہودیوں کا اسرائیل میں اکٹھا ہونا ان کی رفعت اور دوبارہ سر بلندی کے نہیں بلکہ ان شاء اللہ ان سب کا صفایا کر دیا جائے گا۔

۸۔ سورہ بقرہ اور چند دوسری سورتوں میں یوں فرمایا :-

من امن باللہ والیوم الآخر جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ان پر کوئی غم و فکر نہ ہوگا اس آیت میں اگرچہ عقائد میں سے صرف ایمان باللہ والیوم الآخر کا ذکر ہے اس میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے عقائد کا ذکر نہیں لیکن جب دوسری آیات کو اس کے ساتھ ملا کر تفسیر کی جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خلاف پیغمبر کے راہ گزیدہ کہ ہرگز بمنزل نوحا ہر سید

جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے :-

فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا

(تغابن ۵)

وآمنوا بما نزل علی محمد وهو الحق من

ربہم (محمد ۲)

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین

لہ الہدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین

نولیہ ما تولى ونصلیہ وساءت

مصیرا (النساء ۱۱۵)

پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس

نور پر جسے ہم نے اتارا

اور یہ ایمان لائے اس پر جو اتارا گیا محمد پر (صلی اللہ

علیہ وسلم)

اور جو کوئی رسول علیہ السلام کی مخالفت کرے گا اس کے

بعد کہ اس کے لئے ہدایت واضح ہو گئی ہم اس کو اور ہر

چلنے والے کے جہنم میں چلا دیا اور آخر کار اسے جہنم میں دھکیں

دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

۹۔ فرعون کے متعلق سورہ بقرہ اور دوسری بعض سورتوں میں ہے کہ فرعون بنی اسرائیل کے لوگوں

کو قتل کیا کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا کرتا تھا فرمایا یدبح ابناء ہم ویستحی نساء ہم

یقتل ابناء ہم الا یتد۔ مگر یہ لڑکوں کا قتل کیوں ہوتا تھا؟ اس کی وجہ قرآن مجید نے خود ہی دہری

جگہ فرمایا کہ اس کے اس فعل بد کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل کی نسل ختم ہو جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

کی تشریف آوری کے بعد بھی اس بد بخت نے یہی عمل جاری رکھا جیسا کہ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کی تبلیغ کے بعد بھی یہی کہا :-

سنقتل ابناء ہم ونستحی نساء ہم (الاعراف ۱۲۴) ہم قتل کریں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ

چھوڑیں گے ان کی لڑکیوں کو چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضور اس ظلم و ستم

کی فریاد کرتے ہوئے کہا :-

قالوا ذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ما

جئتنا (اعراف ۱۲۹)

وہ بولے آپ کے آنے سے پہلے اور آنے کے بعد بھی ہم

ستائے جا رہے ہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر نے فرمایا :- بیٹے ذبح کرتا کہ یہ قوم بڑھ نہ جاوے کہ زندہ رہیں یعنی

## بني اسرائيل (القصص)

تو اس قصے کی تمام متعلقہ آیات کو ملانے سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ فرعون نے یہ سارا ظلم و ستم محض نسل کشی کے لئے جاری رکھا ہوا تھا۔ ذیل میں اجمالی طور پر ایک نقشہ دیا جاتا ہے جس سے ایک آیت کا اجمالی محل ذکر اور پھر اس کا مقام تفصیل درج کیا جاتا ہے تاکہ قرآنی تفسیر کے طلباء اس پہنچ پر قرآنی مطالب سمجھنے کی کوشش کریں:

محل ذکر	تفصیل	محل ذکر	اجمال
توبہ ۶۷	لو خرجوا فيكم ما زادوكم الا خبالا	توبہ ۹۲	قد نبأنا الله من اخباركم الايت
المائدہ ۱۰	لئن اقمتم الصلوة و اتيتم الزكوة الايت	بقرہ ۲۷	وادفوا بعهدي اوف بعهديكم اللهم
المحديہ ۱۳	قيل ارجعوا و امراءكم فالتقسوا نومرا	النساء ۱۲۲	يخلد عن الله و هو خادعهم
المائدہ ۹	قالوا بلى قد جاءنا نذير الايت	اعراف ۳۷	شهد و اعلى النفسهم انهم كانوا كافرين
الزمر ۶	و يوم القيامة تراء الذين كذبوا على الله الايت	اعراف ۳۷	اولئك ينالهم نصيبهم من الكتاب
القصص ۷	و يريد ان تمن على الذين استضعفوا	اعراف ۱۳۶	و تمت كلمة ربك الحسنی الايت
مریم ۲۷	سا استخفرك ربی	براءة ۱۱۷	الا عن موعده وعداياه
نوح ۱۵	الم ترو كيف خلق الله الايت	يونس ۷	و تذكري بايات الله
حم السجدة ۲۷	تمت نزل عليهم الملائكة الايت	يونس ۶۷	لهم البشري في الحيوۃ الدنيا
العنكبوت ۲۷	فمنهم من ارسلنا عليه جاصبا	ابراهيم ۲۵	و تبين لكم كيف فعلنا بهم الايت
الانعام ۷	حرمنا عليهم كل ذي ظفر الايت	النحل ۱۱۷	و على الذين هادوا حرمنا ما قصصنا عليك من قبل
الانفال ۲۲	فامطرنا علينا حجارة من السماء الايت	بني اسرائيل ۱۱	و يدعوا الانسان بالشر دعاه بالخير
النحل ۷	الاعبادك منهم المخلصين	بني اسرائيل ۶۲	لاحتنكن فرمته الا قليلا

۱۳۰	هل لك الى ان تزكى	طہ ۲۲	فقول الله قولاً لينا
۱۳۱	اخلفني في قومي	طہ ۹۲	ولم تر قب قولي
۱۳۲	ان صالحا مرسل من ربه	النمل ۲۵	فاذا هم فريقان يختصمون
۱۳۳	امر حسبتم ان تدخلوا الجنة الاية	احزاب ۲۲	هذا ما وعدنا الله ورسوله
۱۳۴	اني مغلوب فانتصر	الصافات ۵۵	ولقد نادانا نوح الاية
۱۳۵	لا ملئ جحيم	الصافات ۳۱	فحق علينا قول ربنا
۱۳۶	لا غلبن انا ورسلي	الصافات ۱۱	ولقد سبقت كلمتنا الاية
۱۳۷	كنتم امواتا فاحياكم الاية	المومن ۱۱	امتنا اثنتين واجتينا اثنتين
۱۳۸	ونادي اصحاب الجنة	المومن ۳۲	يوم التناد
۱۳۹	والله ربنا ما كنا مشركين	المجادلہ ۱۵	فيحلفون له كما يحلفون لكم
۱۴۰	لا اله الا انت سبحانك الاية	ن ۲۸	اذ نادى وهو مظلوم

## شان نزول کا اعتبار کرنا

صحیح ترجمہ اور تفسیر کے لئے شان نزول کا اعتبار کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ اکثر مقامات پر صحیح تفسیر نہ ہو سکے گی اس کی ایک مثال درج کی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں کلام کے متعلق دو جگہ ذکر ہے اور دونوں جگہ یکساں الفاظ ہیں۔ فرمایا:-

وان كان رجل يورث كلالته او امرأة وله  
 اخ او اخت فلكل واحد منهما السدس  
 (النساء ۱۲)

اور اگر کسی مرد کی میراث ہے باپ اور والدہ رکھتا ہو یا  
 ایسی عورت ہو اور اس کا ایک بھائی یا بہن ہو تو دونوں  
 میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

آپ فرمادیں گے اللہ تمہیں ایسے میراث کے تہ کے میں حکم دیتا ہے  
 قل الله يفتيكم في الكلالته ان امرؤ هلك

لیس لئذ ولد وله اخت فلها نصف ما ترک جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کو آدھا ملے گا اس کے ترکہ سے۔ (النساء ۱۶۶)

لیکن جب شان نزول کا اہمیت بار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دوسری آیت کا نزول حضرت جابر بن عبد اللہ کے سوال پر ہوا جب کہ انہوں نے اپنی اور اپنی بہن کے متعلق سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی جابر بن عبد اللہ کی حقیقی بہن تھی اس لئے یہ آیت حقیقی بہن کے متعلق ہے اور پہلی آیت ماوری بہن کے متعلق ہے کہ ماں کو جب چھٹا حصہ ملتا ہے تو ماں کی طرف سے ہونے والی بہن کو بھی چھٹا حصہ ملے گا اس لئے علماء تفسیر نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی صحیح تفسیر کے لئے شان نزول کا سمجھنا نہایت ہی ضروری ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسیاب نزول اور شان نزول کی پوری واقفیت رکھتے تھے ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:-

"قرآن کریم کی کوئی سورۃ اور کوئی ایسی آیت نہیں جس کو میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کب کہاں اور کس سئلہ کے بیان کے لئے نازل کی گئی ہے" (رواہ البخاری)

اس لئے شان نزول کا اہمیت بار کرنا تفسیر کے لئے نہایت ہی ضروری ہے اس کے بغیر تفسیر بالقرآن کا خطرناک دروازہ کھل جائے گا۔ مفسر القرآن نو اب صدیق حسن خاں مرحوم نے فرمایا:-  
"اس علم کے فوائد میں سے قرآن کریم کے معانی کا سمجھنا اور احکام کا استنباط ہے۔ اس لئے کہ اکثر اوقات قرآنی ارشادات کی تفسیر سوائے شان نزول کے اعتبار کرنے کے نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے:-

وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اگر اس آیت کا معنی شان نزول کے اعتبار کے بغیر کیا جائے تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ استقبال قبلہ نماز میں فرض نہیں حالانکہ یہ بات اجماع امت کے سراسر خلاف ہے اور اگر شان نزول کا اعتبار کرتے ہوئے تفسیر کی جائے کہ نوافل سفر اور تہجد کی حالت کے متعلق ہے تو اب تفسیر بالکل



واضح اور صاف ہو جائے گی۔ چنانچہ علماء و تفسیر نے خاص اسی موضوع پر علیحدہ مستقل تصانیف فرمائی ہیں جن میں سے اسباب نزول علی بن مدینی ف ۲۳۴ اور اسباب نزول ابی جعفر بن احمد واحدی ف ۲۶۴ اسباب نزول ابی عبد الرحمن بن علی جوزی <sup>خوفہ</sup> اور اسباب نزول ابی علامہ ابن حجر عسقلانی ف ۸۵۲ اور اسباب نزول ابی حافظ ابن رجب ف ۵۸۸ زیادہ مشہور ہیں۔

فائدہ: یہ آیت سورہ بقرہ کی آیت ۱۷۷ ہے اور یہ ان صحابہ کرام کی نماز کے متعلق ہے جن پر قبلہ مشتبہ ہو گیا تھا اور انہوں نے تخری غور و فکر سے بہتہ قبلہ کو متعین کر کے نماز ادا کر لی تھی۔ آج بھی یہی حکم باقی ہے اگر ایک آدمی ایسی جگہ ہو کہ اس کو بہت قبلہ کا علم نہ ہو اور نہ ہی کوئی اس کو بتلانے والا ہو تو اب اگر اس نے سوچ و فکر کے ساتھ ایک بہت کو قبلہ سمجھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

اگرچہ قرآن کریم اپنے عموم الفاظ کے لحاظ سے ساری دنیا کے لئے آخری اور ابدی ہدایت کا طرہ ہے کسی وقت کسی قوم کسی مکان کی تخصیص اس لحاظ سے درست نہیں مگر صحیح ترجمہ اور تفسیر کے لئے اسباب نزول کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے تاکہ ارشاد قرآنی کی تفسیر حکمت نزول کے خلاف واقع نہ ہو۔ شان نزول کا اعتبار کرنے سے دو فوائد تو ضروری حاصل ہوں گے ایک تو یہ کہ جو آیت جس راوی یا جس عینی گواہ کے سامنے نازل ہوئی وہ نسبت دوسروں کے اس کی تفسیر اور مطلب کو زیادہ سمجھے گا جیسا کہ سورہ نور میں ارشاد قرآنی تلقونہ کا معنی ابن ابی ملیکہ نے چھوڑا کیا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ پیش کی کہ سورہ نور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور عظمت شان میں نازل ہوئی اس لئے جو معنی آپ فرمادیں گی وہ زیادہ صحیح ہوگا چنانچہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس کا معنی چھوڑا کیا ہے۔ (بخاری باب حدیث الاناک)

اسی طرح قرآن کریم کی آیت ۱۹۵ سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے:-

ولا تلقوا بائدیکم الی التھلکة (ترجمہ) اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں

اس کے ظاہری الفاظ سے یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ تم ہلاکت اور تباہی سے بچنے کیلئے

جہاد نہ کرو کیونکہ جہاد سے تو انسان بظاہر بعض اوقات ہلاک ہو جاتا ہے اور ہلاکت کا خطرہ تو سر ایک کو رہتا ہی ہے مگر صحابہ کرام نے اس کی تفسیر کیا فرمائی :-

”رومیوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے ایک مسلمان رومیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا تو بعض لوگوں نے چلا کر کہا۔ کہ یہ اپنے ہاتھوں خود ہلاکت میں کود گیا (یعنی قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا) اس پر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس آیت کی یہ تاویل کر رہے ہو حالانکہ یہ آیت تو ہمارے حق میں نازل ہوئی (اس لئے ہم اس کی مراد کو سب سے زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں) جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور صحابہ کرام کی مالی حالت بہت بہتر ہو گئی تو انصار نے یہ سوچا کہ اب اس معاشرتی اور معاشی اصلاح کا کام کرنا چاہئے تو قرآن مجید کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ یہ اس طرز عمل سے تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی وفات اسی جہاد کی زندگی میں قسطنطنیہ میں سال ۱۱۰ھ کو ہوئی۔

دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے تاویل فاسدہ اور تحریف کا دروازہ بند رہتا ہے اس لئے بعض غرض پسند قرآنی ارشادات کو اپنے غلط عندیے کے مطابق ڈھالنے کے لئے اسباب نزول کو قرآن فہمی کے لئے مضر خیال کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا :-

”خوارج اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوقات ہے کہ انہوں نے ان آیات کو جو کافروں اور مشرکوں کے لئے نازل ہوئی تھیں مسلمانوں پر چسپان کرنا شروع کر دیا“

(بخاری باب قتل الخوارج والمتردین)

یہی خطرہ صحابہ کرام کو لاحق تھا چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مفسر القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس امت میں اختلاف کس طرح پیدا ہو گا جب کہ ان کی کتاب (قرآن مجید) ایک نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک کتاب ہو گا تو حضرت ابن عباس نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم پر قرآن نازل ہوا ہم نے اس کو پڑھا اور سمجھا لیکن ہمارے بعد بعض ایسی اقوام پیدا ہوں گی جو قرآن کریم کو پڑھیں گی مگر ان کو یہ علوم نہ ہو گا کہ یہ آیت کس واقعہ اور کس مسئلہ کی

اہمیت کے متعلق ہے تو ہر ایک اپنی اپنی رائے سے اس کی تفسیر کر دے گا جس کا لازمی نتیجہ اختلاف اور پھر جنگ و جدال ہوگا (رواہ سعید بن منصور فی سنہ)

چنانچہ امت محمدیہ کے خلاف جس فرقہ نے اصلاح کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے قتل عام کا جواز پیش کیا وہ فتنہ خوارج ہے۔ ان بد بختوں نے قرآنی آیات سے مسلمانوں میں انتشار اور فساد پھیلایا حالانکہ قرآن حکیم شفاء و رحمتہ للمؤمنین ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن حکیم کا ارشاد ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل (سورہ بقرہ ۲۱۷) ان خوارج کے متعلق ہے جو مسلمان کو مشرک کہہ کر قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

(الرسالۃ الاولیٰ از ابن تیمیہ ص ۱۶۳)

علامہ جلال الدین سیوطی نے صحیح تفسیر کے لئے جن پندرہ شروط کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ تفسیر کرنے والا اسباب نزول سے واقف ہو ورنہ وہ تفسیر تفسیر بالرائے سمجھی جائے گی۔ (اتقان ص ۵۲۳)

چنانچہ دو ورقہ کے مفسر القرآن حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

وجہت مع ذلك ما يحتاج اليه المفسر (توجہ) میں نے اپنی اس کتاب میں ان اسباب نزول کو بھی من اسباب النزول۔ مقدمۃ فتح الخبیر) جمع کر دیا ہے جن کی ایک مفسر کو ضرورت ہے۔

فائدہ ۸: قرآن کریم میں اکثر مقامات پر سوال اور اس کا جواب ذکر ہے جو شان نزول کو خود بتا رہا ہے جیسا کہ تیرہ مقامات پر تو لفظ سوال اور اس سوال کی تشریح بھی ذکر ہے۔ ایک جگہ استفتاء کا ذکر موجود ہے جیسا کہ کلالہ کے متعلق سورہ النساء کا حوالہ گذر چکا ہے۔ ان تیرہ مقامات کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) یسئالونک عن الخمر والمیسر قل فیہا اثم کبیر ومنافع للناس واتمہما الکر من نفعہما

(بقرہ ۲۱۹) (ترجمہ) یہ جناب سے شراب اور جوئے کی نسبت پوچھتے ہیں آپ فرمادیں گے ان دونوں میں

بڑا گناہ ہے اور لوگ (کافر) نفع سمجھتے ہیں حالانکہ ان کا گناہ اس نفع سے بہت بڑا ہے۔

(۳) يسألونك عن اليتامى قل اصلاح لهم خير (بقرہ ۲۲۰)

(ترجمہ) یہ جناب سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمادیکھئے ان کی اصلاح ضروری ہے۔

(۴) يسألونك عن الاهل قل هي مواقيت للناس والحج (بقرہ ۱۸۹)

یہ جناب سے چاندوں کے پڑھنے گھٹنے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرمادیکھئے یہ وقت بتانے کا بڑا آلہ ہے۔

(۵) يسألونك عن الحيض قل هو اذى (بقرہ ۲۲۲)

(ترجمہ) لوگ آپ سے حیض کا پوچھتے ہیں تو آپ فرمادیکھئے وہ گندگی ہے۔

(۶) يسألونك ماذا ينفقون قل ما انفقتم الاية (بقرہ ۲۱۵)

(ترجمہ) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں آپ فرمادیکھئے الاية

(۷) يسألونك ماذا ينفقون قل العفو (بقرہ ۲۱۹)

(ترجمہ) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں آپ فرمادیکھئے جو زیادہ ہو۔

(۸) يسألونك عن الشهر الحرام قتال فيه قل الاية (بقرہ ۲۱۷)

(ترجمہ) لوگ آپ سے عورت والے مہینے میں جہاد کرنے کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمادیکھئے الحرام

(۹) يسألونك ماذا احل لهم قل احل لكم الطيبات (المائدہ ۵)

(ترجمہ) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کون سے جانداران کے لئے حلال ہیں آپ فرمادیکھئے حلال کئے گئے تمہارے

لئے ستم ہے۔

(۱۰) يسألونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول (الانفال ۱)

(ترجمہ) لوگ آپ سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرمادیکھئے غنیمتیں اللہ کے لئے اور اس کے رسول کیلئے ہیں

(۱۱) يستفتونك قل الله يفتيكم في الكلاله (النساء ۱۷۶)

(ترجمہ) لوگ آپ سے استفتاء کرتے ہیں آپ فرمادیکھئے اللہ تعالیٰ آپ کو فتویٰ دیتے ہیں کلالہ کے بارے میں۔

یہ تو احکام ہیں جن کے متعلق صحابہ کرام نے از روئے طلبِ رشد و ہدایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا اور آپ نے اس کا جواب باذن اللہ پیش فرمایا۔ کچھ ایسے سوالات بھی ہیں جو بطور حجت کے

سیندو وعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہئے گئے ان سوالوں کو پیش کرنے والے مسلمان نہ تھے۔

(۱) یسألونک عن الساعة ایان مرسہا (اعراف ۱۸۶)

(ترجمہ) یہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی۔

(۲) یسألونک عن الروح قل الروح من امر ربی الایۃ (بنی اسرائیل ۸۵)

(ترجمہ) یہ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے۔

(۳) ویسألونک عن ذی القرنین قل ساتلوا علیکم منہ ذکرک (کھف ۸۳)

(ترجمہ) اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے میں تمہارے لئے اس کا کچھ ذکر

کرتا ہوں۔

(۴) یسألونک عن الجبال فقل ینسفہا ربی لنسفاً الایۃ (طہ ۱۰۵)

(ترجمہ) یہ لوگ آپ سے پہاڑوں کے متعلق پوچھیں گے تو آپ فرمادیجئے میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا۔

سورہ یوسف ساری کی ساری ایک سوال کے جواب میں نازل ہوئی وہ یہ تھا کہ حضرت یعقوب

علیہ السلام جن کا دو سہرا نام اسرائیل ہے یہ تو سرزمین کنعان (شام) کے رہنے والے تھے تو پھر ان کی

اولاد مصر کس طرح جا کر آباد ہو گئی اس کے جواب میں پوری سورہ یوسف نازل فرمائی۔ کہ حضرت یعقوب

علیہ السلام کے فرزند ارجمند یوسف علیہ السلام کو مصر لے جایا گیا الی آخر چنانچہ اس سورہ کے شروع میں

ارشاد قرآنی ہے۔

لقد کان فی یوسف و اخوتہ آیت للساألین

بے شک حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے حالات

میں پوچھنے والوں کے لئے نشانیں ہیں۔

(یوسف ۷)

عناقلہ (مندرجہ بالا سب سوالات کے جواب میں لفظ قل ارشاد فرمایا۔ البتہ سوال ملک کے جواب میں

نقل، فا ک حرف زیادہ کر کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اس کی حکمت علمائے تفسیر نے یہ فرمائی کہ باقی

سب جوابات سوالات کے بعد نازل فرمائے مگر یہ جواب سوال کرنے والوں کے سوال سے پہلے آپ پر

نازل فرمایا کہ جب وہ آپ سے یہ سوال کریں گے تو آپ یہ جواب ارشاد فرمادیں۔

اسی طرح بعض آیات کسی سوال کے جواب میں نازل فرمائی تو اس کی دو صورتیں ہیں کچھ جواب سوالات کے ساتھ بالکل متصل دے گئے اور کچھ دوسری جگہ دئے گئے اس اعتبار سے آیات کی تین قسمیں کی جاسکتی ہیں۔

پہلی قسم وہ جوابات جو سوالات کے ساتھ بالکل متصل آئے جیسا کہ فرمایا:-

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ <sup>ترجمہ</sup> یہ پوچھتے ہیں یہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا آپ فرما: قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ (المائدہ ۲۶، ۲۷) اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

دوسری قسم وہ آیات ہیں جو ایک ہی سورہ میں بطور سوال کے اور پھر اسی سورہ میں ان کا جواب بھی آیا مگر سوال اور جواب میں کچھ دوسری آیات بھی موجود ہیں جیسا کہ فرمایا:-

وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي <sup>ترجمہ</sup> اور وہ کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے؟ جو کھانا کھاتا ہے فِي الْأَسْوَاقِ (الفرقان آیت) اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب اسی سورہ میں ہے مگر ذرا آگے جا کر آیت ۲۱ میں فرمایا:-

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ <sup>ترجمہ</sup> ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے وہ بھی کھانا کھاتے لِيَأْكُلُوا الطَّعَامَ وَيَمْشُوا فِي الْأَسْوَاقِ اور باناموں میں چلتے تھے۔

تیسری قسم وہ آیات ہیں جن کا سوالی شکل میں ایک سورہ میں ذکر ہے اور جواب دوسری کسی سورہ میں موجود ہے اس کی چند مثالیں وضاحت کے لئے بطور سوال اور جواب کے درج کی جاتی ہیں۔

(س) وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا (العدۃ ۲۳)

(ترجمہ) کافروں نے کہا آپ پیغمبر نہیں ہیں اور یہ کافر کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں۔

(ج) لَيْسَ هَٰذَا الْقَوْلُ الْحَكِيمُ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (یس ۳۱)

اے سین (سیدو عالم) قرآن حکیم کی قسم! بے شک آپ یقیناً رسول ہیں سے ہیں سیدھی راہ پر۔

(س) إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ (الحجرات) یہ کافر کہتے ہیں آپ مجنون ہیں۔

(ج) مَا آتَتْ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ (نمل) آپ اپنے رب کے فضل و کرم سے مجنون نہیں ہیں

(ن) قالوا وما الرحمن؟ (الفرقان ۶۷) یہ کہتے ہیں اور الرحمن کیا ہے؟

(ج) الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان (الی اخر السورۃ)

(ترجمہ) الرحمن نے قرآن کی تعلیم دی۔ انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان سکھایا  
 فائدہ! اس قاعدے کا یہ ہے کہ مترجم اور مفسر قرآن حکیم کی صحیح مراد کامل طور پر اس وقت سمجھ سکتا  
 ہے جب اس کے سامنے قرآن مجید کی وہ تمام آیات ہوں جن کا تعلق کسی خاص حکم اور عقیدہ سے ہے  
 اور اس میں شان نزول کا اعتبار نہایت ہی ضروری ہے (واللہ اعلم)

## کلمات قرآنیہ کے سمجھنے کا طریقہ

قرآن مجید اس قدیر، علیم اور حکیم خداوند قدوس کا کلام ہے جو ہر چیز کو جاننے والا سمجھنے والا ہر چیز کی  
 حقیقت سے اس کے وجود میں آنے سے پہلے اور اس کے مٹ جانے کے بعد بھی باخبر رہنے والی ذات  
 ملیل ہے۔ خداوند قدوس نے کلام خداوندی کی جامعیت، اکملیت اور افادیت کو بیان کرتے ہوئے  
 فرمایا۔

وتنت کلمات ربك صدقا وعدلا لا  
 تبدل بکلماته وهو السميع العليم  
 اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور عدل میں کامل ہیں  
 اس کے کلموں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ سنتا  
 اور جانتا ہے۔ (الانعام ۱۱۵)

اس ارشاد قرآنی میں مندرجہ ذیل حقائق بیان فرمائے۔

الف۔ رب کریم کے کلمات صدق کے آخری درجہ کمال تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ان سے بہتر صدق میں  
 کوئی کلام نہیں ہو سکتی۔ صدق کا معنی ہمارے عام محاورے کے اعتبار سے سچ ہے اور  
 اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ واقع کے مطابق جس کلام کو کہنا چاہئے وہ خداوند قدوس کا  
 ارشاد ہے اور ارشاد الہی صدق کی سب سے بڑی عظیم بلندی پر فائز ہے۔

ب۔ عدل کا معنی وضع المشی فی محلہ ہے یعنی جہاں جو کلمہ لایا گیا وہاں اب اس کا ہم معنی کلمہ لانا بھی

قرآنی تحریف اور ارشاد خداوندی کا مقابلہ ہے محدث عصر حضرت انور شاہ صاحب کاشمیری نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:-

"مفردات میں قرآن مجید وہ کلمہ اختیار فرماتا ہے جس سے اوفیٰ بالحقائقہ و اوفیٰ بالمقام ثقلین نہیں لاسکتے مثلاً جابلیت کے اعتقاد میں موت پر توفیٰ کا اطلاق درست نہ تھا کیونکہ ان کے اعتقاد میں نہ بقاء جسد تھی اور نہ بقاء روح۔ توفیٰ وصول کرنے کو کہتے ہیں ان کے عقیدہ میں موت توفیٰ نہیں ہو سکتی قرآن مجید نے موت پر توفیٰ کا اطلاق کیا اور بتلایا کہ موت سے وصول ہوتی ہے نہ فنا محض۔"

ج۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات کو کوئی نہیں بدل سکتا اس کی ایک مراد تو یہ ہو سکتی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ فرمایا وہ ہو کر رہے گا۔ اسلام کا غلبہ کفر کی شکست قیامت کا آنا وغیرہ امور حین کا تعلق اس وقت مفیبت سے تھا یہ ہو کر رہے گا (یہ آیت سورۃ الانعام میں ہے اور الانعام مکی سورت ہے) اور ایک مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کافر آپ سے جو آپ کی صداقت پر نشانیاں مانگتے ہیں ان کے لئے قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی نشانی ہو سکتی ہے۔ اس کلام مجید کا کوئی بدل نہیں لاسکتا۔ اس لئے ضروری ہے کلمات قرآنیہ پر غور و فکر کرے پھر ترجمہ اور تفسیر کرے۔ اس سے ان شاء اللہ کئی غلط راستوں سے محفوظ رہے گا جہاں قرآن مجید نے اپنے کسی ارشاد کی مراد اور معنی خود متعین فرمادیا وہاں تو اس متعلق کسی قسم کی بھی تحقیق تفسیری اختیار سے غیر ضروری ہوگی مثلاً تسنیم کا ذکر قرآن مجید میں صرف ایک جگہ آیا ہے اور وہاں بھی اس کی وضاحت خود قرآن مجید نے فرمادی فرمایا:-

ومزاجہ من تسنیم عیناً یشرّب بہا المقربون (التطیف ۲۸۶۷)

(ترجمہ) اولاس کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی یہ چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پینیں گے۔

اب اگر تسنیم کی تفسیر کسی اور حقیقت کے ساتھ کی جائے گی تو یہ سراسر غلطی ہوگی۔ اسی طرح فرمایا عیناً فیہا تسنیم سلسبیل (الدھر ۱۸) (توجہ) ایک چشمہ بنت میں جس کا نام سلسبیل رکھا گیا۔



کلمہ سبیل کا معنی مراد خود بتا دیا۔ کہ وہ ایک چشمہ ہے جو حیرت میں ہے۔ فرمایا:-

وما ادراك ما الحطيم نار الله الموقدة  
(الهمزة ۵-۶)

اس آیت میں کلمہ حطمہ کی خود تشریح فرمادی کہ وہ آگ ہے جو سلگائی جا چکی ہے اور اس کا تسلط

دوزخیوں کے دلوں پر ہوگا۔

وما ادراك ما يوم الدين يوم لا تملك نفس  
لنفس شيئا والامر يومئذ لله  
(الانفطار ۱ تا ۱۹)

ترجمہ اور سمجھاؤ کیا خیر کیسا ہے دن انصاف کا جس دن  
بجلا نہ کر سکے کوئی بھی کسی کا کچھ۔ اور حکم اس دن اللہ  
کا ہے۔

یوم الدین کا کلمہ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے اس کی یہاں وضاحت فرمادی کہ اس سے مراد قیامت

کا یوم الحساب ہے فرمایا:-

وما ادراك ما هيده نامر خميه  
القاعه ۱۲

فرمایا:- علیٰ ہذا القیاس بعض آیات میں اس کلمے کی تشریح فرمادی گئی ہے لہذا کسی کو بھی اب حق

نہیں پہنچتا کہ اس میں اپنی رائے داخل کریں۔

## کلمات متبادلہ

اسی طرح ان کلمات متبادلہ کا لحاظ ضروری ہے جو ایک ہی آیت کے ایک مقام پر تعبیر کے

اختلاف کے ساتھ آئے ہیں۔ بعض علماء تفسیر کا خیال ہے کہ وہ الفاظ مترادف ہیں مگر بات یہ نہیں

الفاظ قرآنی میں مترادف نہیں بلکہ ہر لفظ اور کلمے کا محمل علیحدہ علیحدہ ہے۔ ہاں بعض جگہ مجاز بھی مراد

لیا گیا ہے جس کی وضاحت ان شاء اللہ آجائے گی۔ اس لئے ان کلمات متبادلہ کو ایک دوسرے

کی تفسیر اور توضیح کے طور پر سمجھا جائے یہاں مختصر سی فہرست دی جاتی ہے:-

صنف في كل باب من باب ما في ذكر نبي الله صلى الله عليه وسلم من  
 انزل في سورة البقرة من ١٢٧ الى ١٤٠ من سورة البقرة

محل ذكر	كلمات	محل ذكر	كلمات
حم السجدة ١٢	فقضاهن	بقره ٢٩	فسوهن سبع سموات
اعراف ١٩	ويا آدم اسكن	٢٥	وقلنا يا آدم اسكن
١٦	عليهم النعام	٥٦	وظللنا عليكم انعام
"	فانجست منه	٦٠	فانفجرت منه
الرعد ٣٤	بعد ما جاءك من العلم	١٢٠	بعد الذي جاءك من العلم
الحج ٢٦	والقائمين	١٢٥	للطائفين والعاكفين
المائدة ١٠٤	لا يعلمون	١٤٠	لو كان اباؤهم لا يعقلون الاية
الحديد ٢٣	لكيلا تاسوا	الاعراب ١٥٣	لكيلا تحزنوا
اعراف ١٨٩	وجعل منها	النساء ٤	خلق منها زوجها
احزاب ٥٢	شيئا	١٢٩	ان تبدوا خيرا
بنو اسرائيل ٣١	خشية املق	العامر ١٥١	من املق
الشعراء ٣٦	وابعث في المدين	الاعراف ١١٢	وارسل في المدين
طه ٤٤	ولاصلبكم	١٢٧	ثم لاصلبكم
الصفه ٥	يريدون ليطفئو	توبه ٣٢	يريدون ان يطفئو
طه ٤٤	بجنود	يونس ٩	فاتبعتهم فرعون وجنوده
الحجر ٤٧	وامطرنا عليهم	هود ٨٢	وامطرنا عليها
الزمر ٢٤	وماياتهم من نبي	الحجر ١٢	وماياتهم من نبي
الشعراء ٢	وكذلك سلكناه	١٢	كذلك نسلكه
حم السجده ٥٥	ولئن رجعت	كهف ٣٦	لئن رددت
الم السجده ٢٢	ثم اعرض عنها	٥٤	فأعرض عنها

الزخرف ۷۱	وجعل لكم فيها	طہ ۵۳	وسلك لكم فيها
الاحقاف ۷۱	وكفرتم به	حم السجدہ ۵۲	ثم كفرتم به
عبس ۱۱	انها تذكرة	المدثر ۵۲	كلا انه تذكرة
الصافات ۹۸	فجعلناهم الاسفلين	الانبیاء ۷۱	فجعلناهم الاخسرین
المومن ۹۳	فتقطعوا امرهم	۹۳	وتقطعوا امرهم
الزمر ۶۸	فصعق من في السماوات	النمل ۸۷	ففرع من في السماوات
البقرہ ۱۵	قد تركناها آيتہ	العنكبوت ۳۵	ولقد تركنا منها آيتہ
اعراف ۱۰۵	فانزلنا مني	طہ ۲۷	فانزل معنا

مطلب یہ ہے کہ کلمات قرآنیہ پر پوری طرح غور و فکر کیا جائے تاکہ تفسیر اور ترجمہ صحیح کرنے میں مدد مل سکے اس کی چند مثالیں برائے وضاحت درج کی جاتی ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو بیٹے عطا فرمائے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام۔ مگر ان دونوں کی ولادت کی جو بشارات ہیں ان کے کلمات میں فرق ہے جیسا کہ سورہ الصفات میں جو کہ مکی ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس ہجرت کا ذکر ہے جو آپ نے قوم کی دعوت و تبلیغ کے بعد فرمائی اسی سفر ہجرت میں آپ کی دعا کا ذکر ہے فرمایا۔ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ الصَّالِحِينَ ۝ فَبَشِّرْهُ بِغُلَامٍ ۝ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی کہ دعا قبول ہو گئی آپ کو ایک لڑکا دیا جائے گا جو حلیم یعنی بڑا ہی بردبار ہوگا۔ سورہ الحج میں آپ کو ایک دوسرے بیٹے کی عطا کا ذکر ہے جس کے لئے نہ تو آپ نے دعا کی اور نہ ہی آپ کی بدنی حالت اس کے مناسب تھی اس لئے جب فرشتوں نے آپ سے کہا۔

إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ ۝ عَلِيمٍ ۝ تو آپ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

مصنف نے تفسیر سے مراد صوفیوں میں جو علماء کے درمیان اور علماء اہل سنت والجماعت  
 حاکم بن ابی اسحاق کو اپنی طرف سے دو روایتیں لکھ کر دی ہیں۔ ۱۲۸

الْبَشَرُ تُنَوِّنِي عَلَىٰ أَنْ تَسْتَنِي الْكِبَرُ فَبِهِمْ نُبَشِّرُونَ" سورة الذاریات میں بھی اسی کا ذکر ہے  
 البتہ یہاں اتنی بات اور زیادہ ہے کہ اس بشارت کے وقت آپ کی زوجہ محترمہ بھی حاضر تھیں اور  
 انہوں نے بھی ازراہ تعجب فرمایا۔ قالت عجوز عقیقہ میں یہ بیٹا جنوں گی؟ حالانکہ میں بوڑھی ہوں  
 اور میری توجوانی میں بھی اولاد نہیں ہوئی کہ میں بانجھ ہوں۔ ان آیتوں میں اس کی صراحت نہیں کہ ان  
 دونوں جگہوں میں کونسی آیت کا تعلق حضرت اسمعیل علیہ السلام کی ولادت سے ہے اور کونسی کا  
 تعلق حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت سے ہے۔ مگر جب سورة ہود میں اسی قصے کے ضمن میں  
 فرمایا۔ فَبَشِّرْنَهَا بَأْسَاقٍ آتٍ هَٰذَا اس آیت سے واضح ہو گیا جس بیٹے کی بشارت میں صفت  
 علیم کا ذکر ہے وہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ اس سے یہ بات از خود ثابت ہو گئی کہ غلام حلیم سے  
 مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام ہیں اور وہی ذبیح اللہ ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا بروہاری ہو سکتی ہے  
 کہ راہ خدادادی سچن ہی میں ہجرت اور پھر لوجہ اللہ ذبح ہونے پر بخوشی آمادگی  
 یہ سب حضرت اسمعیل علیہ السلام ہی کے متعلق ہیں انہ کان صادق الوعد وکان رسولاً

نبیا (مریم ۵۵) واللہ اعلم

(۲) پر وہ کے متعلق حکم دیتے ہوئے فرمایا وَلَيَضْرِبَنَّ يَخْمُرِينَ عَلٰی جُيُوبِهِنَّ (نور ۳۱) اور عورتوں  
 کو چاہیے کہ اپنی چادریں اپنے گریبانوں پر بند کر لیں۔ لفظ خمر خمار کی جمع ہے۔ خمار کا لفظ خمر سے مشتق  
 ہے کسی چیز کو ڈھانپ لینے والی چیز خمر ہے شراب کو بھی خمر کہا جاتا ہے۔ لانا یا تاجا صوالعقل  
 تو خمار سے مراد وہ بڑی چادر اور اوڑھنی ہے جو عورت کے سارے بدن کو ڈھانپ لے اور اس کے  
 بڑھے ہوئے کونے اپنے گریبانوں پر بند کر دئے جائیں جیسا مسلمان شرفاء خواتین کا شعار ہے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق سفر مدین کا حال مذکور ہے جس میں ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

فَسَقَىٰ لَهُمَا شَمَ تَوَلَّىٰ الْاِظْلَمِ وَالْقَصَصِ ۱۲۷ ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان دونوں برہمنوں کے  
 چار پانیوں کو پانی پلا کر پھر سائے کی طرف لوٹ گئے۔

اگر یہاں پر لفظ رَجَعَ یا ذَهَبَ لایا جاتا تو بظاہر اس میں کچھ خاص فرقی نظر نہیں آتا لیکن ان

سب الفاظ کے معانی پر غور کرنے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ لفظ توئی شان نبوت کے زیادہ مناسب ہے اس کے لئے توئی کا معنی پیٹھ دے کر لوٹنا یعنی موسیٰ علیہ السلام نے پوزی بے اعتنائی کرتے ہوئے پیچھے بھی مرہ کر نہ دیکھا ان دو لڑکیوں کی ضرورت غیرت ایمانی سے متاثر ہو کر پوری کر دی اور پھر کمال احتیاط اور حزم سے واپس لوٹے۔

(۴۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب قوم نے پانی مانگا اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو جواب یہ ہے۔ فانفجرت منه اثنتا عشرة عیناً (بقراءۃ)

لفظ فجر پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میدان میں پانی پہلے سے موجود نہ تھا نہ ہی اس پتھر میں کوئی چشمہ وغیرہ پہلے تھا اس پتھر سے پانی کا نکلنا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاشعری مارنے کے بعد ہوا۔ جیسا کہ فجر کا معنی تاریکی کا پھٹ جانا۔ اگر پہلے ہی صبح ہو تو اس کو فجر نہیں کہتے بلکہ خیرات کے بعد ظہور پذیر ہوتی ہے۔

(۵) سورہ مریم میں قیامت کا کچھ حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ وان منکم الاواردھا تم میں سے ہر ایک کا ورود جہنم پر ہو گا حالانکہ نیک لوگ جہنم سے محفوظ ہوں گے۔ لفظ ورود کا معنی دخول نہیں بلکہ پہنچنا اور عبور کرنا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے ولما ورد ماء مدین ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے پانی میں داخل تو نہیں ہوئے بلکہ اس کے کنارہ پر پہنچے۔ اب مریم کی آیت مسطورہ بالا کا پورا ترجمہ یہ ہو گا :-

وان منکم الاواردھا کان علیٰ سربک حتماً  
مقضیاً ثم نبی الذین اتقوا و نذر الظالمین  
نیہا جتیباً

اور تم میں سے ہر ایک کا اس پر گزر ہو گا آپ کے رب پر  
ضروری اور لازم ہے پھر ہم ڈرنے والوں (نیکوں) کو  
بچالیں گے اور نافرمانوں کو اس میں گھٹنوں کے بل کرنے دیں گے

(۶) قرآن حکیم میں اہل کتاب کے متعلق دو مکملے ارشاد فرمائے ہیں الذین ایتنا ہم الکتب اور او تو الکتاب بظاہر ان دونوں کلموں میں کوئی خاص فرق نہیں مگر حقیقت میں ان دونوں کے درمیان بظاہر فرق ہے۔ پہلے کلمہ سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو نور ایمان سے مشرف ہو گئے جیسا کہ

درجہ اولیٰ درجہ ثانی درجہ ثالثی درجہ رابعی درجہ خامسی درجہ سدسی درجہ ہفوی  
 اسباب المعقول بالمشکون ۱۵۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ انہی کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا الذین اتینا ہم الکتب  
 یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ (بقدرہ ۱۲۱) یہاں اہل کتاب کے ایمان کا ذکر  
 فرمایا تو اس کی تعبیر اتینا ہم الکتب کے ساتھ فرمائی۔ اور جب غیر مسلم اہل کتاب کو دعوتِ ستادی  
 تو یوں ارشاد فرمایا: یا ایہا الذین اوتوا الکتب امنوا بما نزلنا من صدقہ لعلکم تتقون (البقرہ ۱۲۹)  
 (النساء ۸۴) اس کلمے کا یہ معمولی سا فرق بہت بڑے تفسیری فائدہ کا حامل ہے۔

(۷) قرآن حکیم میں جس قدر نبیاء علیہم السلام کے نام آئے ہیں ان میں سے کسی کی نسبت اس کی والدہ  
 کی طرف نہیں کی گئی اور نہ ہی کسی عورت کا نام قرآن مجید میں ذکر فرمایا ابو لہب کی بیوی کا نام نہ لیا فرعون  
 کی نیک بخت سابقہ بیوی کا نام نہ لیا بلکہ یوں فرمایا: وَاَصْرَاقُ ذُنُوبِكُمْ (البقرہ ۲۲۲) اَصْرَاقُ ذُنُوبِكُمْ (التحریم)  
 اَصْرَاقُ الْعَزِيزِ (یوسف ۲۱) جو سارے قرآن مجید میں کسی بھی اچھی یا بری خاتون کا نام قرآن مجید نے  
 نہ لیا اور نہ ہی کسی نبی علیہ السلام کے نام کے ساتھ ان کی والدہ ماجدہ کی نسبت فرمائی بلکہ یہ حکم فرمایا کہ جب  
 تم کسی کو پکارو تو اُدْعُوہُمْ لِاَبَائِہُمْ (الاحزاب ۷۰) (ترجمہ) ان کو پکارو تو ان کے باپوں کے نام لے کر پکارو  
 مگر خود قرآن مجید نے عیسیٰ بن مریم، مسیح ابن مریم کئی جگہ ارشاد فرمایا اس میں کوئی نہ کوئی حکمت  
 ضرور ہے اسی طرح ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کو دعوت دیتے وقت یا قوم اے میری قوم  
 کا کلمہ ارشاد فرمایا لیکن صرف ایک نبی علیہ السلام ایسے ہیں جنہوں نے بجائے یا قوم کے یوں فرمایا:۔

وَاذْقَالَ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ ابْنِ اسْرَائِيْلَ اِنِّیْ <sup>ترجمہ</sup> اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے  
 رسول اللہ الیکم الایتم (الصف ۶) بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔

ان سب کلمات قرآنیہ اور ارشادات ربانیہ پر تدریک کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ (الف)  
 عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا اور نہ ماں کا نام نہ لیا جاتا (ب) آپ اپنی والدہ ماجدہ سے پیدا ہوئے اس لئے  
 معبود نہیں (ج) قوم ہمیشہ باپ سے بنتی ہے آپ کا جب باپ نہیں تو قوم کیسے بن سکتی ہے۔

مفسرین علماء کرام نے قرآن حکیم کے حکم اور عقیدے کو سمجھنے کے لئے اس کو  
 دلائل باع حارہ سے جوڑ کر دیکھا ہے۔ ~~یہاں تک کہ~~ ~~یہاں تک کہ~~ ~~یہاں تک کہ~~  
 کہ ان کتاب میں نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

قرآن حکیم کی تفسیر و ترجمہ سمجھنے کے لئے چند باتوں کا جاننا نہایت ضروری ہے اگر ان کا لحاظ رکھا گیا تو قرآنی تعلیمات مدلل اور مفصل طریقہ پر ذہن میں آجائیں گی۔ قرآن حکیم کا طرز بیان یہ ہے کہ ایک مسئلہ کو بار بار بیان فرماتے ہیں مگر ان کا سیاق اور سباق الگ ہوتا ہے اور ساتھ ہی ان کے دلائل بھی علیحدہ ہوتے ہیں ارشاد قرآنی ہے:-

انظر كيف نضرب الاليت لعالمهم بيفقہون (انعام ۶۵)

آپ دیکھیں ہم کس طرح دلائل کو پھیر پھیر کر لاتے ہیں شاید کہ وہ سمجھ جاویں۔

قرآن حکیم کا طرز بیان یہ ہے کہ پہلے ایک بات کو بطور دعویٰ یا حکم کے فرماتے ہیں اور پھر اس پر دلیل لاتے ہیں یہ دلائل سامعین کے لحاظ سے تین قسم ہیں۔ ایمان کا مرتبہ۔ تصدیق کا مرتبہ۔ علم میں استحکام کا مرتبہ۔ قرآن کریم میں ان تینوں قسموں کو اپنے اپنے موقع اور محل پر بیان فرمایا کہیں تو فرمایا اللہ صنیٰ اور کہیں فرمایا لقوم یوقنون اور کہیں لقوم یعقلون فرمایا۔ حضرت ابراہیم کا سوال سورہ بقرہ میں موجود ہے آپ نے احیاء موتی کے متعلق جب مشاہدہ کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا اولم تومن جو اب میں عرض کیا بلیٰ ولكن لیطہئن قلبی (بقرہ ۲۶) ایمان تو یقیناً ہے مگر یہ مشاہدہ کا سوال اطمینان قلب (یقین میں استحکام) کے لئے ہے۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت عزیر علیہ السلام نے جب اپنی موت کے سو سال بعد دوبارہ حیات اور اپنے چار کی چشم خود دوبارہ زندگی کو ملاحظہ کر لیا۔ اور ساتھ ہی دیکھ لیا کہ ان کا کھانا اور پانی دونوں اسی حالت میں موجود ہیں تو عرض کیا اعلم ان اللہ علیٰ کل شیء قدير (بقرہ ۲۵۹) میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یہ دلائل جو کسی حکم اور عقیدہ کو سمجھانے کے لئے قرآن حکیم نے دئے ہیں ان کی مفسرین قرآن مجید نے آٹھ قسم فرمائی ہیں۔ ان کا سمجھنا ترجمہ اور تفسیر کے لئے نہایت ضروری ہے ان کی تشریح دلائل کے ساتھ لکھی جاتی ہے۔

دلیل عقلی (۱) اس کو سمجھنے سے پہلے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ قرآنی دلائل سب عقلی بھی ہیں

اور نقلی بھی، عقلی تو اس اعتبار سے ہے کہ قرآن مجید کا کوئی بھی حکم عقل سلیم کے خلاف نہیں اور نقلی اس اعتبار سے ہیں کہ جو کچھ فرمایا سب امت نے سید و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر منجانب اللہ وحی کے طریقہ پر نازل ہوا۔ صرف سمجھانے کے لئے چند اقسام یوں فرماوئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی بھی دنیا میں نہ آتا اور کوئی بھی اس بات کا اعلان نہ کرتا کہ اسے دنیا والو! تم سب مخلوق ہو اور تمہارا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ تب بھی انسانی عقل و بصیرت از خود بھی اس بات کا یقین کر لیتی کہ اس سارے کارگاہ عالم کا بنانے والا یقیناً کوئی ہے۔ اس اعتبار سے اس دلیل کو عقلی کہا گیا اس کی مثالی درج ذیل ہے۔

سورہ بقرہ آیت ۱۶۳ میں ایک عقیدہ کا اعلان فرمایا۔ وَالْمُكْمَرِ اللّٰهُ وَاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ تم ان سب انسانوں کا معبود پر حق صرف ایک ہی ہے اب اس پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا۔

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے، اور اوقات ارضیہ کے بدلنے اور اس کشتی میں جو چلتی ہے وہاں نفع کی چیزیں لے کر اور جو آمارا اللہ نے آسمان سے پانی پھر زندہ کیا مردہ زمین کو اور پھیلائے اس میں سب قسم کے جانور اور پودے لے کے پھرنے میں اور بادل ہیں جو حکم کا تابع ہے آسمان اور زمین کے درمیان، ان میں نشانیوں ہیں عقل والی قوم کے لئے۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار والفلک التي تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیاء بہ الارض بعد موتها وبت فیہا من کل دابۃ وتصرف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایت لقوم یعقلون (۱۶۴)

یعنی ساری کائنات ارضی اور سماوی یہ سارا نظام عالم دلیل ہے کہ اس بات کی یہ نظام از خود نہیں چلتا اس کو یقیناً کوئی چلانے والا ہے اور وہی الہ واحد ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہودیہ کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے اور نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ ان حضرت نصرانی تھے قرآن کریم نے دونوں کی تردید عقلی دلیل کے ساتھ کرتے ہوئے فرمایا :-



یا اهل الكتب لم تخاجون فی ابراهیم وما انزلت  
التوراة والانجیل الامن بعدہ افلا تعقلون  
لئے کتاب ہالو! کیوں جسکرتے ہو ابراہیم علیہ السلام کے متعلق  
حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بعد تری کیا تم میں عقل  
نہیں۔  
(آل عمران ۷۵)

یعنی یہودی تو اس قوم کا نام ہے جو تورات کو مانتی ہے اور نصرانی اس قوم کا نام ہے جو انجیل کو  
مانتی ہے اور یہ دونوں کتابیں تورات اور انجیل تو ہر دو ابراہیم علیہ السلام سے بعد نازل ہوئی ہیں۔ اگر آج  
کوئی آدمی یہ کہدے کہ شاہ جہاں یا عسکیر مسلم لیگ کا ممبر تھا یا نظام اسلام پارٹی کا رکن تھا تو  
لوگ یہ بات سن کر اس کو بے عقل ہی تو کہیں گے۔ عالمگیری کے زمانے میں ان کا وجود ہی کہاں تھا؟  
دلیلی نقلی (۲) اس دلیل سے مراد ارشادات خداوندی ہیں جو بواسطہ انبیاء علیہم السلام  
لوگوں تک پہنچے اس دلیل کو روز حشر میں خداوند قزوس نے اہل جہنم کے سامنے الزاماً پیش فرماتے  
ہوئے ارشاد فرماویں گے۔

الم یا تکم رسل منکم یتلون علیکم آیت ربکم  
وینذرونکم لقاء یومکم هذا قالوا بلی ولكن  
حقت کلمة العذاب علی الکافرین۔  
(الزمر ۷۱)  
کیا تمہارے پاس رسول نہ آئے تھے تم میں سے جو پڑھتے  
تھے تم پر تمہاری رب کی آیات اور تم کو اس دن کے ملنے  
سے ڈراتے تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں لیکن ثابت ہوا  
حکم عذاب کا کافروں پر

یعنی انبیاء علیہم السلام نے بھی آکر احکام خداوندی بتائے توحید اور حشر اجساد و دیگر عقائد  
پر ایمان لانے کا حکم دیا مگر نافرمانوں نے تو عقل سے کام لیا اور نہ ہی بات کو سنا اس لئے جہنم رسید  
ہو گئے چنانچہ جہنمی اس دن ان دونوں دلائل کے انکار کا اقرار کریں گے ارشاد قرآنی ہے:-

وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب  
السعیثہ (الملك ۲۸)  
توجہ اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو جہنمی نہ  
ہوتے۔

کہ نہ تو سنا اور نہ ہی خود غور و فکر سے کام لیا چنانچہ اہل یقین اور اہل ایمان اس بات کا بھی اعتراف  
کرتے ہیں کہ جب داعی الی اللہ نے ہم کو ایمان کی طرف بلا یا ہم نے فوراً اس کو قبول کر لیا۔ فرمایا۔

ربنا اننا سمعنا منا ديا ينادى للايمان ان  
 امنوا بربكم فامنا (آل عمران ۱۹۳)  
 اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کی پکار کو سنا  
 جو ایمان کے لئے پکار رہا تھا تاکہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ  
 پس ہم ایمان لے آئے۔

ان دلیلوں کو بیان فرماتے ہوئے قرآن مجید کو کہیں تو **الکتاب الحکیم** فرمایا اور کہیں **الکتاب  
 المبین**۔

دلیل آفاقی (۳) اللہ تعالیٰ آفاق عالم کو بھی بطور دلیل کے پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ سنو یہ  
 آیتنا فی الافاق وفي انفسهم حتی یتبین لهم انما الحق وحده السجدة ۵۳  
 (ترجمہ) اب ہم دکھادیں گے ان کو اپنی قدرت کی نشانیاں دنیا میں اور خود ان کی جانوں (بدنوں) میں بھی۔  
 چنانچہ دوسرے دلائل کے ساتھ ساتھ آفاق عالم اور کائنات ارضی کے انقلابات پر نظر ڈالنے کا  
 حکم بھی فرمایا: قل انظروا ما ذافی السماوات والارض ارشاد فرمایا:-

قد خلت من قبلكم سنن فسیروا فی  
 الارض فانظروا کیف کان عاقبة الملکذبین  
 (ترجمہ) گذر چکے تم سے پہلے کئی دستور سو پھر زمین میں پھر دیکھو  
 کیسا بنا انجام جھٹلانے والوں کا۔

ال عمران ۱۳۷

بلکہ بعض دلائل کی تصریح بھی فرمادی اہل مکہ سے قوم لوط کی بستیوں کا منظر دیکھنے کے متعلق فرمایا:-

وماھی من الظالمین ببعید (ہو ۵۳) (ترجمہ) اور یہ تباہ شدہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور تو نہیں۔

موت کے بعد دوبارہ زندگی پر آفاقی دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا:-

حتى اذا قلت سحابا ثقلا سقناہ لبلد میت (ترجمہ) یہاں تک کہ جب وہ اٹھلاٹھ بجاری بادل ہانکا ہم نے ان کو  
 فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات  
 كذلك نخرج الموتی لعلکم تذكرون ولبلد الطیب  
 یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبیث لا یخرج الا  
 نکلا كذلك نظر الایت لقوم یشکرون (الاعراف ۵۷)  
 یہاں تک کہ جب وہ اٹھلاٹھ بجاری بادل ہانکا ہم نے ان کو  
 بستی کی طرف پھر اتارا ہم نے اس میں پانی۔ پس نکالا ہم نے پانی  
 سے ہر قسم کے پھلوں سے، اسی طرح نکالیں گے مردوں کو دشمن  
 دی تاکہ تم دھیان کرو اور ستھری جو گئے نکلتے اس کا سبز اس کے  
 رکے حکم سے اور جو خراب سے اس سے روی ہی نکلتے ہم پھر پھیر کر

مندرجہ بالا آیات میں چند مسائل اور حقائق بیان فرمائے۔

- (۱) روزِ مَرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہوائیں بادل کو ہانک کر لاتی ہیں اور وہ وقت مقررہ پر برس جاتا ہے  
(۲) اس کے برسنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہر قسم کے بیج جو زمین میں مدفون ہیں اور عالم انسانوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ وہ زمین سے اگ پڑتے ہیں۔

(۳) جو بیج اچھا تھا وہ اپنی اچھی کیفیت کے ساتھ اگتے سے مثلاً گلاب کا پودا، اور برا بیج اسی کیفیت سے اگتے سے جیسا کہ خاردار جھاڑیاں وغیرہ۔

ان آفاقی دلائل کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کن لک نخرج الموتی یوں ہی ہم اس زمین سے مردوں کو زندہ کر کے نکالیں گے۔ نیک و بد، علیحدہ علیحدہ ہوں گے۔

اسی طرح حق و باطل کا نتیجہ اور اثر سمجھاتے ہوئے آفاقی دلیل بیان فرمائی ارشاد قرآنی ہے۔

انزل من السماء ماء فضالت اودیة بقدرها  
فاحتمل السیل نریداً رابیا ومنہا یوقدون علیہ  
فی النار ابتغاء حلیة او متاع نریداً مثله کذلک  
یضرب اللہ الحق والباطل فاما النرید فیذہب  
جفا واما ما ینفع الناس فی ملک فی الارض  
کذلک یضرب اللہ الامثال  
(العدۃ ۱)

ترجمہ  
اللہ نے آمارا آسمان سے پانی پھر بے تلے اپنے اپنے اندازہ  
سے پھرا اور پر لایا وہ نالہ پھولا ہوا جھاگ اور پھر جس چیز  
کو دھونکتے ہیں آگ میں واسطے زیور کے یا اور اسباب  
کے اس میں بھی جھاگ ہے ویسا ہی۔ یوں ہی ٹھہرتا ہے  
اللہ تعالیٰ صحیح اور غلط مگر جو جھاگ ہے وہ تو خود بخود  
سوکھ کر ختم ہو جاتی ہے اور جو کام آتا ہے لوگوں کے وہ  
ٹھہرتا ہے زمین میں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے  
مثالیں۔

ارشاد بالا میں چند باتیں مذکور ہیں:-

- (۱) آسمان سے بارش کا اترنا اور اس کا اثر  
(۲) حق اور باطل کی مثال  
(۳) اس کا نتیجہ حق خود بخود قائم رہتا ہے کسی کے مٹانے سے نہیں مٹتا اور باطل خود مٹ جاتا ہے جیسا کہ

دوسری جگہ فرمایا:-

ان الباطل کان زھوقا ربی امرئیلؑ کسی کے سہارا دینے سے باطل حق نہیں بن سکتا۔

اسی طرح حشر اجساد کے عقیدہ کو بھی افاقی دلیل کے ساتھ سمجھاتے ہوئے فرمایا:-

<p>قال من یحیی العظام وہی ربیم ۰ قل یحییہا الذی انشاھا اول مرۃ وہو بکل خلق علیم ۰ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون ۰ (یس ۷۸ تا ۸۰)</p>	<p>توجہ کہتا ہے کون زندہ کرے گا بوسیدہ ہڈیوں کو۔ آپ فرما دیجئے وہی جس نے بنایا ان کو پہلی مرتبہ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے جس نے بنا دی تمہارے لئے سبز و خشک سے آگ پھر اب تم اسی سے سلگاتے ہو۔</p>
--	---

ارشاد باری تعالیٰ میں چند حقائق بیان فرمائے جن کی تردید نہیں ہو سکتی۔

(۱) آخر ان مردہ اور بوسیدہ ہڈیوں کو پہلی مرتبہ کس نے پیدا فرمایا۔ جو پہلی دفعہ پیدا فرماتا ہے جب

کہ کچھ بھی نہ تھا تو اب دوبارہ کیوں پیدا نہیں فرما سکتا جب کہ ہڈیاں اور راکھ اور مٹی وغیرہ اسی بدن

کے اجزاء موجود ہیں (۲) تم ایک پیر کو مردہ بے جان سمجھ کر یہ فیصلہ کرتے ہو کہ مردہ اور زندہ میں

منافات ہے اس لئے یہ مردہ زندہ نہیں ہو سکتا تو بتاؤ آگ پانی میں منافات ہے یا نہیں؟ لہذا

ہے آگ پر پانی ڈالو تو وہ بجھ جاتی ہے مگر تم یہ دیکھتے ہو کہ وہی پودا جس کے بیج کو پانی سے

ترشہ مٹی میں بویا جاتا ہے پھر اس پودے کی نشوونما پانی سے کی جاتی ہے اس پودہ پر سبز

پتے اس کے آبی وجود پر روشن دلیل ہیں مگر پانی سے اگنے والے اور پانی سے پلنے والے پودے کے

کارہیوں کو جب تم آگ لگاتے ہو تو وہ آگ نہ صرف قبول کرتی ہے بلکہ بھڑک اٹھتی ہے۔ اس

منافاة کو دور کرنے والا خدا کیا اس پر قادر نہیں کہ وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر دے۔

نفسیاتی (۳) انسان کی عادت ہے کہ جب وہ کسی خوشی یا غم کی بات کو اپنے متعلق خیال میں

لاتا ہے تو وہ اس پر جلدی اثر انداز ہوتی ہے اس کو نفسیاتی دلیل کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے

مسائل سمجھاتے ہوئے اس دلیل کا ذکر فرمایا ہے جس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے نام پر اچھی اور بہتر چیز دینے کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی یہ بات بھی سمجھا دی کہ باوجود

کسی زردی اور غیر مناسب چیز کو لینا پسند نہیں کرتے اگر مجبور ہی ہو تو آنکھ بند کر کے لیتے ہو دل کی خوشی کے ساتھ اس کو نہیں لیتے تو پھر وہ خداوند قدوس جو غنی اور تمام صفات کے ساتھ موصوف ہے تم اس کے نام پر زردی اور غیر مناسب چیز دینے کی ہمت کرتے ہو فرمایا:-

وَلَسْتُمْ بِأَخِيذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ  
 اور تم خود کبھی اس کو لینے والے نہیں ہاں مگر یہ کہ  
 چشم پوشی کر جاؤ اس میں۔  
 (بقرہ ۲۶۷)

(۲) ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے انسان کو سمجھایا کہ جس طرح تم اپنی آخری عمر میں اس بات کی تمنا اور خواہش کرتے ہو کہ تمہاری اولاد تمہارے حق میں نیک ہو تمہاری فرماں بردار ہو تو یہی خواہش اور تمنا تمہارے والدین کے دل میں بھی ہے وہ تم سے وہی امید والی بات کہتے ہیں جو تم اپنی اولاد سے وابستہ کر رکھی ہے۔ ارشاد فرمایا:-

ووصينا الانسان بوالديه احسانا حملته  
 اور ہم نے انسان کو حکم دیا ماں باپ کے ساتھ اچھے سلوک کا  
 امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحمله وفصالہ  
 پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا بھی  
 اس کو تکلیف سے، اور اس کا حمل میں رہتا اور اس کا دودھ  
 ثلاثون شهراً حتى اذا بلغ اشده وبلغ  
 چھوڑنا تیس مہینے میں ہے یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی  
 اربعین سنة قال رب اوزعني ان اشكر  
 طاقت کو اور پہنچا چالیس سال کی عمر کو کہنے لگا اے میرے  
 نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان  
 رب میری قسمت میں کر میں شکر کروں تیرے اس احسان کا  
 اعمل صالحاً ترضاه واصلح لي في ذريتي  
 جو تو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر کیا اور عمل کروں  
 انى تبت اليك واني من المسلمين  
 نیک جس سے تو راضی ہو اور نیک کر دے میری اولاد  
 (الاحقاف ۱۷)  
 میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں فرماں بردار ہوں۔

نادار اور کمزور رشتہ داروں عام مساکین کے ساتھ حسن سلوک ان کی امداد اور ان کی تربیت کرنے کا حکم فرمایا اور ان کی لغزشوں پر فراخ دلی کے ساتھ درگزر کرنے اور معاف کرنے کا حکم فرمایا اور اس حکم یوں سمجھایا کہ جب تم یہ پند کرتے ہو یہ چاہتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ جو ہر چیز پر

قادر ہے اور تمہارا سب سے بڑا محسن ہے تم کتنی غلطیاں اور نافرمانیاں کرنے کے باوجود اس سے مغفرت اور بخشش کے طالب رہتے ہو تو تمہیں چاہئے کہ تم بھی ان لوگوں کو اسی اللہ تعالیٰ کی مخلوق سمجھ کر ان پر رحم و کرم کرو۔ ارشاد فرمایا:-

ترجمہ

اوس قسم نہ کھائیں بڑائی والے اور کشتائش رزق والے ان سے کہ دیوین رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو اور مہاجرین کو جو اللہ کی راہ میں ہجرت کے آئے اور چاہیے کہ وہ کشتائش والے معاف کر دیں اور مدد گزیر کر دیں۔ انہیں چاہئے کہ اللہ تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے کا مہربان ہے۔

ولایاتل اولوالفضل منکم والسعدان یوثوا  
اولی القربی والمصلحین والمہاجرین فی  
سبیل اللہ ولیصفحوا لاتبون ان  
یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم  
(النور ۷۱)

قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ایسے دلائل بیان فرمائے۔

جدلی (۵) ایسی دلیل پیش کرنا جس کو مقابل خود تسلیم کرے قرآن کریم نے ایسے دلائل سے تبلیغ اور ارشاد کا حکم فرمایا:-

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النمل ۱۲۵) (ترجمہ) اولاً لزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو  
توجید اور دوسرے عقائد کو بیان کرتے ہوئے اس طریق کو بھی ارشاد فرمایا:-

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے بنا آسمانوں اور زمین کو اور کام میں لگایا سورج اور چاند کو تو کہیں گے پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کس نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا ان کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد تو کہیں گے اللہ نے آپ فرمادیں سب تعریفیں اللہ ہی کا حق ہیں لیکن بہت سے لوگ بے عقل ہیں۔

ترجمہ

ولئن سألتهم من خلق السموات والارض  
وسخر الشمس والقمر ليقولن اللہ فانی یوفکون  
ولئن سألتهم من نزل من السماء ماء فاحیا  
به الارض بعد موتها ليقولن اللہ قل الحمد  
للہ بل اکثرهم لا یعقلون  
(العنکبوت ۷۱)

اسی طرح دوسرے مقامات پر اسی طرح استدلال فرمایا کہ جب تم خود کہتے ہو کہ خالق اللہ تعالیٰ ہے آسمان سے بارش برسانے والا۔ آگ کی استعداد لکڑی میں پیدا کرنے والا۔ مادہ تولیہ سے تخلیق انسانی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر تم اس کے ساتھ کسی غیر کو کیوں شریک بناتے ہو؟  
 عادی (۶) اس دلیل کو کہا جاتا ہے جو عادت صحیح ہو یعنی اس کا استعمال بطور عادت کے ہو جیسا کہ قرآن مجید نے تعدد الجہ کے بطلان میں دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ لَوْ كَانَ فِيهَا إِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء ۲۲)

یعنی جس طرح عادت یہ بات محال ہے کہ ایک ملک کے دو بادشاہ ہوں اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے تو وہ ملک تباہ اور برباد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بات عادت کے طور پر محال اور ناممکن ہے کہ ایک آدمی اپنے ملک میں کسی بھی دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتا اس لئے ایک ملک کے دو بادشاہ کبھی بھی اس ملک میں امن و امان قائم نہیں رکھ سکتے بلکہ ان کا آپس میں ذہنی اور فکری تضاد اس ملک کو تباہ کر دیتا ہے سورہ الروم میں فرمایا:-

توجه

اور اسی کی مثال ہے سب سے بلند آسمانوں اور زمین میں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ بیان فرمائی تمہارے لئے ایک مثال کیا ہے تمہارے لئے ان میں سے جن کے مالک ہیں تمہارے ہاتھ کوئی شریک ان چیزوں میں جو ہم نے تمہیں دی ہیں پس تم (اور وہ غلام) ان میں برابر کے شریک ہو؟ ان کا خطرہ ایسا ہی رکھو جیسا اپنیوں کا خطرہ رکھتے ہو۔ اسی طرح کھول کر بیان کرتے ہیں ہم اپنی آیات عقلمندوں کے لئے۔

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ضَرِبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ لَكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءِكُمْ لَئِن دَقْنَاكُمْ وَإِنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (آیات ۲۷ و ۲۸)

عادت بھی یہ بات محال ہے کہ کسی ملک عظیم میں دو معبود یا اس سے زیادہ ہوں اگر بضرع ایک سے زیادہ الہ ہوئے تو یہ کائنات ارضی و سماوی ضرور تباہ و برباد ہو جاتی۔ کسی کا مقابل تو اسی وقت

مستقل حیثیت کا مالک سمجھا جاتا ہے جب کہ وہ اپنے مقابل کے کسی تصرف کا مقابلہ کر سکے حضرت  
ابراہیم علیہ السلام نے فرود کے دعوئے معبودیت باطلہ کو شکست دینے کے لئے فرمایا۔

فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ  
بِهَافِنِ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ  
(بقرہ ۲۵۸)

کہ اگر تو اپنے رب ہونے کا دعویٰ کچھ دلیل رکھتا ہے تو پیش کر کہ اللہ تعالیٰ کے نظام شمسی کے  
مقابلے میں اپنا نظام شمسی پیش کر، مگر وہ یوں نہ کر سکتا تھا لہذا شکست کھا گیا۔  
پدیہی (۷) سے مراد وہ دلیل ہے جس کو ہر ایک انسان بلا کسی غور و فکر کے آسانی سے  
سکے اگرچہ معبود برحق کی وحدانیت پر کئی دلائل ہیں بلکہ کائنات ارضی کا ذرہ ذرہ حسب قول  
ابو حنیفہ

ففي كل شيء له آية - تدل على الله واحد

توحید باری تعالیٰ پر بالکل واضح دلیل ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:-

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يَرْجِعْكُمْ  
إِلَيْهِ وَإِلَيْهِ حُلُوكُمْ مِنْكُمْ مَنْ يَفْعَلُ  
مِنْ ذَلِكَ مِنْ شَيْءٍ سِجَانًا وَتَعَالَى عَمَّا  
يُشْرِكُونَ (الروم ۲۷)

توجہ الشہدہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا  
تمہیں اس کے پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارا  
معبودوں میں سے کوئی بھی ہے جو ان کاموں پر  
کچھ بھی کر سکے وہ پاک ہے اور ان کے شریکوں  
بہت بلند ہے۔

لیکن سب سے زیادہ واضح جس کو ہم پدیہی کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں وہ انسان کی صورت  
ہے کہ انسان اس طرح سے اپنی پوری طاقت اور ہر قسم کی احتیاطی تدابیر کے باوجود مرٹ جاتا ہے  
انسانوں کا ہر قسم کے اقتدار اور اختیار کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس کائنات سے مرٹ جانا  
کی کھلی دلیل اور ناقابل انکار دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:-



ولكن اعبد الله الذي يتوفاكم ويونس<sup>١٣٧</sup> ترجمہ - بلکہ میں اس اسرارِ عبادت کرتا ہوں جو تمہیں وفات دیتا ہے  
یعنی تم یہ تولد ہوتے ہو کہ ایک وقت آتا ہے تم پر موت واقع ہو جاتی ہے اور تم اس بات پر بھی یقین  
رکھتے ہو کہ موت تم خود نہیں لاتے اور نہ ہی تم موت کے لئے آمادہ ہوتے ہو بلکہ موت کو ٹالنے کے لئے  
ہزار ہا حیلے اور بہانے تلاش کرتے ہو مگر وہ موت تم کو پالیبتی ہے کیا یہ ناقابل انکار بدیہی دلیل نہیں  
کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وہی معبود برحق ہے۔ آفاقی دلائل کے لئے تفسیر کبیر کا مطالعہ مفید ہے۔  
(۸) اثبات المعقول بالمحسوس۔ قرآن مجید نے انسانوں کو اپنی بات سمجھنے کے لئے محسوس  
اشیا میں غور و فکر کا حکم فرمایا۔ ارشاد قرآنی ہے :-

ان في خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار لآيات لاولى الالباب الذين  
يدعون الله قياماً وقعوداً ويفكرون في خلق السموات والارض من بنا ما خلقت هذا باطلا  
سبحانك فقنا عذاب النار (بقرہ ۱۳۷)

کائناتِ ارضی اور سماوی میں غور و فکر ان عقائد کو بھی سمجھا دیتا ہے جو انسان کا عقلِ قاصر  
نہیں سمجھ سکتا یہ قاعدہ عام ہے کہ کسی معنوی چیز کو محسوس چیز کے ساتھ سمجھایا جاتا ہے قرآن مجید نے  
عقائد اور دوسرے بعض مسائل میں کائنات کی محسوس اشیا اور واقعات کو بطور دلیل کے پیش فرمایا۔  
جیسا کہ اتفاق فی سبیل اللہ کے اجر کا کئی گنا بڑھنا اس کو محسوس مثال کے ساتھ یوں سمجھایا :-

مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله <sup>توجه</sup> ان کی مثال جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ایسی ہے  
مثل حبة اذنت سبع سنابل في كل سنبله  
مات حبة والله يضاعف لمن يشاء والله  
واسعٌ عليم (بقرہ ۲۶۱)

جیسے ایک دانہ کہ آگے سات بالیں ہر بال میں سو  
سودانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جس کے واسطے چاہے بڑھاتا  
ہے اور اللہ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔

یعنی جب تم ایک بیج خود اپنے ہاتھ سے زمین میں بودیتے ہو اور پھر وہ کچھ دیر بعد اگتا ہے اور کبھی  
کبھی وہ سات بالیں (شاخیں) لے کر اگتا ہے اور ہر بال میں سو دانے ہوتے ہیں۔ تم نے صرف ایک  
بیج بویا مگر وہ قدرتِ خداوندی سے تھوڑی دیر کے بعد سات سو دانے لے کر اگتا ہے جو سو وغیرہ اس کے

اس کے بعد فرم آن کرے کہ مفاہد پروردگاری کی ہے اور یہ کافی لداکت لہجہ میں  
 سے لے کر ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔

علاوہ ہے جیسا کہ ہم خود دیکھتے ہیں ایک کاشتکار چند سیر بیج زمین میں بوتا ہے مگر پھر وہاں سے  
 کئی من اناج اٹھاتا ہے۔ ہماری عقل اور دانش اس کو کبھی مشکل اور محال نہیں سمجھتا تو پھر اس میں کیا  
 استبعاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر مخلصانہ دینا سات سو سے زیادہ اجر و ثواب کو لے کر اللہ  
 کے حضور سے فیض یاب ہوگا۔ اور اگر پہلی آیات کو ملا کر ان آیات میں تدریج کیا جائے تو معلوم ہو جائے  
 گا کہ یہ مثال محسوس حیات بعد از موت کو بھی واضح کر رہی ہے کہ جب تم خود ایک بیج کو مٹی میں  
 دفن کر دیتے ہو تو بقول تمہارے مر جاتا ہے مگر وہی بیج کچھ زمانہ کے بعد اپنی تمام مخفی صلاحیتوں  
 کو ظاہر کر کے اگتا ہے تو اس میں کیا بات ناممکن ہے کہ قیامت کے دن انسان اپنے سب اعمال کے  
 ساتھ جو آج کل نظروں سے اوجھل اور مخفی ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا۔ اسی طرح ایام ماہواری  
 میں بیوی لگا مباشرت سے منع فرمایا اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ فرمایا:-

نساؤکم حروف لکم فاتوا حرثکم انی شئتم | تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں پس تم اپنی کھیتوں  
 وقد موالا انفسکم واتقوا اللہ | میں آؤ جیسے چاہو اور اپنے لئے آئندہ کی بھی تیاری کرو  
 (بقرہ ۲۲۳) | اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

آیت مسطورہ بالا کئی احکام اور تعلیمات پر مشتمل ہے جن میں سے چند یہ ہیں:-  
 الف۔ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں بغیر کی بیوی تمہاری کھیتی نہیں اس لئے اس کے ساتھ  
 مباشرت کرنا عقلمندی نہیں کیا وہ عقلمند ہے جو دوسروں کی کھیتی کو پانی دیتا ہے اور اپنے  
 باغ کو ویران کر ڈالے۔

ب۔ تمہاری بیویاں کھیتی ہیں۔ تو جس طرح تم اپنی کھیت میں بیج بونے سے پہلے اسے کوڑے کرکٹ  
 وغیرہ سے صاف کرتے ہو پھر اس میں بیج بونے ہو اسی طرح ایام ماہواری میں بیوی میل کھیل  
 میں لوث ہے اس کو غسل کے ساتھ پاکیزہ ہونے دو۔

ج۔ کھیتی اسی جگہ اور اس حصہ زمین کو کہا جاتا ہے جو قابل زراعت ہو کیا کوئی نادان سیمٹ اور  
 کنکریٹ سے بنی ہوئی سڑک پر بیج بونے کو اس کے اگنے کی توقع کر سکتا ہے۔ اسی طرح اپنی بیوی



بے تردید کا مفہوم خدا کی طرف سے ہے۔ یہ تو خود بخود دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔  
تو کیا ہے؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایمان کا مفہوم ہے، عبادت، محبت، اور  
سوائے ان کے کسی اور قسم کے کو بھی علیحدہ سے بیان کیا گیا ہے۔

۱۹۴

اگر ایمان بالرسالت نہ ہو تو ایمان باللہ باقی نہیں رہ سکتا جیسا کہ فرمایا: **من يطع الرسول فقد اطاع الله (النساء)** مگر ایمان باللہ تعالیٰ اور ایمان بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عقیدہ اور عمل کی حیثیت دینے کے لئے تبشیر اور تنذیر کی ضرورت ہے۔ تبشیر کے اجر کامل کا وقوع اور تنذیر کا عملی وقوع کامل جس دن ہوگا اس یوم الفصل، یوم الحساب پر ایمان لانا ضروری ہے اس لئے سارے مقاصد قرآنی کا خلاصہ توحید، نبوت، معاد سمجھا جائے اس کتاب

معارف القرآن میں ان ہی کے متعلق قرآنی تعلیقات پیش کی جاتی ہیں:-

**توحید باری تعالیٰ**، قرآن حکیم نے توحید باری تعالیٰ کو نہایت ہی واضح طور پر بیان فرمایا۔ شرک کی تمام اقسام کو جڑ سے اکھیڑتے ہوئے توحید باری تعالیٰ کے چار پہلو توحید ذاتی، توحید صفاتی، توحید افعالی، توحید حکمی کو بیان فرمایا:-

**نبوت**۔ قرآن حکیم نے ایمان بالنبوت، عصمت نبوت اور خاتم النبیین کے بنیادی عقیدہ کو بیان فرمایا کہ انسان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے متعلق باز پرس ہوگی۔ امام ابن تیمیہ نے مفسر ابو العالیہ (ف ۹۳) سے ارشاد قرآنی فوراً بک لانساً لئہم اجمعین عما كانوا یعبون (الحج ۹۲) کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے کہ دو باتوں کے متعلق ہر انسان سے بنیادی سوال ہوگا (۱) تو کس کی عبادت کرتا تھا (۲) جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی یا نہ؟ (معارف الوصول ص ۱۹۳)

معاد یعنی ٹوٹ کر دوبارہ زندگی میں پہنچنے کا خوف ہی انسان کو اطاعت کے لئے آمادہ کر سکتا ہے فرمایا:- **وہم من الساعۃ مشفقون (الانبیاء ۲۵)**

**توحید**۔ قرآن کریم نے توحید کا جو عقیدہ پیش فرمایا وہ جامع اور مبالغہ عقیدہ ہے۔ توحید کے تمام پہلوؤں کو واضح فرمایا۔ شرک کے تمام اقسام کی کھلی تردید فرمائی اس کا اجمال یہ ہے:-

الف۔ توحید کی تبلیغ ہی تمام نبیاء علیہم السلام کی اساسی اور بنیادی تعلیم ہے فرمایا:-  
**وما ارسلنا من قبلك من رسول الا (ترجمہ) اور ہم نے آپ سے پہلے بھی ہر پیغمبر کو یہی وحی کی**

نوحی الیہ انہ لالہ الا انما عابدونہ (ترجمہ) کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس صرف میری ہی عبادت کرو۔ (انبیاء ۲۵)

ب۔ توحید کے تمام اقسام کو علیحدہ علیحدہ بھی بیان فرمایا جیسا کہ توحید ذاتی کے متعلق فرمایا۔  
 قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (اخلاص ۱) آپ فرمادیکئے اللہ تعالیٰ یکیتا ہے شریک فی الصفات کی تردید فرمائی کہ شریک دراصل صفات ہی میں پیدا ہو کر شریک فی الذات تک پہنچ جاتا ہے فرمایا۔  
 لیس کمثلاً شیء وهو السمیع البصیر ترجمہ اس کی مانند کوئی چیز بھی نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔  
 الشوری ۱

وله المثل الاعلیٰ فی السموات والارض وهو العزیز الحکیم (الروم ۲۷) ترجمہ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان اعلیٰ ہے اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے

فلا تضرہو واللہ الامثال (النحل ۷۷) (ترجمہ) سو تم اللہ کے لئے مثالیں مت گھڑو۔  
 قرآن حکیم شروع ہی سے توحید صفاتی کو بیان فرمایا جیسا کہ سورہ فاتحہ کی پہلی آیت بالفاظ دیگر  
 مصحف عثمانی کی ابتداء ہی ایمان بالصفات سے ہے فرمایا۔ الحمد لله رب العالمین  
 (فاتحہ ۱) فله الحمد رب السموات والارض (الباقی۳۳) وله الحمد  
 فی السموات والارض (الروم ۲۸) اسی لئے شریک فی الاسماء کو علیحدہ بھی بیان فرمایا۔  
 وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوه بہا (الاعراف ۱۸)

شریک فی العبادۃ کی تردید کرتے ہوئے اس سے روکا فرمایا لا تعبدوا الا ایاہ (بنی نعل) اسراۃ ۲۳  
 ولا یشرک بمعبادۃ ربہ احد (کہف ۱۷) فایامی فاعبدون (عنکبوت ۲۶) اور یہ بھی حکم فرمایا کہ اس بات کا اعتراف کرو کہ ہمارا معبود وہی واحد لا شریک لہ ہے۔ فرمایا۔ ایاک نعبد  
 (فاتحہ ۲)

توحید فی الافعال کو بیان فرمایا۔ لکن اللہ یفعل ما یرید (بقرہ ۲۵۳) فعال لہما  
 یرید (البروج ۱۷) الالہ الخلق والامر (اعراف ۵۴) اسی طرح افعال کا خالق اور متصرف بھی

اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

وَأَنْتَ هُوَ أَضْحَكٌ وَابْكِي وَأَنْتَ

أَمَاتَ وَأَحْيَا (النجم ۲۳، ۲۴)

ترجمہ

اور وہی ہنسنا ہے اور رلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور زندگی دیتا ہے۔

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُو يَهْدِي بِي وَالَّذِي هُوَ

يَطْعَمُنِي وَيَسْقِينِي وَإِذَا مَرَضْتُ فَهُو

يَشْفِينِي (الشعراء از ۷۰ تا ۷۱)

ترجمہ

اللہ وہی ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی میری راہ نکالتی کرتا ہے اور وہی مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں مجھ کو شفا بخشتا ہے۔

توحید فی الحکم بھی قرآنی تعلیمات سے واضح ہے فرمایا لا یشرک فی حکم احد رکعت

سب سے بڑا حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے فرمایا الیس اللہ با حکم الحاکمین (والتین ۷) حضرت شا

عبد القادر نے قرآن مجید کی سورہ الانعام آیت ۱۱۰ وان اطعموہ انکم ملشرون کی تفسیر

میں فرمایا :-

یعنی شرک فقط یہی نہیں کہ کسی کو سوائے خدا کے پوجے بلکہ شرک حکم میں ہے کہ اور کا مطیع

شرک کی تمام قسم کی تردید بوجہ اتم قرآن مجید نے فرمائی۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریح

لائے اس وقت عرب میں خصوصاً اور ساری دنیا میں عموماً جو ادیان باطلہ پائے جاتے تھے سب

تردید فرما کر توحید خالص کی دعوت دی۔

ترجمہ

ان الذین امنوا والذین ہادوا والطبیین

والنصرانی والمجوس والذین اشركوا

ان اللہ یفصل بینہم یوم القیامۃ ان

اللہ علی کل شیء شہید۔ الم تر ان اللہ

یسجد لہ من السموات ومن فی الارض

والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر

واللدواب وکثیر من الناس ط وکثیر

اس میں شک نہیں کہ مسلمان، اور یہود اور صابی اور

نصاری اور مجوس اور مشرک ان سب کے درمیان اللہ

قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا بے شک اللہ

ہر چیز سے پورا واقف ہے کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ

ہی کو سجدہ کرتا ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور

جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور

پہاڑ اور پودے اور چار پائے اور بہت سے انسان

حق علی العذاب ومن یهن الله فماله  
من مکرمان الله یفعل ما یشاء المجلد ۱۶۱۶

بھی اور بہت سے انسانوں پر عذاب ثابت ہو چکا ہے  
(بوجہ شرک کے) اور جسے (مشرک) کو اللہ تعالیٰ ذلیل کر دے  
(بوجہ شرک کے) اسے عزت دینے والا کوئی نہیں اللہ  
جو چاہے کرتا ہے۔

(ضروری) یہ آیات تلاوت کرتے وقت سجدہ تلاوت کریں۔  
مندرجہ بالا اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو  
اس وقت کچھ لوگ تو دین ابراہیمی پر قائم تھے جن کی تعداد پانچ یا کم و بیش ہے ان میں سے ابو بکر صدیق  
باب بن البراء الشنی، امیہ بن ابی الصلت، اسعد بن کرب، احمیری، ابو قلیس بن صرمہ، زید بن عمر  
بن نفیل رضی اللہ عنہم کے اسماء متفق علیہا ہیں۔ امیتہ بن ابی الصلت کے تین اشعار تبرکاً و برج  
ہیں۔

ترجمہ

لك الحمد والنعماء واملك بيانا  
ملك على عرش السماء مهيمنا  
عليك حجار النور والنور حوله

فلا شئ اعلى منك واجحد  
لعزته تعنوا الوجوه وتسجد  
وانهار نور حوله تتوقد

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن عمر بن نفیل کے مندرجہ ذیل اشعار نقل فرمائے ہیں۔

عبادك مخطون وانت رب  
اربا واحدا امر الف رب  
توكت الالات والعزى جميعا

يكفيك المنايا والاحتوم  
ادين اذا قسمت الامور  
كذلك يفعل الحبل البصير

ان کے سوا سب لوگ علیحدہ علیحدہ ادیان میں بٹے ہوئے تھے۔ جیسا کہ

یہود، ابوالفرج کی رائے میں یہ قوم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پندرہ قرن  
پہلے مدینہ میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ مقرریزی کی رائے ہے کہ گیارہ قرن پہلے سمویل نبی کے دور میں  
یہ لوگ مدینہ اور اس کے قریب وجوار میں آکر آباد ہوئے تھے ابن خلدون کی رائے ہے کہ یمن کے بادشاہ

یوسف نے قرن فاس میں اس دین کو قبول کر لیا تھا اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ شاہین ذونور  
۳۵۴ ق م نے جبرائیل کو یوہودی بنایا تھا جب آپ مبعوث ہوئے تو اس وقت قبیلہ  
بنو نیر، بنو کنانہ، بنو حارث اور بنو کندہ یہودی تھے۔ ویسے تو یہودیوں کے کئی فرقے ہیں حضرت  
یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد سے بارہ فرقوں کا ذکر تو قرآن مجید اور دوسری کتابوں  
میں موجود ہے۔ البتہ عقیدہ کے لحاظ ان کے دو فرقے بڑے ہیں۔ باقی ان کی شاخیں ہیں۔

سامریہ اور عزمیر یہ سامریہ ان کی قدیم شاخ ہے یہ اسی سامری کی طرف منسوب ہے جس نے  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد قوم کے لئے پھڑکے کا بت بنا کر اسے  
اللہ قرار دیا جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے۔

فَكَذَّبَ الْقَوْمُ الْقِيَامَ السَّامِرِيَّ فَاخْرَجَهُمْ  
مَجْلًا جَسَدًا لَهُ خَوَارِفٌ قَالَ وَهَذَا  
الْحَكْمُ وَاللَّهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ (ظہ آیت ۸۷-۸۸)

پھر یہ نقشہ ڈالا سامری نے پھڑکا کر نکالا ان کے  
واسطے ایک پھڑکا دھڑکا جو چلا گاٹے کی طرح  
کہنے لگے یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے سو وہ  
بھول گیا۔

قرآن حکیم نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا :-

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْجُلُوسِينَ سِينَالْهَمَّ غَضِبَ  
مَنْ رَبُّهُمْ وَذَلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ  
(احراف ۱۵۲)

بے شک جنہوں نے پھڑکے کو معبود بنا لیا ان کو پھڑکا  
گارب کا غضب اور ذلت اس دنیا کی زندگی میں  
(بھی) اور ہم اسی طرح جھوٹے باندھنے والوں کو  
دیتے ہیں۔

دوسرا فرقہ ان کا عزمیر یہ ہے ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عزمیر علیہ السلام خداوند قدوس کے

بیٹے ہیں فرمایا :-

وقالت اليهود عزير ابن الله (توہم) (ترجمہ) اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔  
حضرت عزمیر کو بیٹا کہنے بنایا گیا اس کے بارے میں قرآنی مطالعہ سے یہ بات معلوم ہے۔



کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس جلایا اس میں تو رات کا قلمی نسخہ جو صرف ایک ہی تھا وہ بھی جل گیا۔ اسی دوران حضرت عزیر علیہ السلام کا گذر اس مقدس بستی میں ہوا تو آپ نے اسے دیکھ کر اس کی اس قدر عظیم تباہی سے متاثر ہو کر یہ کہا:-

انی محی ہذا اللہ بعد موتھا (بقرہ ۲۵۹) (ترجمہ) کہاں زندہ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ اس کے مرنے کے بعد اس کا مشاہدہ کرنے کے لئے نبی علیہ السلام پر موت طاری کر دی گئی آپ کو پورے سو سال کے بعد دوبارہ زندگی عطا ہوئی اور آپ اپنی قوم میں واپس تشریف لے آئے۔ (اس کا مفصل ذکر سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۸ میں ہے) آپ کی قوم یہ سمجھ بیٹھی تھی کہ عزیر علیہ السلام فوت ہو چکے ہوں گے لیکن سو سال کے بعد آپ اس قوم میں پہنچے جس کی تیسری یا چوتھی نسل آباد تھی آپ نے فرمایا کہ میں عزیر ہوں جس کے متعلق تمہارے باپ دادا تم سے کہہ گئے ہیں قوم نے اس سارے قصے کو سن کر قیامتاً تعجب کیا ہو گا۔ جب آپ نے اپنی سو سالہ موت کے بعد دوبارہ حیات کا ذکر فرمایا اور پھر تو رات ساری زبانی سنا دی تو ایسی مسح شدہ قوم کے لئے اس قدر کافی ہے وہ آپ کو خداوند قدوس کا بیٹا سمجھ بیٹھے قرآن مجید نے ان کی تردید فرمائی:-

قالت اليهود عزیر ابن اللہ وقالت النصارى  
المسیح بن اللہ الآية (توبہ ۳۰)

یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں  
مسیح اللہ کا بیٹا ہے ریس کرتے ہیں ان کی بات کی جو  
پہلے سے کافر ہو چکے ہیں ان کو اللہ مارے کہاں پھرے  
جاتے ہیں۔

یہود اور نصاریٰ نے لفظ ابن کا اطلاق اس قدر عام کر دیا تھا اور آج تک ان کی کتابوں میں موجود ہیں  
کہ یہ یہودی اور نصرانی اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا کہتا ہے اور خدا کو باپ کہا جاتا ہے حالانکہ یہ تعبیر بھی  
غلط اور عقیدہ کھسی غلط ارشاد قرآنی ہے:-

قالت اليهود والنصارى نحن ابناء اللہ و  
احباءہ قل فلم یحبکم بذنوبکم بل انتم

اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس  
کے پیارے آپ ان سے پوچھیں پھر تم کو کیوں عذاب

بشر من خلق

وینا ہے تمہارے گناہوں پر (یہ بات غلط ہے) بلکہ تم  
تو انسان ہو اس کی مخلوق میں سے۔

(المائدہ ۱۸)

قرآن حکیم نے عقیدہ اہل کتاب کی تردید فرما کر خداوند قدوس کو رب کی حیثیت میں پیش فرمایا۔ قرآن حکیم  
میں سب نبیاء علیہم السلام کی دعوت میں ربوبیت پر ایمان لانے کا ذکر بھی موجود ہے۔  
صحابہ پیغمبرین۔ صحابی کون لوگ ہیں۔ ان کا عقیدہ کیا تھا امام ابو العالیہ نے فرمایا کہ یہ اہل کتاب ہی کا  
ایک فرقہ ہے جو زبور کو آسمانی کتاب تسلیم کرتے ہیں (بخاری) اہل کتاب کے ساتھ ان کا ذکر اس کی ایک  
وجہ ہو سکتا ہے مگر قرآن حکیم کی آیت سورہ النعام آیت ۱۵۶ سے صراحتہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب  
کے برف دوری فرماتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور یہ صحابی وہ قوم ہے کہ جو اجرام سماویہ کو پوجتے تھے۔  
جیسا کہ تاریخ ظل قدیمہ میں ہے کہ متعدد قبائل علیحدہ علیحدہ اجرام کی عبادت کرتے تھے۔

سجود	پہلے	دو	تین	چار	پانچ	شش	ساتھ
پہلے	دو	تین	چار	پانچ	شش	ساتھ	تین

قرآن کریم نے واضح طور پر شمس و قمر کی پرستش سے روکتے ہوئے فرمایا:-

لا تسجدوا للشمس ولا للقمر والسجد لله  
الذی خلقھن ان کنتم ایاءا تعبدونہ  
(سورہ السجدة ۳۷)

نہ سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور نہ سجدہ کرو اس اللہ کو  
جس نے ان کو پیدا کیا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

اور سورج کے طلوع سے پہلے، زوال کے بعد اور سورج کے غروب کے بعد نماز کا حکم فرمایا تاکہ عملاً  
کو ایک پرستی کے خلاف اظہارِ نفرت اور اعلانِ ایمان بالتوحید کیا جائے فرمایا:-

اقم الصلوة لادلائل الشمس الی غسق  
اللیل وقران الفجر ان قران الفجر کان مشہودا  
(بنی اسرائیل ۷۸)

توجہ قائم رکھو نماز سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے  
تک اور تم کو صبح کا قرآن پڑھنا بے شک صبح کا قرآن  
روبرو ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ اس باب میں قابل غورہ فکر ہے بالفاظ قرآن مجید:

فلما جن علیہ اللیل را کو کباً قال ہذا ربی  
فلما اقل قال لا احب الا فلین ہ فلما را القمر  
قال ہذا ربی فلما اقل قال لئن لم یهدنی  
ربی لا کونن من القوم الضالین ہ فلما  
را الشمس بازعنت قال ہذا ربی ہذا اکبر  
فلما اقلت قال یقوم رانی برئی مما تشرکون  
(الانعام از ۷۶ تا ۷۸)

پھر اندھیری ہوئی آپ پر رات دیکھا تارا کہنے لگے (کیا) یہ  
میرا رب ہے پس جب غائب ہو گیا کہنے لگا میں پسند نہیں  
کرتا چھپ جانے والی کو پس جب چاند کو چمکتا دیکھا تو کہا  
(کیا) یہ میرا رب ہے پس جب غائب ہو گیا تو کہنے لگا اگر پہلے  
ہی سے میرے رب کی میری راہ نہ مانی نہ کی ہوتی تو میں ضرور  
مگر اسوں سے ہو جاتا پس جب سورج کو جھلکتا ہوا دیکھا تو  
کہا (کیا) یہ میرا رب ہے پس جب وہ بھی چھپ گیا تو اعلان  
کر دیا اے میری قوم میں ان سب کے بیزار ہوں میں کو تم  
اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

شعری - ستارے کے ساتھ عربوں کو زیادہ عقیدت تھی حوادث اور انقلابات میں اس ستارے  
کو موثر مانتے ہوئے اس کی عبادت کرتے تھے یہ ستارہ اپنے فلک میں عرضا چلتا ہے جب کہ دوسرے ستارے  
طول میں چلتے ہیں چنانچہ قرآن مجید نے شعری کا خصوصیت کے ساتھ نام لے کر اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی  
مخلوق قرار دیا۔ فرمایا:-

وَ اِنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرٰی (النجم ۷۹)

اور بے شک وہ شعری کا بھی رب ہے

نصرانیوں نے یہ قوم بنی اسرائیل ہی کا ایک حصہ ہے جو لوگ حضرت یسح ابن مریم کو اپنا رسول سمجھتے  
ہیں ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے اور یہ لقب انہوں نے خود اپنے لئے بنایا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس وقت خطہ عرب میں نصاریٰ بھی موجود تھے اکثر مشرکوں کا خیال ہے کہ  
یہ لوگ نے حجاز عرب میں تبلیغ کی اور بعض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ان کا فرقہ جبکہ بائبل (یعقوبیہ)  
نجران میں آکر آباد ہوا۔ حجاز عرب میں نصرانی کیوں آکر آباد ہوئے اس کی وجہ شہر پادری ایل بیون  
جوئس نے یہ بتائی ہے کہ "مسیحی اکثر ظلم کے سبب اپنا ملک چھوڑ کر یہاں آ گئے تھے"  
(ایل مسجد ۱۱)

جب اسلام آیا تو اس وقت ربیعہ، غنسان، حمیر، تنوخ، تغلب، قضاعہ، طمی، نجران، خیرہ یہ سب قبیلے عیسائی تھے خود بیت اللہ شریف میں اور بتوں کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کی تصویر بھی موجود تھی۔ مگر مکرہ میں ایک عیسائی فاضل و رقبہ بن نوفل موجود تھا۔ یہودیوں کی طرح عیسائیوں کے بھی کافی فرقے ہیں مگر اصولی طور پر یہ تین بڑے فرقوں میں منقسم ہیں۔ ہلکانیہ۔ نسطوریہ۔ یعقوبیہ۔

ہلکانیہ تثلیث کے غیر مبہم طریقہ پر قائل ہیں۔ ان کے خیال میں حضرت مسیح، حضرت مریم علیہا السلام اور اللہ تعالیٰ کا مجموعہ مرکب اللہ ہے صلیب مسیح اور کفارہ بھی ان ہی کا عقیدہ ہے۔

نسطوریہ یہ فرقہ نسطورس بادشاہ کے زمانہ میں ظاہر ہوا ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مستقل علیحدہ جسم تو ہے مگر روح القدس کی تجلی حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم پر اس طرح اثر انداز ہوئی جیسا کہ بلور پر سورج کی چمک اثر انداز ہوتی ہے۔

یعقوبیہ فرقے کا خیال ہے کہ روح القدس حضرت مسیح میں داخل ہوا جس سے حضرت مسیح خدا بن گیا۔ اس فرقہ کا بانی قسطنطنیہ کا ارباب یعقوب الروغانی ہے۔

قرآن کریم نے ان سب فرقوں کی تردید فرمائی اور حضرت مسیح علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونا بیان فرمایا۔ سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں آپ کے حمل اور ولادت کو بیان فرمایا:

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ  
مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وِلْدٍ سَبْحٰنَهُ اِذَا قَضٰى  
اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ  
(آیت ۳۲ و ۳۵)

یہ ہے مریم کا بیٹا عیسیٰ سچی وہ بات جس میں تم شک کرنے ہو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں اولاد کی۔ وہ پاک ہے وہ جب کسی کام کو چاہے پس اتنا ہی ہے کہ اسے کہتا ہے ہو پس وہ ہو جاتا ہے۔

سورہ آل عمران آیت ۵۹ میں فرمایا:

ان مثل عند اللہ مکثل آدم خلقه من تراب  
ثم قال له کن فیکون

بے شک عیسیٰ کی پیدائش کی کیفیت اللہ کے ہاں آدم کی طرح ہے یعنی اس کو مٹی سے بنایا پھر کہا ہو جا پس وہ ہو گیا۔

اس عقیدہ کو کفر قرار دیتے ہوئے فرمایا:-

لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح بن  
مريم وقال المسيح يئني اسرائيل اعبدوا  
الله ربي وربكم (المائدہ ۷۱)  
لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة  
من الاله الا اله واحد (آیت ۷۳)

توجہ بلاشبہ وہ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مریم کا بیٹا  
مسیح ہے۔ حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا ہے بنی اسرائیل حضرت  
اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔

تیسرا یہ حالانکہ کوئی معبود نہیں مگر صرف ایک ہی۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا بن باپ اس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت خصوصی سے پیدا ہونا اور کوئی وجہ  
انتہی باز پیدا نہیں کرتا بلکہ آپ دوسرے رسولوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

توجہ مریم کا بیٹا مسیح صرف سول ہے (اللہ نہیں) اس کے  
پہلے بھی کئی رسول ہو گئے ہیں اور اس کی ماں پاک باز  
راستبازہ ہے۔

وہ کیا ہے ایک بندہ ہے جس پر ہم نے فضل کیلئے نبوت  
دی اور کھڑا کیا اس کو بنی اسرائیل کے لئے اور اگر ہم  
چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے زمین میں تمہاری  
جگہ۔

ما المسيح بن مريم الا رسول قد خلت  
من قبله الرسل وانه صد يقه  
(المائدہ ۷۵)

ان هو الا عبد الغمنا عليه وجعلناه  
مثلا لبني اسرائيل ولو نشاء لجعلنا  
منكم ملائكة في الارض يخلفون  
(نخوف ۵۹ و ۶۰)

فائدہ! یعنی عیسیٰ علیہ السلام میں آثار فرشتوں جیسے تھے اس سے معبود نہیں ہوتا۔ اگر چاہیں تو  
تمہاری نسل سے بھی ایسے لوگ پیدا کریں (موضح)

مجوس۔ یہ لفظ مگوس کا معرب ہے جس کا معنی آتش پرست گبر اس کا بانی چھوٹے کانوں والا  
تھامیخ گوش اس سے مگوش بن کر عربی میں مجوس رہ گیا۔

مجوسیت کا منبع تو فارس ہے مگر عرب بھی ان سے شناسا اور واقف تھے ان کا جد اعلیٰ  
ساسان بن باہک بھی اپنے طریقہ پر حج بیت اللہ کیلئے آیا تھا ان کے نزدیک سات پیارے معبود ہیں جن کو

زرکشت کا مذہب آتش پرستی ہے۔ - صراحت کر کے کہہ کر اس کی روشنی میں رہنے کی  
 ضرورت کی گئی ہے۔ پھر ان کے (Pass) comment کے لئے دیکھو

سات ہیکل کی شکل میں بنا کر ان کا طواف کرتے تھے یہ ہیکل بعد میں تین سو ساٹھ بتوں کی شکل میں  
 تبدیل کر دیے گئے۔ ہو سکتا ہے سات ہیکل سات دنوں کے اعتبار سے ہوں اور تین سو ساٹھ  
 بت تین سو ساٹھ دنوں کے اعتبار سے ہوں ہفتے کے سات دن سب دنوں مہینوں اور سال  
 کا اصل ہیں اور تمام موسموں کا محیط سال ہے۔ سال کے دن تین سو ساٹھ ہیں۔ ہو سکتا ہے اسی  
 مناسبت پر بیت النخل میں تین سو ساٹھ بت بنائے گئے ہوں۔ مجوسیوں کے بڑے فرقے چا  
 ہیں باقی سب ان کے اجزا اور انواع ہیں۔ زمزویہ۔ شمسیہ۔ زراوشتیہ۔ مردکیہ۔ قرآن کریم نے ان  
 سب اقسام کے مفصل تردید فرمائی ہے۔

زمزویہ۔ زیادہ یہی فرقہ مشہور ہے یہ دو الہ مانتے ہیں۔ ایک کو خالق خیر اور ایک کو خالق  
 شر مانتے ہیں۔ یزدان اور اسرمن ان ہی کی اصطلاح ہے۔ آگ کی پرستش کرتے ہیں آتش کردوں  
 میں جاتے ہوئے منہ کو باندھ لیا کرتے تھے تاکہ سانس لینے کی وجہ سے آگ نہ بجھ جائے مگر بھی  
 اسی لئے بڑھایا کرتے تھے تاکہ سانس پر ضبط کر سکے۔ قرآن مجید نے جس طرح تعدد آلہ کی تردید فرمائی  
 اسی طرح دو الہ ماننے سے بھی روکا۔ ارشاد قرآنی ہے:-

وقال الله لا تتخذوا الهین اثنین انما (ترجمہ) اور اللہ نے فرمایا نہ بناؤ دو معبود، معبود صرف ایک  
 ہوا الہ واحد فایا فارہبون (النحل ۱۶) | ہی ہے (اور وہ میں ہوں) پس مجھ ہی سے ڈرو۔  
 سورة الانعام میں اس فرقہ کی تردید فرماتے ہوئے خالق نور و ظلمت ایک ہی ذات کو قرار دیا۔  
 ارشاد قرآنی ہے:-

الحمد لله الذی خلق السموت والارض | ترجمہ تمام تعریف اس اللہ کا حق ہے جس نے پیدا کئے آسمان  
 وجعل الظلمت والنور ثم الذین کفروا | اور زمین اور بنائے اندھیرے اور روشنی پھر کافر اپنے  
 برہم یعدلون (اع) | دیکے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں۔

شمسیہ۔ ان کے ہاں سورج کی پرستش کی جاتی ہے یہ گروہ ہر نورانی چیز کو معبود سمجھتا ہے قرآن مجید  
 نے نور اور خالق نور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو قرار دیا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے:-

اللہ نور السماوات والارض (النور ۳۲) (ترجمہ) اللہ ہی آسمان اور زمین کو منور کرنے والا ہے

تمام نورانی اشیاء مخلوق خداوندی ہیں۔ فرمایا:-

والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامر<sup>تجدد</sup> اور سورج اور چاند اور ستارے اسی کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ (اعراف ۵۴)

نہ تو سورج کو یہ طاقت ہے کہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے یہ سب اپنے اپنے آسمان میں تیر رہے ہیں۔

اور کام میں لگا دئے گئے تمہارے واسطے سورج اور چاند ہمیشہ چلنے والے اور کام میں لگایا تمہارے لئے رات اور دن کو۔

لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل في فلك يسبحون ليس

وسخر لكم الشمس والقمر وسخر لكم الليل والنهار (ابراہیم ۳۳)

جب چاند اور سورج نور اور ظلمت شریک الہ نہیں تو ان سے پیدا ہونے والے اثرات دن اور رات کس طرح معبود اور الہ بن سکتے ہیں۔ رومی اور یونانی مہینوں کی پرستش کرتے تھے جنوری یا نوامبر سے بنایا گیا ہے یہ دو پہروں والے معبود کا نام تھا اور فروری (فربر) یونانیوں کے ہاں پاک کرنے والا معبود اور مارس (مارچ) قدیم یونانیوں کے ہاں جنگ کا دیوتا قرار دیا گیا تھا۔ اسی سے دنوں کی پرستش بھی بنالی گئی سن ڈے سورج کا دن اور منڈے (مون ڈے) چاند کا دن اسی دور ایام پرستی کی یادگار آج تک باقی ہے۔ قرآن کریم رات دن، ماہ اور سال، چاند اور سورج کی گردش وغیرہ سب نظام شمسی کو اللہ تعالیٰ کے تابع اور فرمان قرار دیا ہے۔

زراوشٹیم یہ فرقہ زردشت کی طرف منسوب ہے جو شاہ ہشتاسف کے زمانہ میں گنرا ہے اس کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کو آزرد کہا جاتا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نبی تھا مگر قرآن کریم کسی خاص نام کے مسمیٰ کو نبی قرار نہیں دیتا جن انبیاء علیہم السلام کے اسماء گرامیہ قرآن مجید میں آئے ان کو تو تصریح اسم کے ساتھ نبی ماننا ضروری ہے کسی کو نام کی تصریح کے ساتھ

نبی ماننا ضروری نہیں پھر حرب اُس کے پیروکاروں کے عقائد قرآنی عقائد کے خلاف ہوں یہ لوگ آگ کی پرستش کرتے ہیں آگ کو معبود سمجھتے ہیں۔ زردشت کے متعلق تو تاریخ کا بھی بہت اختلاف ہے ادبیات ایران کے مشہور مستند مورخ براؤن نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں نے اس کے تاریخی وجود ہی سے انکار کیا ہے۔

قرآن مجید نے آگ کو مخلوق اور آگ کے مادہ ایندھن کو بھی اپنا مخلوق قرار دیا ارشاد قرآنی ہے:

افرایتم النار التي تورونہ وانتم انشائتم <sup>ترجمہ</sup> بھلا دیکھو وہ آگ جو تم سلگاتے ہو کیا تم نے اس کا درست شجر تھا ام نحن المُنشِئُونَ نحن جعلناھا تذکرۃ و متاعاً للمتقین۔

(الواقعه انشا تا ۷۳)

اگایا یا تم اگاتے ہیں ہم نے اس آگ کو بنایا یا وہ اللہ نے کے لئے (دوزخ کی آگ) اور برتنے کی چیز ہے آگ کے لئے خاص کر جنگل والوں کے لئے۔

”مردکیہ“ یہ فرقہ مردک کی طرف منسوب ہے جس کو مزدک بھی کہا جاتا ہے یہ فرقہ زمر زویہ کے قریب ہے کیونکہ ان کے ہاں نور (یزدان) تو مختار مطلق ہے مگر ظلمت (اہرمن) غیر مختار ہے۔ نو شیریان عادل کا باب قباد مزدک کا پیروکار بن گیا تھا مگر نو شیریان ہی نے اس کو ۲۸ ۵۷ یا ۲۹ ۵۷ یا ۲۳۱ء کو قتل کر دیا تھا۔ گین کی رائے میں اس کی کامیابی کا راز اشتراک زرد۔ زدن زین میں تھا۔ قرآن حکیم نے اس کی تردید بھی فرمائی۔ ارشاد قرآنی ہے:-

اهم یقسمون رحمۃ ربک نحن قسمنا <sup>ترجمہ</sup> کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی رحمت ہم نے تقسیم بینہم معیشہ تم فی الحیوۃ الدنیا و رفعنا بعضہم فوق بعض درجاتٍ لیتخذ بعضہم بعضاً سخریاء و رحمۃ ربک خیر مما یجمعون۔

کی ان کے درمیان ان کی زندگی گزارنے کی ضروریات اور بلند کئے بعض کے بعض پر (اس میں) درجہ تاکہ بنا لے ان میں سے بعض بعض کو کمیرا دکام کرنے والا) اور تیرے رب کی رحمت بہتر ہے آپ سے جو وہ (اس طرح) جمع کرتے ہیں۔

(زحرفہ ۳۲)

مشک۔ قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے



شُرک پایا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی مگر قوم کی اکثریت اپنی بت پرستی پر اڑی رہی۔ ان بتوں کے نام قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ وود۔ سواح۔ یعوق۔ نسر۔ بت پرستی ویسے ہی پتھر مٹھا کر مسجود نہیں بتائے جاتے تھے بلکہ وہ ایک خاص فلسفہ فکر کے مظہر ہوتے تھے۔ ان معبودات باطلہ کی تشریح مفسر القرآن شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی :-

۱- وود۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتیہ کا مظہر بنایا گیا قوم نوح نے اس کو مرد کی شکل دینی تھی جس کا میلان عورت کی طرف ہے۔ ہندوؤں کی اصطلاح میں اسی کا نام لیشن اوتار ہے۔

۲- سواح۔ اللہ تعالیٰ کی صفت بقاء اور ثبات کا مظہر ہے۔ تدبیر عالم کے لئے اس کو پوجا گیا چونکہ امور خانہ داری کے نظم و نسق میں عورت کو امتیاز حاصل ہے اسی مناسبت پر اس کی شکل عورت کی تھی جس کو ہندو برہما کہتے ہیں۔

۳- یعوق۔ یہ قوت اور دفاع کا مظہر تھا اس کو گھوڑے کی شکل دی گئی تھی ہندو اس کو راندر کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عمان اور بحرین میں گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی ان کو اسب دین کہا جاتا تھا۔ حجاز عرب میں ایک رسم تھی کہ بت کو گھوڑے پر رکھ کر جلیوں نکالا کرتے تھے۔

۴- یعوق۔ حملہ آوری اور شجاعت کا مظہر تھا اس کی شکل شیر کی بنائی گئی تھی ہندو اس کو شیو کہتے ہیں۔

۵- نسر۔ قوم نوح نے اس کی شکل گدھ کی بنائی ہوتی تھی ہندوؤں کا ہسومان اسی کی طرح ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد بھی کچھ لوگ پھر شُرک کی طرف مائل ہو گئے جن بتوں کے نام قرآن مجید میں آئے ہیں اور قرآن حکیم نے ان کی واضح تردید فرمائی ہے وہ درج ذیل ہیں :-

بعل یہ شاہیوں نے بنایا تھا ایک قدیم شہر بعلبک اسی کی طرف منسوب ہے امام رازی نے کہا ہے کہ یہ بت بس گز اوچا تھا اور سونے کا تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور اس بت کی پرستش سے خصوصی طور پر روکا سورۃ صافات میں ہے۔

اتدعون بغلا وتذرون احسن الخالقین (توجیلا) کیا تم پوجتے ہو لعل کو اور چھوڑتے ہو سب سے بہتر پیدا  
 اللہ ویکم وارب آباءکم الاولین (۱۲۳، ۱۲۴) | کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کو جو تمہارا رب ہے اور تمہارا  
 پہلے باپ دلاؤں کا بھی رب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور باپ کو خصوصیت کے ساتھ صنم پرستی سے روکا۔  
 قرآن مجید میں تفصیل سے یہ ساری بات موجود ہے آپ نے ارشاد فرمایا:-

اتخذوا صنما للہمة (الانعام ۷۴) (توجیلا) کیا تو بتوں کو معبود سمجھتا ہے؟

اتعدون ما تاختون (الصافات ۹۵) | کیا ان کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت بھی عرب میں بت پرستی کا زور تھا جن بتوں کے  
 نام قرآن مجید میں آئے ہیں وہ لات۔ منات۔ عزیٰ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان بتوں کی شکل عورت  
 کی بنائی گئی تھی۔ لات اللہ کا ٹونٹ اور منات ہمان کا اور عزیٰ عزمیر کا ٹونٹ بنایا گیا۔ قرآن حکیم  
 نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:-

افوا یتم اللات والعزیٰ ومناتۃ الثالثۃ (توجیلا) | بھلا دیکھو تم لات اور عزیٰ کو اور منات تیسری کچھلی کو

الآخری الکم الذکر ولہ الانثیٰ (النجم ۱۹) | کیا تمہارے لٹے بیٹے اور اس کے لٹے بیٹیاں

تاریخ قدیم سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی کئی بت خصوصی نظریات کی بنا پر تیار کئے  
 گئے تھے اور ان کی پرستش کی جاتی تھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو توڑا اور توحید  
 باری تعالیٰ کا اعلان فرمایا۔ اس کی پوری تشریح میرے مقالہ تاریخ الاویان فی القاط القرآن میں  
 ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

لات۔ یہ مربع پتھر کا تھا طائف کا قبیلہ بنو ثقیف اس کا پجاری تھا مغیرہ بن شعبہ نے اس کو توڑا  
 عزیٰ۔ یہ سب بتوں سے زیادہ معزز سمجھا جاتا تھا ذات عرق سے نوسیل کفاحہ پر نصب تھا  
 قریش نے اس کے نام پر زمین وقف کی ہوئی تھی حضرت خالد نے اس کو توڑا۔

منات۔ نام کے دو بت تھے ایک تو مکہ اور مدینہ کے درمیان سمندر کے کنارے نصب تھا

حضرت علی نے اس کو توڑا اور دوسرا کڑی کا تھا۔

فائدہ! قرآن حکیم میں بتوں کے دو نام آئے ہیں۔ صنم اور وثن۔ صنم اس بت کو کہتے تھے جو انسانی شکل پر سونے چاندی پتھر سے بنا ہوتا تھا اور وثن جو صرف پتھر سے صریح طریقہ پر بنایا جاتا تھا۔ تاریخ ادیان میں تین الفاظ اور بھی آئے ہیں۔ لعیم وہ بت جو کڑی سے بنایا جائے۔ دمیر جو مسالے سے تیار کیا جائے۔ رجمہ پتھروں کا وہ ڈھیر جس کا طواف کرتے تھے۔ بعض قبائل حلوی کا بت بنا لیا کرتے تھے بھوکا ہونے پر کھا بھی لیتے تھے (دول العرب ج ۱ ص ۱۳۱) اجمالی فہرست درج ذیل ہے۔

اساف۔ نائلہ۔ ہبل۔ خمار۔ مناف۔ ذوالنخلصہ۔ سعد۔ ذوالکفین۔ ذوالشری۔ سعیر وغیرہ  
قرآن کریم نے شرک کے متعلق سب سے کامل جو فیصلہ فرمایا وہ یہ ہے۔ ناقابل مغفرت اور سب اعمال ضائع و برباد۔

بے شک شہرک بڑا ظلم ہے۔ (توجہ)

ان الشریک لظلم عظیم (لقمن ۱۳)

ان الله لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک من یشاء (النساء ۱۱۶)

و من یشرک باللہ فکانہا خر من السماء فتخطفه الطیر او تہوی بہ الریح فی مکان سحیقہ (الحج ۳۱)

ولو اشرکوا لجنب عنهم ما کانوا یعملون (انعام ۷۷)

یاد رکھو اللہ نے بخشے گا یہ کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور بخش دے گا اس کے سوا جس کے لئے بھی چاہے۔

اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا پس گویا وہ گریہ آسمان سے پس اپکے جاتے ہیں اس کو پرندے یا پھینک دیتی ہے اس کو سخت ہوا اور دراز جگہ میں۔

اور اگر یہ شرک کریں ان کے سب عمل ضرور برباد ہو جائیں گے۔

ان اقسام شہرک کے علاوہ اور بھی کئی اقسام تھے جن کی ترویج قرآن مجید نے فرمائی ان میں سے ملائکہ پرستی بھی تھی فرشتوں کو شریک الوہبیت بنا کر اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ قرآن کریم نے اس کی بھی ترویج فرمائی۔

وجعلوا للملائکہ الذین ہم عباد الرحمن اناثا (توجہ) اور بنایا ان کافروں نے فرشتوں کو جو اللہ کی عبادت

(ترجمہ) کرتے ہیں عورتیں کیا حاضر ہوئے تھے ان کی پیدائش کے وقت لکھی جاوے گی شہادت انکی اور ان سے پوچھا جائے گا۔ ہرگز انکار نہ کرے گا مسیح اس بات سے کہ وہ اس کا بندہ ہے اور نہ ہی انکار کریں گے وہ فرشتے جو مقرب بارگاہ ہیں۔

اشهدوا خلقهم سنكتب شهادتهم و  
يسئلون (الخرف ۱۹)  
لن يستنكف المسيح ان يكون عبد الله  
ولا الملائكة المقربون (النساء ۱۵۱)

قرآن حکیم نے کئی مقامات پر فرشتہ پرستی کی تردید فرمائی۔ اور فرشتوں کو اپنی مخلوق فرماں بردار اور مطیع بندے قرار دے کر ان کو شریک الہ کرنے کی مذمت فرمائی۔

اسی طرح مشرکوں پر جنات کا رعب اس قدر طاری تھا کہ وہ ان کو غیب دان سمجھتے ہوئے ان کو شریک باری قرار دیتے تھے۔ قرآن کریم نے اس عقیدہ کی بھی تردید فرمائی۔ جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے۔  
وجعلوا لله شركاء الجن وخلقهم وخرقوا  
لله بنين وبنات بغير علم سبحانه وتعالى  
عماء يشركون (انعام ۱۰۱)  
اور بتائے ان لوگوں نے اللہ کے شریک جن حالانکہ اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے اور گھڑ لئے اس اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علم کے وہ اللہ پاک اور بالاتر ہے ان کے بنائے ہوئے شریکوں سے۔

جنات کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ یہ غیب دان ہیں چنانچہ قرآن کریم نے جو باتوں کی نفی فرمائی :-

وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون  
(الذاریت ۵۶)  
(ترجمہ) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

یعنی انسانوں کی طرح جنات بھی میرے مخلوق ہیں اور میری عبادت کرتے ہیں، ان کے لئے بھی میرے

احکام موجود ہیں۔ جیسا کہ فرمایا :-

آپ کہہ دیجئے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ سنا ایک جاؤ جنوں کی پس کہا انہوں نے بے شک ہم نے عجیب قرآن جو کہ راہ نائی کرتا ہے بھلائی کی طرف پس ہم ایمان لائے اس پر اب شریک کریں گے اپنے رب کے ساتھ کسی کو

قل اوحى الى انه استمع نفر من الجن  
فقالوا اناسمنا قوا ناعجبا يهدى الى الشد  
فامنا به ولن نشرك بربنا احدا وانه  
تعالى جد وينا ما اتخذ صاحبة ولا ولدا.....  
(الجن آیت نمبر ۱ تا ۳)

اور بے شک بلند و بالا تر ہے شان ہمارے رب کی نہ بنائی  
اس نے بیوی اور نہ اولاد۔

اور بیشک ہم ہیں سے بعض مسلمان ہیں اور ہم میں سے  
بعض ظالم ہیں پس جو اسلام لایا اس نے ہدایت کو تلاش  
کر لیا۔ اور ظالم تو جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَمِنَ الْقَاسِطِينَ فَمَنْ  
اسلم فَأُولَئِكَ تَحْرُورُ ارْتِدَادٍ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ  
فَكَانُوا لِحَبْلِهِمْ خُطْبَاهُ (سورۃ الحج آیات ۱۷-۱۸)

جنات کو اپنے انبیاء علیہم السلام کا مسخر فرمایا خصوصاً سلیمان علیہ السلام سے ایسے واقعات کا  
صدر ہوا جو جنوں کی معبودیت پر ضرب کاری ہیں جن سے ہویدا ہوتا ہے کہ جنات غیب دان نہیں جیسا کہ  
سورہ سپا میں موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر موت طاری ہو گئی۔ اور جنات نہ سمجھ سکے بلکہ  
بیت المقدس کی تعمیر میں سرگرم عمل رہے۔ فرمایا:-

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّاهُمْ عَلَىٰ  
مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةَ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ فَلَمَّا  
خَشَرْتِمْ إِيَّاتِ الْجِنِّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ  
مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُحْتَمِلِينَ (آیت ۱۷)

پس جب ہم نے مقرر کیا اس (سلیمان علیہ السلام) پر موت کو  
نہ خبردار کیا ان کو آپ کی موت پر مگر گھن کے کیرٹے نے جو  
کھاتا تھا ان کا عصا۔ پس جب گر پڑا جانا جنوں نے کہ اگر  
غیب جانتے تو اس ذلیل عذاب میں نہ رہتے۔

علمائے تفسیر نے لکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک سال اسی طرح اپنے عصا پر قائم رہے اور جنات  
نہ سمجھ سکے۔

دھریہ۔ شرک کے علاوہ دہریت بھی اس وقت خال خال موجود تھی یعنی کچھ لوگ سرے سے اس  
عقیدہ ہی کے خلاف تھے کہ اس کا رگاہ عالم کا کوئی خالق اور مالک ہے شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا  
ان لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ یہ نظام از خودیوں ہی چلا آ رہا ہے اور چلتا رہے گا۔ جو دل میں آیا کر گزرنے  
تھے نہ حلال و حرام نہ جائز و ناجائز کا عقیدہ اور خیال تھا ارشاد قرآنی ہے:-

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُعْذِرُ الْغَافِلِينَ (توجہ) اور یہ کہتے ہیں کہ زندگی کافی (موت کے بعد والی) نہیں مگر  
یہی دنیا کی زندگی مرنا جیسا لگا رہتا ہے اور ہم کو ہلاک

يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِعِلْمِهِمْ

ارشد کبریٰ کے لئے کہ لہذا ان سے ہرگز نہیں ملتا مختلف مذاہب کے عقائد بیان  
کئے گئے ہیں۔ ان کے عقائد کے فرقوں کو بھی ذکر کیا ہے۔ بلکہ فرقے

الایظنونہ (المجاثیدہ ۲۴)  
نہیں کرتا مگر زمانہ، حالانکہ نہیں ان کا کچھ علم اس پر اور  
نہیں گورگمان ہی کرتے ہیں۔

قرآن حکیم نے توحید کامل کا خلاصہ اور جوہر سورۃ اخلاص میں فرمادیا۔

قل هو اللہ احدہ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفو احدہ  
نہیں جتنا اس نے اور نہ وہ جتنا گیا اور نہیں اس کے  
کوئی قبیلہ۔

فائدہ ۱۸۔ توحید کامل پر یقین اور اس اعتقاد کو قلب و نظر میں ہر وقت پیش رکھنے کے لئے اس سورۃ  
کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثلاث القرآن یعنی قرآن کا اہم حصہ قرار دیا ہے مسلمانوں کی اکثریت  
اپنی ہر نمازیں اس سورۃ کو زیادہ پڑھتی ہے۔ واللہ الموفق

## نبوت اور رسالت

تعلیمات قرآنی کے مقاصد میں دوسرا عظیم مقصد ایمان یا رسالت ہے۔ رسول اور نبی اس  
واسطے کا نام ہے جو انسانوں اور اللہ کے درمیان واسطہ ہوتا ہے بالفاظ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ  
رسول ایک نسخ سے اللہ تعالیٰ سے نور ہدایت حاصل کرتا ہے اور دوسرے رخ سے اس نور ہدایت  
کو عالم انسانیت میں پھیلاتا ہے۔ قرآن کے الفاظ میں نبی اور رسول کا لفظ ایک دوسرے پر بولا  
ہے جیسا کہ ارشاد قرآنی میں ایک ہی ذات کو رسول بھی فرمایا گیا اور نبی بھی۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔  
واذکری الکتب اسمعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولاً  
نبیاً (مریم ۵۷) نزول قرآنی کے وقت نبوت اور رسالت کے متعلق دو قسم کے خیالات موج  
تھے ایک تو یہ کہ نبوت اور رسالت کوئی چیز نہیں نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول۔ اور دوسرا یہ  
تھا کہ نبوت اور رسالت انسان کے منافی ہے۔ اگر فرشتہ نبی ہوتا تو ہم مان لیتے۔ قرآن حکیم  
نبوت کے مسئلہ پر تفصیلی ارشادات فرمائے جن کا تجزیہ یوں کیا جاسکتا ہے۔

مختلف نظریات کی ضرورت و اہمیت کفر میں منکرین نبوت اور رسالت کے  
 ۱۸۳

- ۱) ضرورت نبوت و رسالت ۲) نبی کا انسان ہونا ۳) مقام نبوت و رسالت  
 ۴) اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی فہرست ۵) ختم نبوت۔

## ضرورت نبوت رسالت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ اس کرۂ ارضی کے لئے بنا کر بھیجا ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ  
 انسانی بدن کے تقاضے اور اس کی ضروریات اسی کرۂ ارضی میں موجود ہوں گی فرمایا:-  
 ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین (بقرہ ۳۶) ترجمہ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنے اور بہتے وقت  
 مقررہ تک۔

لیکن جس طرح انسان اپنے بدن کی اصلاح اور اس کی بقا کے لئے ضروریات کا محتاج ہے اسی  
 طرح انسان اپنے جوہر انسانیت کے لئے جس کی وجہ سے انسان خلیفۃ اللہ قرار پایا۔ دوسری  
 ضروریات کا بھی محتاج ہے۔ خداوند قدوس نے ضروریات بدنی کے لئے زمین میں صلاحیت رکھ دی  
 آسمانی ابریکرم سے وہ ترقی و تازگی کے ساتھ انسانیت کی تربیت اور نشوونما کرتی ہے اسی طرح خداوند قدوس  
 نے آسمانی ہدایت کو انسان کی راہ نمائی کے لئے نازل فرمایا۔ قرآن حکیم نے ان دونوں تربیتیوں کو یک جا  
 ذکر فرمایا۔ ارشاد قرآنی ہے (سورۃ النحل آیت ۶۴، ۶۵)

وما انزلنا علیک الكتاب الا لتبین لهم (ترجمہ) اور ہم نے آپ پر کتاب اس لئے اتاری کہ آپ ان کے لئے  
 اللذی اختلفوا فیہ و ہدای و رحمۃ لقوم  
 یومنونہ واللہ انزل من السماء ماء فاخیا  
 بہ الارض بعد موتها ان فی ذلک لآیت  
 لقوم یسمعونہ  
 بیان کریں وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور یہ  
 کتاب ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے  
 اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی اتارا پس اس کے ساتھ  
 زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے کے بعد اس میں نشانی ہے  
 سننے والی قوم کے لئے۔

چنانچہ قرآنی تعلیمات کے مطابق سب سے پہلا انسان حضرت آدم علیہ السلام ہے اور سب سے پہلا

صنکر میں نبوت کے اظہار انسانی کو ایمان لانا ہی ہے قرآن میں صراحتاً ذکر ہے  
 قرآن کی آیتوں میں سے ۱۸۴ صحت میں ہے (انہی انسان نبوت  
 ۱۰ اعتراضات کے جوابات کا عنوان ہے)

نبی اور رسول بھی حضرت آدم علیہ السلام کو بنا گیا۔ ان اللہ اصطفیٰ آدم را آل عمران جس کی واضح حکمت  
 یہی معلوم ہوتی ہے کہ انسانیت کے لئے روز اول سے رسالت اور نبوت کی پیروی لازمی قرار دی گئی  
 ہے۔ اگر رسولوں کا سلسلہ قائم نہ ہوتا اور نبوت کی ضرورت نہ رہتی تو گمراہ انسان اللہ تعالیٰ کے  
 حضور پر عذر پیش کر کے اپنے آپ کو سزات محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد قرآنی ہے :-

ولو لا ان تصيبهم مصيبة بما قدمت  
 ايد يهم فيقولوا ربنا لولا ارسلت الينا  
 رسولا فنتبع اياتك ونكون من  
 المومنين (القصص ۷۷)

ترجمہ اور اگر نہ ہوتا یہ کہ (جب) پہنچے ان کو مصیبت ان کے  
 اعمال کی وجہ سے پس کہیں گے اے ہمارے رب تو نے  
 کیوں نہ بھیجا ہماری طرف رسول پس ہم پیروی کرتے  
 تیرے حکموں کی اور ہوجاتے ایمان والوں سے

رسولوں اور نبیوں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انسانوں کو ہدایت کے راستے بتائے اور ان کو نیکی، بدی  
 کے نتائج سے آگاہ اور خبردار کیا۔ تاکہ مواخذہ پر لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کے سامنے ہدایت اور گمراہی کی  
 نشان دہی کرنے کے لئے کوئی گروہ نہیں آیا تھا ارشاد قرآنی ہے :-

رُسُلًا مَّبَشُرِينَ وَنَذِيرِينَ لَعَلَّ يَكُونُ  
 لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ  
 اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

(النساء ۱۶۵)

ترجمہ یہ رسول بشارت دینے والے (فرمان برداروں کو) اور  
 ڈرسانے والے (نافرمانوں کو) تاکہ نہ رہے لوگوں کا اللہ  
 پر کوئی عذر اعتراض رسولوں کے آجانے کے بعد  
 اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے

نبوت اور رسالت کے متعلق قرآنی تعلیم یہ ہے کہ یہ منصب کسی نہیں بلکہ وہی ہے جس پاک  
 انسان کو اللہ تعالیٰ نے چاہا نبوت اور رسالت کے اعزاز سے نوازا دیا ارشاد فرمایا :-  
 اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ (الشورى ۱۳) (ترجمہ) اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے  
 اللہ تعالیٰ نبوت اور رسالت کے عطا کرنے میں حکیم ہے اور اس انتخاب میں کہ جس کو نبی اور  
 بنیادہ یا خبر اور با علم ہے فرمایا :-

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (انعام ۱۲۴) (ترجمہ) اللہ چن لیتا ہے جہاں اپنا پیغام بھیجتا رکھتا ہے



منکرین نبوت اور رسالت کے مختلف نظریات کو قرآن مجید نے نقل فرما کر ان کی تردید فرمائی۔  
جیسا کہ: ایک نظریہ یہ تھا کہ آسمانی ہدایت کا نزول کسی پر بھی نہیں ہوا۔ جیسا کہ اقوام سابقہ میں یہ کہا  
گیا۔

ما انزل اللہ علی بشر من شیء (الانعام ۹۲)  
ما انزل الرحمن من شیء (یلین ۱۵)

ترجمہ  
نہیں اتارا اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر کچھ بھی  
نہیں اتارا الرحمن نے کچھ بھی

دوسرا یہ اعتراض تھا کہ نبی انسان نہ ہونا چاہئے اپنے انکار کی وجہ یہ بھی بیان کی۔

ذلک بانہ کانت تاتہم رسلہم بالبینت  
فقالوا البشر یهدوننا فکفروا وتولوا  
(تغابن ۷)

ترجمہ  
یہ اس لئے کہ آتے تھے ان کے پاس ان کے رسول کھلے  
کھلے حکم لے کر پس کہا انہوں نے کیا انسان ہماری راہ نائی  
کریں گے پس کافر بنے اور منہ موڑ لیا

تیسرا یہ کہ نبی اپنی ہی قوم کا ایک فرد نہ ہو جیسا کہ قوم صلح علیہ السلام نے کہا۔

فقالوا البشر لنا واحداً نتبعہ انا اذا لفی  
ضلالٍ وسعیرہ (القمر ۲۵)

ترجمہ  
کہا انہوں نے کیا ہم پیروی کر لیں اپنے میں سے ایک آدمی  
کی اس وقت تو ہم گمراہی اور جنتوں میں ہو جائیں گے۔

چوتھا یہ کہ نبوت اور رسالت سرمایہ داری طرز پر کسی سرمایہ دار کو دی جائے اہل مکہ نے کہا تھا۔

وقالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من  
القریبین عظیم الزخرفۃ ۳۱

ترجمہ  
اور کہا انہوں نے کیوں نہیں اتارا گی یہ قرآن ان دوستوں  
کے کسی بڑے سرمایہ دار پر۔

جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پیغام توحید لے کر مصر لوٹے تو فرعون کیوں نے انکار کرتے  
ہوئے یہ بھی کہہ دیا تھا۔

فقالوا انومن بشرین مثلنا و قومہما لنا  
عابدون المؤمنون ۷۱

ترجمہ  
پس کہا انہوں نے کیا ایمان لے آئیں ان دو انسانوں کے  
کہنے پر اور ان کی قوم تو ہماری عبادت کرنے والی (غلام)  
ہے۔

قرآن کریم نے ان سب اعتراضات اور من گھڑت خدشات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

اور ہمیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے مگر وہی وحی کی ہم نے  
ان کی طرف۔

اور کہا ان سے ان کے رسولوں نے نہیں ہیں ہم مگر بشر تم  
جیسے لیکن احسان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے  
اور بے شک ہم نے بھیجے آپ سے پہلے رسول اور ہمارے  
ان کے لئے بیویاں اور اولاد

وما ارسلنا قبلك الا رجا نوحی الیہم  
(انبیاء ۷۷)

وقالت لہم رسالہم ان نحن الا بشر مثلكم  
ولکن اللہ یمین علی من یشاء (ابراہیم ۷۷)  
ولقد ارسلنا رسلا من قبلك وجعلنا لہم  
ازواجاً و ذریئۃ (الرعد ۳۸)

## ”حفظ تاسخ نبوت“

قرآن کریم نے سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا حکم دیا ارشاد فرمایا:

پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر۔

فامنوا باللہ ورسولہ النساء ۷۷

یہ سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس

کل امن باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسالہ

کی کتابوں پر اور اس کے سب رسولوں پر (یہ کہتے ہیں)

لانفرق بین احد من رسالہ

کہ ہم فرق نہیں کرتے کسی ایک میں بھی اس کے رسولوں میں

(بقرہ ۲۸۵)

اور وہ جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور نہ

والذین امنوا باللہ ورسولہ ولم یفرقوا بین

فرق کیا انہوں نے ان رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی اور

احد منہم اولیٰک سوف یوتیہم اجر وہم

کو ضرور دے گا اللہ تعالیٰ ان کے اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ

وکان اللہ غفوراً رحیماً

دعویٰ کمزوریوں پر) بخشنے والا مہربان ہے۔

(النساء ۱۵۲)

انبیاء علیہم السلام کی بعثت عمومی ہے کوئی علاقہ ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول

دعویٰ اسلام کو نہ بھیجا ہو

ان امۃ الا خلا فیہا نذیر (فاطر ۲۴) ترجمہ۔ ہر امت میں ڈرسانے والا گذرا ہے

مگر ان کی مجموعی اور ختمی تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ارشاد قرآنی ہے:-

بے شک بھیجا ہم نے رسولوں کو آپ سے پہلے ان میں سے کچھ  
وہ ہیں جن کا حال ہم نے بیان کیا آپ پیمانہ ان میں سے کچھ وہ  
ہیں جن کا حال بیان نہیں کیا آپ پر۔

وَلَقَدْ ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا  
عليك ومنهم من لم نقصص عليك  
(المؤمن ع۳)

(نوٹ) قرآن حکیم نے بعثت انبیاء کی زمانی اور مکانی تفصیل کو بیان فرمایا مگر مسیحی علماء میں سے  
آج بعض کا نظریہ یہ ہے کہ :-

”کتاب پیدائش میں آفرینش عالم سے وفات یوسف (علیہ السلام) تک عبرانیوں کے ہاں کی فرضی روایات  
موجود ہیں یہ کہنا تو زیادتی ہے کہ ان انسانوں کی کوئی تاریخی اصلیت سرے سے ہے ہی نہیں۔

ابراہیم - یعقوب - یوسف جو عموماً قبائلی دیوتا سمجھے گئے ہو سکتا ہے واقعی اشخاص ہے ہوں  
لوط سے مراد علاقہ موآب اور خود حضرت ابراہیم سے مراد فلسطین و شمال عرب ہیں۔ نوح

سے لے کر یعقوب تک فرضی و خیالی ہیں غالب خیال یہ ہے کہ ابراہیم کی جو سوانح عمری کتاب

پیدائش میں درج ہے افسانوی ہی ہے“ (ڈکشنری آف دی بائبل صفحہ ۱۹۹ و ۲۰۰)

قرآن کریم مصدق بھی ہے اور مہمبین بھی یعنی انبیاء سابقین کی نبوت کی تصدیق کرنے والا اور  
ان کی نبوتوں کا محافظ ہے۔ قرآن حکیم نے انبیاء کرام میں سے بعض کے نام زمانہ بعثت اور ان کی  
قوم کی پوری تشریح فرمادی ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کی  
اولاد کو اور عمران کی اولاد کو جو جہان والوں پر اولاد تھے بعض  
بعض کے اور اللہ سنتے والا ہے جاننے والا ہے۔

ان الله اصطفى آد مر ونوحاً وآل ابراهيم  
وال عمران على العالمين ذرية بعضها من  
بعض والله سميع عليم (ال عمران ۳۳)

بے شک ہم نے وحی کی آپ کی طرف جیسا کہ وحی کی نوح  
کی طرف اور نبیوں کی طرف اس کے بعد اور ہم نے وحی  
کی ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد  
یعقوب اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان

انا اوحينا اليك كما ووحينا الى نوح  
والنبيين من بعده و اوحينا الى ابراهيم  
واسماعيل واسحاق ويعقوب والاسباط و  
عيسى و ايوب و يونس و هارون و سليمان و

اتیناد اؤد زبوراً ورسلاً قد قصصنهم  
علیک من قبل ورسلاً لم نقصصهم  
علیک وکلم الله موسی تکلیماً

(النساء ۱۶۳)

وتلك حجتنا آتینها ابراهیم علی قومہ  
نرفع درجت من تشاء ان ربك حکیم  
علیمہ ووهبنا لہ اسحق و یعقوب کلاً  
هدینا ونوحاً هدینا من قبل ومن ذریئہ  
داؤد وسلیمان والیوب ویوسف و موسی  
وهارون وکذالک نجزی المحسنین  
وزکریا ویحییٰ و عیسیٰ والیاس کل من الصالحین  
واسمعیل والیسع ویونس ولوطاً وکلنا فضلنا  
علی العالمین

(العام ۸۴ تا ۸۷)

واسماعیل وادریس و ذاکفل کل من

الصابین (الانبیاء ۸۵)

توجہ  
کی طرف اور وہی ہم نے داؤد کو زبور اور کچھ رسولوں کا حال  
ہم نے بیان کیا آپ پر پہلے اور کچھ رسولوں کا حال  
نہیں بیان کیا آپ پر اور کلام کی موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے  
ساتھ کلام کرنی۔

اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے وہی ابراہیم کو اس کی قوم پر  
بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہیں بے شک تیرا رب  
حکمت والا اور علم والا ہے۔ اور بخشنا ہم نے اس کے (بیٹا)  
اسحق اور یوسف یعقوب سب کو ہم نے لایا چلایا ابراہیم کی  
اولاد سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور موسیٰ اور ہارون  
کو اور اسی طرح بہتر بدلہ دیا کرتے ہیں مخلصوں کو اور راہ پر  
چلایا زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ سب  
نیک بخت تھے اور اسماعیل کو اور الیسع اور یونس اور  
لوط اور سب کو فضیلت وہی ہم نے سب جہانوں پر۔  
اور اسماعیل کو اور ادریس کو اور ذاکفل کو یہ سب  
صابر تھے۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی بعثت کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا جیسا کہ :-

توجہ  
اور ذکر کیجئے کتاب میں ادریس کا وہ راست باز نبی تھا اور  
اٹھایا ہم نے اس کو اونچے مکان پر۔

اور مدین کی طرف بھیجان کے بھائی شعیب کو۔

اور قوم عاد کی طرف بھیجان کے بھائی ہود کو۔

اور قوم ثمود کی طرف بھیجان کے بھائی صالح کو۔

واذکرفی الکتب ادریس انه کان صدیقاً

نبیاً ورفعتناہ مکاناً علیاً (موم ۵۶)

والی مدین اخاہم شعیباً (ہود ۸۴)

الی عاد اخاہم ہوداً (اعراف ۶۵)

الی ثمود اخاہم صالحاً ( " ۶۳)

اورسلنا نوحاً الى قومه  
 رسلنا ه الى مائة الف اويذون والصفحة ۲۹۴  
 محمد رسول الله الفتر ۲۹۴

بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا  
 اور بھیجا ہم نے (یونس) اس کو ایک لاکھ کی طرف یا اس سے زیادہ طرف  
 محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

فائدہ ضروری۔ متذکرہ بالا آیات اور اسی مضمون کی دوسری آیات میں غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جن نبیوں کے نام صراحتاً آئے ہیں ان کی تعداد پچیس ہے۔ یعنی  
 نوح۔ آدم۔ نوح۔ ادریس۔ ابراہیم۔ لوط۔ اسماعیل۔ اسحاق۔ یعقوب۔ یوسف۔ یحییٰ۔ الیاس  
 صالح۔ ہود۔ داؤد۔ سلیمان۔ ایوب۔ ذوالکفل۔ الیسع۔ زکریا۔ موسیٰ۔ ہارون۔ یونس۔ شعیب۔ عیسیٰ  
 یہم الصلوٰۃ والسلام ان نبیاء کرام میں سے چار کے نام دو دو آئے ہیں۔ یعنی یعقوب اور اسرائیل، یونس  
 و ذوالنون، عیسیٰ اور مسیح، محمد اور احمد صلی اللہ علیہم وسلم اس لئے جس طرح جملہ انبیاء علیہم السلام  
 جمالی ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح ان متذکرہ بالا نبیاء کرام پر ایمان کے ناموں کی تصریح کے ساتھ  
 ایمان لایا جائے۔ علامہ جلال الدین سیوطی اور شیخ احمد سجاعی مصری نے اس موضوع پر علیحدہ رسائل  
 تصنیف فرمائے ہیں۔

مقام رسالت۔ ایمان بالرسول کے لئے اس بات کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے کہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مصلح مبلغ اور ریفارمر ہی نہیں ہو کر آیا۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام خداوند علیم وخبیر کے  
 منتخب کردہ خوش نخت پاکیزہ انسان ہیں۔ مقام نبوت میں مندرجہ ذیل باتوں کا جاننا ضروری ہے۔  
 (۱) نبی علیہ السلام کا اپنی نبوت، رسالت اور تعلیم پر ایمان لانا اور یقین رکھنا ضروری ہے۔ ارشاد  
 فرمایا۔

ایمان لایا اللہ کا رسول اس ہدایت پر جو اتاری  
 (ترجمہ) گئی اس پر اللہ کھٹکتے سے۔

من الرسول بما انزل الیہ من ربه (بقرہ ۲۸۵)  
 (۲) نبی علیہ السلام کو اپنے نظریے اور تعلیم کی صحت پر یقین کامل ہوتا ہے وہ کسی کے بہکانے میں نہیں  
 سکتے۔ ارشاد فرمایا۔

لی بصیرۃ انا ومن اتبعنی (یوسف ۲۱۰)  
 (ترجمہ) بیشکی پریموں میں اور جس نے میری پیروی کی۔

(ج) انبیاء علیہم السلام پر جو تعلیم من جانب اللہ ہوئی وہ بلا کم و کاست قوم کے سامنے پیش فرمادی۔  
فرمایا:-

الذین یبلغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احد الا اللہ (احزاب ۳۹)  
یا ایہا الرسول بلغ ما نزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصک من الناس (المائدہ ۶۷)

وہ رسول جو پہنچاتے ہیں اللہ کے پیغامات اور اس سے ڈرتے ہیں اور نہیں ڈرتے کسی بھی سوائے اللہ کے۔  
اسے رسول پہنچا دیجئے وہ سب جو اتارا گیا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اور اگر آپ نے نہ کیا تو نہ پہنچا یا آپ نے رکھے پیغاموں کو اور اللہ ہی حفاظت کرے گا آپ کی لوگوں سے۔

(د) ہر نبی علیہ السلام اپنے مقصد میں کامیاب رہا کوئی نبی اور رسول علیہ السلام ناکام نہیں گذرا اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کا کام تو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا تھا۔

فہل علی الرسل الا البلاغ المبین (النحل ۳۵)

اور وہ انہوں نے پہنچا دیا۔ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام سے رب حکیم یہ نہ پوچھیں گے ماذا بَلَّغْتُمْ بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ تمہاری کس حد تک بات مانی گئی۔ فرمایا:-

یوم یجمع اللہ الرسل فبقول ماذا اجبتہم (المائدہ ۱۰۹)

توجہ جس دن اکٹھا کرے گا اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو پس پوچھے گا اس سے کیا جواب دئے گئے تم (قوم کی طرف سے)

چنانچہ قرآن حکیم میں موجود ہے کہ نبی علیہ السلام کو ان کی قوم کے انجام قبولیت اور عدم قبولیت سے خداوند حکیم نے مطلع فرمادیا تھا۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام سے فرمادیا تھا کہ تیری اس محنت کو میں نے قبول کر لیا۔

ادھی الی نوح انه لن یومن من قومک الا من قد امن فلا تبتئس بما کانوا یفعلون (ہج ۳۶)

توجہ اور وحی کی گئی نوح کو کہ ایمان نہ لائے گا تیری قوم سے مگر وہی جو ایمان لا چکے پس غم نہ کھا اس سے جو وہ کرتے تھے۔

قرآن کریم اس امر پر شاہد ہے کہ حالات کی ناسازی کے باوجود انبیاء علیہم السلام کو وعدہ خداوندی پر یوں یقین رہا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام عین اس موقع پر کہ آگے بحیرہ قلزم اور پیچھے فرعون کی قویں ہر قسم کے سامانِ حرب سے مسلح ہیں قوم کا گھبرا جانا یقینی ہے اس لئے قوم نے ظاہری حالات سے مایوس ہو کر کہا :-

قال اصحاب موسیٰ انا لندرسکون (الشعراء) موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا ہم تو ضرور پکڑے گئے

مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بے سرو سامانی سے کچھ تاثر نہ لیا اور فرمایا :-

قال کلان معی ربی سیہدین (۶۲) کہا موسیٰ نے ہرگز نہیں یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے

ابھی میری ماہ نائی فرما دے گا۔

خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت مدینہ کے موقع پر غار ثور میں آرام فرما رہے ہیں تعاقب کرنے والے غار ثور کے منہ پر پہنچتے ہیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھبرا جانا یقینی امر ہے مگر نبی علیہ السلام کا یقین اس بے سرو سامانی اور ظاہری محصوریت میں متزلزل نہیں ہوا فرمایا :-

لا تحزن ان اللہ معنا (توبہ ۴۰) (ترجمہ) غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

فائدہ ضروری (۱) قرآن کریم کی سورہ بقرہ آیت ۱۷۱ میں قرآنی سیاق و سباق اور مقام نبوت کے لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا، فرمایا۔

وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین معہ ما می (ترجمہ) اور وہ ہلائے گئے یہاں کہہ گئے کہ رسول اور وہ جو اس کے

ساتھ تھے (آپس میں) اللہ کی مدد کی ہوگی یا اور کھو اللہ کی نصرت اللہ الا ان نصرت اللہ قریبہ

قریب ہے۔

یہ دونوں کلاموں کو ایک جا بیان فرمایا جس کو اصطلاح میں کہا جاتا ہے متی نصر اللہ

کہنے والی تو قوم ہے جس کا ظاہری اسباب دیکھ کر مایوس ہو جانا قدرتی امر ہے مگر نبی علیہ السلام جس

کی نظر اللہ تعالیٰ کے وعدہ نصرت ہے وہ جواب میں فرماتا ہے الان نصر اللہ قریب قرآن کریم میں

دوسری جگہ سورہ احزاب آیت ۲۰ میں اسی مضمون کو یوں ادا فرمایا :-

هنالك ابتلى المؤمنون وزلزلوا وانشروا الاشد بئاً (ترجمہ) اس جگہ آئے گئے ایمان والے اور ہلکے گئے سخت ہلاک  
 ایسے مقالات قرآن حکیم میں متعدد آئے ہیں جہاں دو متکلموں کے کلام کو ملا کر ایک کلام بنا دیا ہے  
 جس کو بظاہر ایک کلام سمجھا جاتا ہے جیسا کہ سورہ یونس آیت ۶۵ میں فرمایا۔  
 ولا یحزنک قولہم ان العزۃ للہ جمیعاً (ترجمہ) اور غم میں ڈالے آپ کو ان کا یہ کہنا یاد رہے یقیناً  
 سب اللہ ہی کو ہے۔

کافروں کا قول یہاں تو ذکر نہیں فرمایا ان العزۃ خداوند قدوس کا اپنا فرمان ہے مگر اور  
 عزت سب کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی طرح سورہ لیس آیت ۵۲ میں دونوں کو یک  
 کر کے یوں فرمایا:-

قالوا یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا  
 هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون  
 (ترجمہ) کہیں گے وہ لوگ ہائے ہماری بدبختی ہم کو کس نے اٹھا  
 ہمارے لیٹنے کی جگہ سے اللہ کی طرف فرمایا جائے  
 یہ اٹھنا وہ ہے جس کا وعدہ کیا تھا رحمن نے اور سچ کہ  
 رسولوں نے۔

پہلا حصہ آیت شریفہ کا جس پر خط کھینچا گیا ہے قبور سے زندہ ہو کر میدان حشر میں نکلنے والوں  
 کا ہے اور دوسرا اس کا جواب ہے جو اس وقت ان سے من جانب اللہ تعالیٰ کہا جائے گا۔ ہذا ما  
 الرحمن مقصد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنے نظریہ کی کامیابی پر پورا یقین تھا وہ متر لڑا  
 نہیں ہوئے۔

فائدہ ضروری (۲) قرآن کریم کی سورۃ الاحقاف آیت ۹ میں جو یہ ارشاد قرآنی ہے  
 قل ما کنتم بدعا من الرسل وما ادری ما  
 یفعل بی ولا بکم ان اتبع الا ما یوحی الی  
 وما انا الا نذیر مبین ہ  
 (ترجمہ) آپ کہہ دیجئے میں نیا رسول نہیں ہوں (بلکہ مجھ سے پہلے  
 رسول آئے) اور میں نہیں جانتا کیا ہو گا میرے ساتھ اور  
 ہو گا تمہارے ساتھ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جس  
 وحی کی جاتی ہے اور میں تو کھول کر ڈالنے والا ہوں۔



اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دنیاوی کامرانی کا پتہ نہ تھا اور نہ ہی اخروی کا، یہ استدلال بہ گہرے درستی نہیں۔ مطلب اس کا صاف ہے کہ میں اذذات خود کوئی بات نہیں کہہ سکتا کہ فیصلہ کس کے حق میں ہوگا جب اللہ تعالیٰ مطلع فرمادیں گے میں اعلان کر دوں گا۔ چنانچہ آیات قرآنیہ میں واضح ہے کہ آپ اس دنیا میں بھی کامران ہوں گے فرمایا:-

انافتحنالک فتحاً مبیناً (الفترۃ) (ترجمہ) بے شک ہم نے آپ کے لئے فتح دی روشن فتح،  
 اذا جاء نصر اللہ والفتح ورايت الناس  
 یدخلون فی دین اللہ افواجااً (النصر)  
 واللہ متهم نورہ ولو کفر الکافرون۔ هو  
 الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق  
 لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کفر  
 المشرکون۔ (الصف ۹۰۸)

جب اللہ کی مدد آجائے گی اور فتح (مکہ) اور مدینہ کی آپ لوگوں کو داخل ہوں گے اللہ کے دین میں فوجوں کی فوجیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافر برائیاں اسی اللہ نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور نہ ٹٹنے والا دین دے کر تاکہ غالب کرے اسے سب دیتوں پر اگرچہ مشرک برائیاں۔

اسی طرح قیامت کی سر بلندی اور کفر نازی اس کے لئے کئی آیات قرآنیہ بطور شہادت موجود ہیں۔ مدنی سورۃ احزاب کی آیت ۷۰ میں ارشاد فرمایا:-

یوم لا یحزنی اللہ النبی والذین امنوا (توجہ) جس دن غمزدہ نہ کرے گا اور رسوا اللہ نبی کو اور ان کو جو  
 معہ نور ہم یسعی بین ایدیہم و  
 یامانہم

ایمان لائے اس کے ساتھ ان کی روشنی ان کے آگے اور دائیں جانب دوڑتی ہوگی۔

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۹ میں فرمایا:-  
 عسی ان یبعثک ربک مقام محموداً

قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں بھیجے

سورۃ الضحیٰ میں قسمیں کھا کھا کر قرآن مجید نے اس امر کا اظہار فرمایا:-

وللاخرۃ خیر لک من الاولی (ترجمہ) یقیناً آخرت آپ کے لئے اس پہلی سے زیادہ بہتر ہے  
 اس لئے یہ عقیدہ قرآنی تعلیمات کے قطعاً خلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نظریہ

کی صداقت پر یقین نہ تھا یا آپ کو اپنی نجاتِ اُخروی کا علم نہ تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ”مقام رسالت“۔ انبیاء علیہم السلام کے متعلق قرآن حکیم کی مقدس تعلیم یہ ہے کہ وہ  
 اللہ تعالیٰ کے مطلق اور سراپا مقامِ عبودیت سے موصوف برگزیدہ انسان تھے لوگوں کو ان کی پیروی  
 کا حکم دیا گیا۔ بلا چون و چرا اور تنقید اور تنقیح کے لئے اپنے اپنے نبی کی بات ماننے کا ان کی  
 امتوں کو حکم دیا گیا تھا اگر ان میں کچھ نقص اور عیب ہوتا تو اطاعت کا حکم نہ دیا جاتا ارشادِ قرآنی ہے:

وسلاماً علی المرسلین الصفۃ ۱۳۱ (ترجمہ) اور سب رسولوں پر سلام اور سلامتی ہے۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (النساء ۶۴)  
 اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی بھی رسول مگر اس لئے کہ اس  
 کی پیروی کی جائے اللہ کے حکم سے۔

چنانچہ قرآنی تعلیمات شاہد ہیں کہ ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کو دو باتوں کا بنیادی طوطا پر حکم

دیا۔

فاتقوا اللہ واطیعوا (سورہ شعراء) | پس اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو  
 رکوع ۱۱

یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس کو واحد لا شریک مانو اور اس تقویٰ کا جو نظام میں قولاً و عملاً پیش کرو  
 اس میں میری پیروی اور میری اطاعت کرو۔ کیونکہ وہ جس راہ ہدایت کی طرف تم کو بلا تے ہیں وہ میرا  
 ہی حکم ہے۔

وجعلناہم ائمة یہدون بامونا و اوحینا  
 الیہم فعل الخیرات و اقام الصلوة  
 و ایتاء الزکوٰۃ و كانوا عبادین ہ  
 (انبیاء ۳۱)  
 اور ہم نے ان کو راہ نما بنایا راہ نمائی کرتے تھے ہمارے  
 حکم سے اور ہم نے وحی کی ان کی طرف بھلائیوں کے کرنے  
 اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی اور یہ سب  
 ہمارے ہی عباد تھے۔

انبیاء علیہم السلام ہر وقت مقامِ ہدایت پر فائز رہتے ہیں۔ وہ اپنے منصب میں ثابت قدم اور  
 راسخ العقیدہ ہوتے ہیں ان سے کوئی ایسا فعل یا ایسی بات نہیں نکلی سکتی جس سے ہدایت پر حرف

آتا ہوا اور اس کا انتظام ان کے لئے من جانب اللہ کیا جاتا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے:-

فانه يسلك من بين يديه ومن خلفه  
 رصداً ليعلم ان قد ابغوا رسالات ربهم  
 واحاط بما لديهم واحصى كل شئ عدداً  
 الجن ۲۷، ۲۸

ترجمہ: تو وہ (اللہ) چلاتا ہے اس کے آگے اور پیچھے چوکیدار  
 تاکہ جانے کہ انہوں نے پہنچائے اپنے رب کے پیغام اور  
 قابو میں رکھا ہے جو ان کے پاس ہے اور گن لیا ہے ہر  
 چیز کو پوری طرح گننا۔

سورۃ انبیاء میں قرآن کریم نے یہ تصدیق فرمادی کہ ہر رسول (۱) واجب الاحترام ہے۔  
 (۲) اللہ تعالیٰ کی اجازت سے پہلے بات بھی نہیں کرتا (۳) جو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے وہ کرتے ہیں  
 اس سے زیادہ مقام رسالت اور عصمت رسالت کے اثبات کیلئے ایک مسلمان کے سامنے کیا  
 دلیل پیش کی جاسکتی ہے ارشاد فرمایا:-

بل عباد مكرمون لا يسبقونه بالقول وهم  
 يامرهم يعجلون (آیت ۲۶ و ۲۷)

ترجمہ: لیکن وہ ایسے بندے ہیں جن کو عزت دی گئی ہے اس سے  
 بڑھ کر نہیں بولتے، اور اس کے حکم پر کام کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام عالم خواب میں بھی محفوظ رہتے ہیں جو وہ خواب میں دیکھتے ہیں وہ  
 وحی ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ اسی استدلال کی صورت میں موجود ہے۔

قال يبنى انى ارى فى المنام انى اذ بحك  
 فانظر ماذا ترى قال يا ابت افعل ما تومر  
 (الصفۃ ۱۲)

ترجمہ: کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں  
 پھر دیکھ تو کیا سمجھتا ہے کہا اے میرے باپ کرو ڈال جو  
 تجھ کو حکم ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خواب کو وحی سمجھ کر اسما عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش فرمایا تو  
 حضرت اسما عیسیٰ نے بھی اس کو خواب کے طور پر نہیں سمجھا بلکہ عرض کر دیا افعل ما تومر  
 سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اسلامی عقیدہ اجماعی طور پر ہے کہ آپ کی نیند وحی تھی  
 اور آپ کی آنکھ سوتی تھی آپ کا قلب منور جاگتا تھا اس لئے قلب منور پر قرآن مجید کا نزول ہوتا تھا  
 ارشاد قرآنی ہے:-

فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ (رقمہ ۱۷) | پس بے شک اس نے اتارا یہ قرآن آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے

اور یہی عقیدہ سب انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو مستقل علیحدہ ترجمہ الباب سے بیان فرمایا۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:-

فیجب ان لاینام قلوبہم ليعواما وحي الیہم کما قال من قال و اجاد فی المقال =

لا تنکر الوحی من رویاہ ان لہ قلبا اذا نامت العینان لم یمنم

(تراجم الابواب ص ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ نے آیات اور احادیث کے استدلال کو قصیدہ برء الداء کے ایک شعر پر ختم فرمایا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوئی ہیں دل نہیں سوتا اس لئے آپ کی خواب بھی وحی ہے۔

قرآن مجید نے اس عقیدہ

مقام رسالت کو تائیدی اور دفاعی طور پر بیان فرمایا۔ یہود اور نصاریٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق جن غلط نظریات کو فرغ دے رکھا تھا قرآن مجید نے اس کا دفاع کرتے ہوئے شان رسالت اور مقام نبوت کو اجاگر فرمایا۔ یہود اور نصاریٰ نے اپنی الہامی کتابوں میں کس قدر تحریف کرتے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی توہین کر رکھی تھی بطور نمونہ چند سطور پیش ہیں۔

اور آدم سے اس نے کہا چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس وخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ نہ کھانا اس لئے زمین تیرے سبب لعنتی ہوئی۔ "پیدائش باب ۲-۵" قرآن کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:-

(الف) انی جاعل فی الارض خلیفہ (ترجمہ) میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک خلیفہ

۱۷ (نوٹ) اس سلسلہ کی پوری تحقیق میری کتاب "حجرت کائنات" میں ملاحظہ فرمائیں۔ مطبوعہ بارہ پنجم۔ جمہور علماء اسلام کا عقیدہ کتاب و سنت کی روشنی میں تو یہ ہے مگر چند افراد نے اس کی مخالفت کی جیسا کہ ان کا نظریہ ہے ینام قلبی ولا ینام عینی خاص موقع تھا۔

(ب) واذقنا للبلائة السجد ولامر فسجد  
إلا ابليس۔

اور جب کہا ہم نے فرشتوں سے آدم کو سجدہ کرو پس سر نیچے  
سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔

(ج) وعلم آدم الاسماء كلها بقرة آیت ۳۱  
واقعہ جنبت کے باغات کے ایک پھل کھانے سے منع فرمایا تھا مگر حضرت آدم علیہ السلام سے جو اس

کا صدور ہوا وہ قرآن ہی کے الفاظ میں  
فَنَسِيَ ولم نجد له عزما (طہ ۱۱۵)  
ثم اجتبه ربہ فتاب عليه وهدى (طہ ۱۲۲)۔

پس بھول گیا اور نہ پایا ہم نے ان کے لئے ارادہ  
پھر اس کو نوازا اس کے رب نے پھر متوجہ ہوا اس پر اور راہ نکالی کی۔

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق بائبل نے کہا  
نوح مے پی کر نشے میں آیا اور اپنے ڈیرے کے اندر ننگا ہوا (پ آیت ۲۰)  
قرآن کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا:-

سلام علی نوح فی العالمین (صفت ۷۹) (توحید) سلام ہے نوح پر پھلوں جہانوں میں  
حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اور ان کی حیات تبلیغی کے مفصل حالات کے لئے سورہ  
نوح نازل فرمائی۔

حضرت ہارون علیہ السلام پر بائبل نے یہ الزام لگایا کہ ہارون نے اس (سامری کے بچھڑے)  
کے لئے قربانیاں بھی کیں۔ مگر قرآن مجید نے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی صدیق قرار دیتے ہوئے  
فرمایا:-

سلام علی موسیٰ وھارون (والصفت ۱۰۷)  
سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر

اور اس الزام کا جواب یوں دیا:-

ولقد قال لھم ہارون من قبل یا قوم  
انما فتنتم بہ وان ربکم الرحمن فاتبعونی  
واطیعوا امری (طہ ۹۰)

اور کہا ان سے ہارون نے پہلے سے اے میری قوم تم کو فتنے  
میں ڈالا گیا ہے اس بچھڑے کی وجہ سے اور تمہارا رب  
رحمن ہی ہے پس میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو

حضرت داؤد علیہ السلام جیسے صاحب کتاب نبی کو یا نبیل نبی مانتی ہی نہیں بلکہ ان کے متعلق جو نظریہ  
بائبل کا ہے وہ سیمویل بپ میں ملاحظہ کر لیں اور مزید تشریح کے لئے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۷  
صفحہ ۷۸ میں دیکھ لیا جائے۔

مگر قرآن کریم حضرت داؤد علیہ السلام کو نبی اور صاحب کتاب نبی قرار دیتا ہے ارشاد قرآنی ہے  
واتیناد داؤد زبوراً (النساء ۱۶۳) ترجمہ اور وہی ہم نے داؤد کو زبور (آسمانی کتاب)

یاد داؤد انا جعلناک خلیفہ فی الارض (ص ۲۶) | اے داؤد بنایا ہم نے تجھے خلیفہ زمین میں

علیٰ ہذا القیاس اجماعی طور پر جملہ انبیاء علیہم السلام کے مقام رسالت کو قرآن مجید نے  
بنیادی حیثیت دی۔ اسی مقام رسالت کو عقائد میں عصمت انبیاء علیہم السلام کے عنوان سے  
بھی تعبیر فرمایا۔ اس کو سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ انسان میں خیر و شر دونوں کے  
پہلو موجود ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ کوئی انسان بھی ایسا نہ ہو جو گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے  
محفوظ رہا خداوند حکیم نے یوم السبت ہی میں ابلیس کو ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بندے تیرے دوھوکوں  
سے محفوظ رہیں گے۔ ان پر تیرا غلبہ نہ ہو سکے گا۔ فرمایا:-

قال هذا صراط علی مستقیم ان عبادی | ترجمہ فرمایا خداوند تعالیٰ یہ راستہ میری طرف سے ہے بے شک  
لیس لک علیہم سلطان (الحجر ۷۵ و ۷۶) | میرے بندوں پر تیرا زور نہ چل سکے گا۔

اور اس کا اقرار خود ابلیس نے بھی دربار الوہیت میں کیا تھا۔ فرمایا:-

قال فبعزتک لاخوینہم اجمعین | ترجمہ بولا تیری عورت کی قسم میں ان سب کو ضرور بدراہ کروں گا مگر  
عبادک منہم المخلصین (ص ۸۲ و ۸۳) | ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے (پنج جائیں گے)

یعنی غیر نبی بعض انسان بھی ایسے ہو سکتے ہیں اور ہو گزرے ہیں کہ جن پر شیطان کا داؤ نہ چلے گا۔  
اگرچہ ایسے انسان بہت کم ہیں۔ الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و قلیل ما ہم (ص ۲۴) مگر ہیں ضرور۔  
خود صحابہ کرام کے متعلق قرآن مجید نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہوا ہے کہ:-

اولئک الذین کتب فی قلوبہم الایمان و ایدہم (ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی

توجہ

مرد فرمائی ہے اپنے طرف سے روح کے ساتھ اور داخل کرے گا  
ان کو ایسی جنتوں میں بہتی ہیں جن کے نیچے نہیں ہمیشہ  
رہیں گے ان جنتوں میں اللہ ان سے راضی اور وہ  
اللہ سے راضی ہی اللہ کا گروہ ہیں یا درہے اللہ کا  
گروہ ہی غالب ہے۔

لیکن اللہ نے محبوب کر دیا تمہاری طرف ایمان کو اور  
مزین کر دیا ایمان کو تمہارے دلوں میں اور براد کھایا  
تمہارے دلوں میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کو وہی لوگ  
ہیں راہ پر یہ اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت ہے اور  
اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔

جوب صحابہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان اطاعت و مقام انقیاد ہے تو انبیاء  
علیہم السلام کس طرح گناہ کا ارتکاب کر سکتے ہیں جب کہ وہ اس اللہ تعالیٰ کے منتخب شدہ پاکیزہ  
انسان ہیں جو علیم اور حکیم ہے اور پھر قرآن مجید نے اس قدر روشن الفاظ میں عصمت انبیاء علیہم السلام  
کو واضح فرما دیا ہے۔

توجہ

اللہ جن لیتا ہے اپنی طرف جسے چاہے۔

ہاتھوں والے اور آنکھوں والے ہم نے متنازعہ کر دیا ان کو ایک  
خاص صفت کے ساتھ وہ یاد اس گھر (قیامت) کی ہے اور  
پیشکش سب بہا کے ہاں چنے ہوئے پسندیدہ لوگوں میں ہیں  
سب کے سب خوبوں والے  
بندے عزت دئے گئے

① اللہ یجتبیٰ الیہ من یشاء (الشوریٰ ۱۳)

② اولی الایدی والابصار انا اخلصنا

ہم بخالصتہ ذکر الی الدارہ وانہم عندنا

من المصطفین الاخیار (ص ۲۵ تا ۲۶)

③ وکل من الاخیار (ص ۲۸)

④ عباد مکرمون (الانبیاء ۲۶)

جن انبیاء علیہم السلام کے متعلق نکتہ چینوں کے الزامات اور اعتراضات کا امکان تھا خدا نے علیم

خبیر نے ان کی عصمت کو مستقل اور علیحدہ شان کے ساتھ بیان فرمایا۔ جیسا کہ:-

سیدنا یوسف علیہ السلام اور امراة العزیز کے واقعہ کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ عصمت کا نشان قرار دیتے ہوئے فرمایا:-

وَكذالك لنصرف عنه السوء والفحشاء  
انہ من عبادنا المخلصين يوسف  
قالت امراة العزیز الان حصص الحق انار اودتہ  
على نفسه وانہ لمن الصادقين  
(یوسف ۵۱)

اور وہ یوں اس لئے ہوا کہ پھر میں ہم اس سے برائی اور  
بے حیائی بے شکہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے  
عزیز کی بیوی نے کہا اب سچی بات کھل گئی بے شک میں  
نے ہی اس کو بھسلا نا چاہا تھا اس کے جی سے اور بے شکہ  
وہ سچا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا اپنے وطن سے دل برداشتہ ہو کر بارادہ ہجرت نکل جانا ہرگز وہ مقام نبوت  
میں نقص اور کمی پیدا نہیں کرتا۔ قرآن مجید نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:-

وان یونس لمن المرسلین الصفت ۱۳۹ (ترجمہ) اور بے شک یونس بھی رسولوں میں سے ہے

اول العزم انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں ان کا ذکر فرمایا جو سورۃ النساء کی آیت ۱۲۳  
اور سورۃ الانعام کی آیت ۸۶ میں مذکور ہے۔ ان کی اس ہجرت کی برکات کو قرآن مجید نے بیان  
فرمایا کہ اس ہجرت کو باعث رحمت و شفقت خداوندی قرار دیا اور وہ رحمت یہ ہے کہ وہ قوم ساری  
کی ساری دولت ایمان سے مشرف ہو گئی۔ جیسا کہ سورہ والصفۃ میں مذکور ہے۔

وارسلناہ الی مائة الف اویزیدونہ فامنوا (ترجمہ) اور بھیجا ہم نے اس (یونس) کو ایک لاکھ یا زیادہ کی  
طرف پس وہ ایمان لے آئے پس ہم نے برتنے دیا ان کو  
۲۴۷ و ۲۴۸  
ایک وقت مقرر تک کے لئے (موت تک)

علیحدہ سورۃ یونس قرآن مجید میں موجود ہے اس میں بھی اسی احسان عظیم کو بیان فرمایا جو اس ہجرت  
پر مرتب ہے فرمایا:-

فلولا کانت قویۃ امانت فنفضنا ایمانہا الا قوم (ترجمہ) سو کیوں نہ ہوتی کوئی ایسی کہ ایمان لاتی پھر نفع دیتا ان کو



ایمان لانا (عذاب کے مشاہدے پر) مگر قوم یونس جب  
ایمان لائے ہم نے کھول دیا ان سے ذلت کا عذاب  
دنیا کی زندگی میں اور خاندانہ دنیا ان کو ایک وقت مقرر  
تک کے لئے۔

یونس لما امنوا كشفنا عنهم عذاب  
الحزى فى الحياة الدنيا وفتحنا لهم  
الى حين (۹۸)

امام الانبياء مصدق الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لا تقولوا ناخیر من یونس بن متى (توجہ) نہ کہو کہ میں متی کے بیٹے یونس سے بہتر ہوں۔  
قرآن مجید نے انبیاء علیہم السلام کے حالات میں جن کلمات کو ارشاد فرمایا ہے۔ وہ عصمت کے  
لئے نہایت ہی اہم مقام رکھتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہجرت مدینہ قرآن مجید کی  
سورہ القصص میں موجود ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو لڑکیوں کو دیکھا  
توان کے چار پائیوں کو پانی پلا دیا اور پھر اپنی اسی جگہ پر آرام پذیر ہو گئے۔ قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں۔  
فسقى لهما ثم تولى الى الظلم یہاں لفظ تولى فرمایا نہ کہ رجع یا ذهب اس لئے  
کہ تولى کا معنی پیچھے پھیر کر جانا نبی علیہ السلام نے پھر بلا ضرورت ان لڑکیوں کی طرف دیکھا بھی نہیں  
بلکہ پیچھے پھیر کر واپس چلے آئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ کرتے وقت اس امر کو  
ملاحظہ رکھا جائے کہ عصمت انبیاء علیہم السلام پر حرف نہ آئے جہاں تک قرآنی الفاظ کا صحیح ترجمہ  
قواعد اور اصول کی روشنی میں کیا جاسکے اس کو اختیار کیا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق  
قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے:-

یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس تین سو دینیوں ہیں اور میرے  
پاس صرف ایک دینی ہے پھر کہتا ہے اس کو میرے  
حوالے کر دے اور زبردستی کہتا ہے بات، کہا (داؤد  
علیہ السلام نے) بے شک ظلم کیا تجھ پر کہ ماگتا ہے تیری  
دینی اپنی دنیوں میں ملانے کے لئے اور اکثر تمہاری بددتی

ان هذا خي له تسع وتسعون نعجة  
ولى نعجة واحدة فقال اقلنيها وعزني  
والخطاب قال لقد ظلمك بسؤال نعجتك  
الى نعاجه وان كثيرا من الخطاء ليبيغى  
بعضهم على بعض الا الذين امنوا وعلوا الصلحت

وقلیل ماہم (ص ۲۳ و ۲۴)

کرتے ہیں ایک دوسرے پر مگر جو ایمان لائے اور (سب) نیک عمل کئے اور بہت ہی تھوڑے لوگ ہیں ویسے۔

اس کی بالکل واضح اور روشن تفسیر تو یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے صرف مدعی کی بات سن کر فیصلہ صادر فرمایا اور مدعا علیہ سے نہ پوچھا شاید اس کے سکوت کو کافی سمجھا حالانکہ بطور قاضی ہونے کے مدعی علیہ کو جواب دعویٰ کا موقع دینا چاہئے تھا پھر آپ نے اس فیصلے میں غور کیا تو سمجھا کہ یوں فیصلہ نہ کرنا چاہئے تھا۔ علامہ شوکانی نے فتح القدر میں اس کو مفصل اور مدلل بیان فرمایا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ مشروط تھا یعنی آپ کو یوں فرمانا چاہئے تھا کہ: "اگر اس تیرے بھائی نے تجھ سے یوں مطالبہ کیا ہے تو یہ ظلم ہے"

مگر اس کی تعبیر اس طرح فرمادی کہ وہ حکم نظر آیا۔ حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اوصاف میں سے ایک وصف **وَفَصْلَ الْخِطَابِ** بھی ہے (ص ۲۳) حکیم الامتہ تھا نوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "بلکہ اس کی بے غبار تفسیر تو یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام نے جو ایک فریق کا بیان سن کر فرمایا **لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْتِكَ** الایۃ گو مقصود اس سے قضیہ شرطیہ ہے مگر صورتہ جملہ خبریہ ہے اس لئے داؤد علیہ السلام نے اس سے استغفار فرمایا" (اصلاح ترجمہ دیلویہ ۲۴) قرآن مجید میں قصہ ایوب علیہ السلام موجود ہے کہ ایوب علیہ السلام کس قدر صابر اور اواب نبی تھے ارشاد فرمایا:۔

انا وجدناہ صابراً نعمة العبد انه اواب (ترجمہ) ہم نے پایا اس کو صبر کرنے والا بہت اچھا بندہ بار بار ہماری طرف لوٹنے والا۔ (ص ۲۴)

یعنی حضرت ایوب علیہ السلام اواب تھے خداوند قدوس کے برگزیدہ نبی تھے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق اجماع امت ہے کہ ظاہری باطنی عیبوں اور اخلاقی کمزوریوں سے پاک ہوتے ہیں (نووی شرح مسلم) اس لئے ان پر جو ابتلا آتے ہیں ان کو عذاب یا سزا نہیں کہا جاسکتا تو ایوب علیہ السلام پر جو بدنی بیماری یا دوسرے ابتلائے تھے وہ عذاب خداوندی یا سزا کے طور پر نہ تھے۔ اس لئے

آپ کے حق میں یہ کہنا:-

”اس کو اتنا لاپچار کیا کہ اس کے پاس کوئی بھی نہ جاتا تھا۔ اولاد بھی سب ہلاک ہو گئی لاپچار

ہو کر اللہ تعالیٰ سے اس نے مغفرت مانگی تو معافی ہوئی“

مقام نبوت کے ساتھ بے انصافی ہے۔

اس لئے یاد رہے کہ عصمتِ انبیاء قرآنی تعلیمات کا اساسی عقیدہ ہے جس پر علمائے اہل سنت

والجماعتہ کا اجماع ہے پھر ایسے عقیدہ کے متعلق سید الوالاعلیٰ مودودی کا یہ لکھنا:-

”اللہ (تعالیٰ) ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے

دیتے ہیں“ (تفہیمات جلد دوم ص ۴۳)

کس قدر عظیم لغزش ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس سے رجوع کی توفیق عطا فرماوے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام

تو سر وقت اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتے ہیں جیسا کہ سورۃ الجن کی آیت ۲۸ کی تفصیل گذر چکی ہے

انبیاء علیہم السلام کا ہر کام امت کے لئے حجتہ اور نور ہدایت ہوتا ہے جس کام میں تخصیص فرمادی

جائے وہ صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہوتا ہے۔ ورنہ نبی کی ساری زندگی امت کے لئے مشعل ہدایت

ہوتی ہے۔

وجعلناہم ائمة یهدون یا امرنا و اوحینا الیہم فعل الخیرات (الایۃ الانبیاء ص ۳۷)

قرآنی تعلیم کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ انبیاء علیہم السلام سے درجہ اور مرتبہ نہیں کم ہیں۔ تو

جب ملائکہ کے متعلق قرآن مجید کا یہ فیصلہ ہے کہ لا یحصون اللہ ما امرہم ویفعلون

مایومرون (التحریم ص ۷۱) تو انبیاء علیہم السلام کے متعلق کس طرح لغزش کا اور وہ بھی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالادارہ لغزش کرانے کا تصور درست سمجھا جاسکتا ہے۔

## ختم نبوت

متعلقات نبوت میں سے عقیدہ ختم نبوت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ وصف رسالت

اور نبوت میں انبیاء علیہم السلام کو شریک بنایا ہے مگر رسالت کے مقامات اور خصوصیات میں باہمی فرق بھی اللہ تعالیٰ ہی نے مقرر فرمایا ہے ارشاد قرآنی ہے :-

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم  
من كالم الله ورفع بعضهم درجات  
(بقرہ ۲۵۳)

ترجمہ | یہ سب رسول ہیں بڑائی دی ہم نے بعض کو بعض پر کسی سے  
کلام کیا اللہ نے (بلا واسطہ) اور بلند کئے کسی کے بڑے  
درجے۔

بعضہم کا مصداق سید و دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کے درجہ رفیعہ کیا کیا ہیں قرآن مجید ہی نے ان کے متعلق فرمایا :- ورفعنالك ذكرك (الم نشرح ۷۱) وکان فضل الله عليك عظيماً (النساء ۱۱۳) آپ پر ہونے والی وحی کے بارے میں ارشاد فرمایا :- وتمت كلمت ربك صدقاً وعدلاً  
ترجمہ | تیرے رب کے کلمے صداقت اور حقیقت کے اعتبار سے  
کامل ہو چکے۔ (الانعام ۱۱۵)

آپ جس دین کو لے کر آئے اس دین پر تکمیل کا اعلان فرمایا :-  
اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم  
نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً  
(المائدہ ۳)

ترجمہ | آج کے دن کامل کرو یا میں نے تمہارے لئے تمہارا دین  
اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کر لیا تمہارے  
لئے اسلام دین۔

دوسرے انبیاء علیہم السلام کو اپنے اپنے علاقے میں اپنی اپنی قوم اور اپنے زمانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ مگر سید و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا :-

وما ارسلناك الا كافة للناس بشيراً ونذيراً  
(السیاء ۲۵)

ترجمہ | اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سب انسانوں کے لئے  
بشیر اور نذیر بنا کر۔

قل يا ايها الناس اني رسول الله اليكم جميعاً  
الاعراف ۵۸

اعلان کر دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول  
ہوں۔

ان تمام نعمات اور عطیات کا خلاصہ ختم نبوت کی شکل میں فرمایا :-

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول  
 اللہ و خاتم النبیین وكان اللہ بكل شیء علیماً  
 (احزاب ۴)

توجہ اور نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک کے بھی باپ تمہارے  
 مردوں میں سے بلکہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور مہر سب  
 نبیوں پر اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

یعنی آپ کی نرینہ اولاد باقی نہ رکھنے کی یہ بھی ایک حکمت ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں  
 ورنہ ہو سکتا تھا کہ آپ کے بعد آپ کے بیٹے کی نبوت کا بھی امکان محسوس کیا جاتا جیسا کہ حضرت  
 داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان کو نبوت عطا ہوئی۔ آپ کی صاحبزادیوں کو باقی رکھا  
 گیا مگر نبی عورت نہیں ہو سکتا اس لئے آیت میں لفظ رجالکم فرمایا۔ اور ساتھ ہی اس امر کا بھی اعلان  
 فرمایا کہ آپ خاتم النبیین ہیں سب سے آخری نبی۔ سلسلہ نبوت کو بند کرنے والی مہر رسول  
 یعنی وہ مہر نہیں جس کو اردو میں ٹھپہ کہا جاتا ہے کیونکہ ختم ہونے سے مراد بند کرنے سے نہ کہ کھولنا ہے  
 قرآن مجید میں سورہ تطفیف آیت ۲۵ و ۲۶ جنتیوں کو دئے جانے والے مشروب کا ذکر فرمایا۔  
 یُسْقَوْنَ مِنْ رَحِیقٍ مَخْتُومٍ خِمْمَةٌ مِشْکٌ (توجہ) ان کو پلائی جاتی ہے شراب منہ بند (برتن سے) جس کی مہر جنتی  
 ہے مشک پر۔

ہمارے جو پینے کا مشروب دیا جائے گا وہ صرف ان ہی کے لئے مخصوص ہوں گے پہلے سے ان کے  
 منہ بند ہوں گے اور ان کے منہ پر مہر بھی مشک کی لگی ہوگی۔ یہاں یہ شبہ کہ آخر آپ ہی کو کیوں آخری نبی  
 بنایا گیا اب نبوت کا دروازہ کیوں بند کر دیا گیا۔ یہ لہذا اور حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے وہ ہر چیز اور  
 ہر کام کی حکمت اور اس کے فوائد سے پورا باخبر ہے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے نازل فرمانے  
 کا سلسلہ آپ تک ہی محدود رکھا ہے بعد میں کسی وحی کا ذکر نہیں فرمایا۔ سارے قرآن مجید میں وحی  
 اور رسالت کا ذکر من قبلک کے ساتھ آیا ہے کہیں بھی من بعدک کے ساتھ نہیں سورہ بقرہ کی  
 آیت ۱۲۹ میں فرمایا۔ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک اگر آپ کے بعد  
 میں کوئی وحی آنے والی ہوتی تو من بعدک بھی ارشاد فرمایا ہوتا سورہ الشوریٰ کی ابتدائی آیات میں  
 لفظ وحی صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس میں لفظ قبلک پر اکتفاء فرمایا ارشاد ہے۔

اسی طرح وحی کرتا ہے اللہ آپ کی طرف اور ان کی طرف

بھی کی جو آپ سے پہلے گزرے ہیں وہ اللہ جو غالب

اور حکمت والا ہے۔

حَمْدَهُ عَسَقَهُ كَذَلِكَ يُوْحَى الْبَيْتِ وَالْمَى

الذین من قبلك العزیز الحکیم (الشعر ۷۱)

حروف مقطعات کے فوائد پر لکھا جا چکا ہے کہ ان کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح ان کلمات کا معنی نہ جاننے کے باوجود ان کے کلام الہی پر ایمان لانا اور یقین رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح آنے والا مضمون اگر تمہاری ناقص سمجھ میں نہ آئے تب بھی اس پر ایمان لاؤ اسی طرح اسماء حسنیٰ اور آیات کے اواخر پر غور و تدبر کے فوائد میں لکھا جا چکا ہے کہ ترجمے میں ان کا خاص لحاظ رکھا جائے۔ یہاں بھی فرمایا۔ جس طرح آپ پر وحی نازل کی اسی طرح آپ سے پہلے برگزیدہ انسانوں پر نازل کی اب بعد میں کوئی وحی کیوں نازل نہ ہوگی اس میں اللہ کی حکمت ہے اور وہ جس حکمت کو روکا لائے اسے کوئی نہیں روک سکتا وہ العزیز الحکیم ہے یعنی اب آپ کے بعد القطار وحی کسی بھی قسم کی وحی اب نازل نہ ہو سکے گی اب سب کے لئے یہی نبی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور سب کے لئے آپ ہی کا لایا ہوا پیغام پیغام نجات رہے گا۔ سورۃ الحجۃ میں بالکل واضح طریقہ سے ارشاد فرمایا:-

اسی اللہ نے بھیجی امیوں میں (بڑا) رسول ان ہی میں سے

جو پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیات اور پاکیزہ بناتا ہے ان کو

اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور دین کی باتیں اگرچہ اس کے

آنے سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے اور دوسروں کے لئے

ان میں سے جو ابھی نہیں ملے ان سے اور وہ اللہ غالب

حکمت والا ہے یہ (نبوت کاملہ ابدیہ) اللہ کا فضل ہے

وہی ہے جس کو چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم

یتلوا علیہم الیتہ ویزکیہم ویعلیہم

الکتب والحکمۃ وان كانوا من قبل لفی ضلال

مبینہ واکیرین منهم لما یلحقوا بہم

وهو العزیز الحکیم ذلک فضل اللہ یؤتیہ

من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

(آیت ۷۱ تا ۷۷)

آیات بالا میں مندرجہ ذیل عقائد کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے بلا کسی تاویل اور تشریح کے

سمجھ میں آسکتا ہے۔

الف - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امین میں مبعوث فرمائے گئے۔  
 ب - مگر آخرین سب پچھلوں کے لئے بھی آپ ہی مبعوث ہیں اب کسی دوسرے نبی کا انتظار نہ کیا جائے۔  
 ج - آپ ہی کو صرف یہ اعزاز کیوں عطا کیا آپ سے پہلے کسی نبی کو نبوت عامہ کا ملکہ کیوں عطا نہ فرمائی اس کی وجہ بھی فرمادی میری اپنی مرضی جس کو میں ایسے فضل و مرتبت سے نوازاں اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جملہ آیات قرآنیہ کو جمع کرنے پر عقیدہ صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ پر ختم نبوت ختم کر دی گئی۔

جیسا کہ قرآنی معارف کے بہترین معلم اور رازدان حکمت وحی حضرت علی کریم اللہ وجہہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد غسل دیتے ہوئے اسی کی وضاحت اور تشریح کی آپ فرماتے جاتے تھے۔

ترجمہ

یاجی انت داعی لقد انقطع بہوتک مالہم  
 ينقطع بہوت غیرک من النبوة والانباء و  
 اخبار السماء (نہج البلاغہ ص ۲۵)

قرآن مجید میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کو روح کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔  
 وکذالک اوحینا الیک روحاً من امرنا (الشوریٰ ۵۲) (ترجمہ) اور اسی طرح بھیجا ہم نے آپ کی طرف روح اپنے حکم سے  
 یہ خصوصیت صرف سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کو حاصل ہے کہ اس  
 کو روح کے ساتھ ذکر فرمایا تو جس طرح روح کے نزول پر بدن میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے اب اس کے بعد  
 زندگی دینے والی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اسی طرح قرآن مجید کے نزول کے بعد جو کلمات الہیہ کا مجمع اور  
 مکمل ہے کسی اور کلام اور الہام کی ضرورت نہیں ورنہ قرآنی کلمات نعوذ باللہ ناقص ٹھہریں گے اور ان  
 سے ثابت ہونے والا نظام ناقص ٹھہرے گا حالانکہ قرآن مجید نے اس نظام کو الیوم تک کمال  
 لکم دینکم کے کامل اعلان سے مشرف فرمایا ہے۔ (والدالموفق)

یہ وہ تین مقاصد ہیں جن کو تعلیمات قرآنیہ کا مرکز اور محور کہا جاسکتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ

اس کی اہمیت بیان کی ہے کہ اس عقیدے پر ایمان لانا لازم ہے ۲۱۰ مسروروں کا  
 ذکر ہے کہ جو امت کا حال احوال بیان میں ہے یہ صرف اس عقیدے  
 کا بیان ہے جس کا دلائل قرآنی ہیں ص ۲۰۸ سے

اور دوسری تمام عبادات بدنیہ مالیہ قولیہ فعلیہ سب توحید ہی کے لئے ترمیمت ہیں امر بالمعروف نہی  
 عن المنکر انفرادی اور اجتماعی زندگی ملی، قومی زندگی اور اس کے تمام شعوب کے لئے سب سے  
 بڑی راہ نما ذات سپرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جن کی پیروی کو ہدایت فرمایا جیسا کہ ارشاد  
 قرآنی ہے:-

<p>آپ فرمادیجئے حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پس اگر تم          منہ پھیر گے تو اس پر ہے ذمہ اس کا جو اس پر رکھا گیا          تم پر ہے ذمہ اس کا جو تم پر رکھا گیا اور اگر اس (رسول          کا حکم مانو ہدایت پالو گے اور رسول کا ذمہ صرف کھول کر          پہنچا دینا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)</p>	<p>قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تلووا فانما          علیہ ما حمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوا          تہتدوا وما علی الرسول الا البلاغ          البینہ (النور ۶۴)</p>
---	---

## قیامت (معاد)

قرآنی تعلیمات میں سے بنیادی تعلیم قیامت کے دن پر ایمان لانے کی ہدایت کی گئی ہے۔  
 قرآن حکیم میں سورہ فاتحہ سے لے کر قرآن عظیم کی ہر بڑی سورہ میں کسی نہ کسی طریقہ سے اس عقیدہ  
 ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس کی ضرورت حقیقت، عظمت، اور اہمیت کو اس کے  
 کثیر ناموں میں سمجھا جا سکتا ہے جو تقریباً دو سو سے آیت میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ:-

یوم القیمۃ، یوم التغابن، یوم الحق، یوم الآخر، یوم الموعود، یوم الازفہ، یوم عسر  
 یوم عظیم، یوم عصیب، یوم البعث، یوم التلاق، یوم التناد، یوم المحسرہ، یوم الحجج، یوم الح  
 یوم الخروج، یوم الفصل، یوم الدین،  
 النبأ العظیم، الحاقہ، الواقعہ، الطامۃ الکبریٰ، الوعد الحق، امر الیوم، الصاخۃ، الای  
 وغیرہ۔

یہ عقیدہ انسانیت کی ابتداء ہی سے لازم قرار دیا گیا ہے حضرت آدم علیہ السلام پر جو



تائل ہوئی اس میں اسی یوم الحساب کے نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا :-

فاما یا تبینکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلاح  
علیہم ولاہم یحزنون ہ والذین کفروا وکذبوا  
یا اتنا اولئنا اصحاب النار ہم فیہا خالدون  
(بقرہ ۳۸-۳۹)

پس جو آئے گی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پس جو کوئی  
میری ہدایت کی پیروی کرے گا پس ان پر خوف ہوگا نہ وہ  
غمناک ہوں گے اور جو کفر کریں گے اور جھٹلائیں گے میری آیتوں  
کو وہ آگ والے ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام (جن کو آدم ثانی کہا گیا ہے) نے اپنی قوم کو یہ عقیدہ سمجھانے ہوئے فرمایا :-  
واللہ انتکم من الارض بنا تا تم یعیدکم فیہا  
وینجیکم اخراجاً (نوح ۱۸، ۱۷)

اور اللہ ہی نے اگیا تم کو زمین سے خاص طریقہ پر اگانا پھر  
وٹانے گا تم کو اس میں اور نکالے گا اس سے خاص طریقہ پر۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو اعادہ حیات بدنی کا مشاہدہ کرایا گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بامر  
خداوندی چار پرندوں کو پکڑ کر ذبح کے بعد ان کے گوشت بال و پر سب یک جا کر کے پہاڑوں پر رکھنا  
اور ان کو بلانا جس پر ان کا دوڑ کر حاضر خدمت ہو جانا یہ سب اسی عقیدہ احیاء موتی کا ثبوت ہے۔  
فائدہ ۸: یہ قصہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۹ سے تا آیت نمبر ۲۶۰ پر مشتمل ہے۔ اس میں  
چند باتیں بطور حکمت کی ارشاد فرمائیں :-

الف - چار پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا کہ انسان چار اخلاط (ہوا، پانی، آگ، مٹی) سے مرکب ہے۔  
ب - انسان کا بدن تو مٹی سے بنایا مگر روح آسمانی کائنات سمجھی جاتی ہے پرندہ بھی اپنے  
بدنی تقاضے آب و دانہ تو زمین سے حاصل کرتا ہے مگر اس کی بود و باش اور وظیفہ حیات اڑنا اور فی  
زندگی سے متعلق ہے۔

ج - پرندوں کا آواز دینے پر دوڑ کر آنا اس میں بھی یہ حکمت ہے اگر اڑ کر آتے تو شاید کوئی دوسرے  
پرندے متصور کئے جاسکتے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ بھی سورہ بقرہ میں آیت ۲۵۵ و ۲۵۶ میں موجود ہے آپ پر  
ایک سو سال تک موت طاری رہی آپ کا بدن اور لباس وغیرہ اسی طرح محفوظ رہا۔ آپ کا طعام اور

منہج ریلے لایٹ بیان کرتے ہیں پھر اسی کی اپنے الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں کتب کی کتاب کی خاطر ۲۱۰

پانی تک سالم رہا۔ یہ بھی اسی عقیدہ اجیاء موتی کا مشاہدہ کرایا گیا۔

فائدہ :- یہ قصہ حضرت عمرؓ پر علیہ السلام ہی کا ہے۔ حضرت حکیم الامتہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے

بحوالہ روح المعانی فرمایا ہے :-

بروایت حاکم از علی، اور روایت اسحاق بن بشر عن عبد اللہ و عن ابن عباس کہ یہ حضرت عمرؓ پر

علیہ السلام ہیں البتہ شیخ زادہ شارح بیضاوی نے فرمایا کہ معتزلہ کا قول یہ ہے کہ یہ سائل

کافر تھا (نعوذ باللہ)

سورہ بقرہ ہی میں بنی اسرائیل کے گائے ذبح کر کے اس کے بدن کے ایک حصے کو اس مقتول

کے بدن پر مارنے کا ذکر ہے جس کا قاتل معلوم نہ ہوتا تھا جب اس گائے مذبوہہ کے بدن کا کچھ حصہ مقتول

کے بدن پر مارا تو مقتول نے قاتل کا نام بتا دیا کذلک یحیی اللہ الموتی و یریکم ایتہ لعلمکم تعقلون

(بقرہ ۷۳) یوں ہی اللہ مردوں کو زندہ کرے گا اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں تاکہ بات کو سمجھ لو۔

سورہ کہف میں اصحاب کہف کا مفصل تذکرہ موجود ہے کہ وہ اسی غار میں تین سو نو سال تک

سوئے رہے یہ واقعہ خداوند قدوس نے انسانوں کو اس لئے دکھایا کہ :-

وَلَذَٰلِكَ اَعْتَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ تَرٰجِدُ اور اسی طرح خبردار کرو یا ہم نے ان لوگوں کو ان پر تاکہ وہ

حقیق و اِنَّ السَّاعَةَ لَارِیْبَ فِیْهَا جان لیں اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت کے آنے میں

کوئی شک نہیں

(آیت ۲۱)

عقیدہ قیامت کو سمجھانے کے لئے عیسویوں دلائل بطور مشاہدات کے بیان فرمائے جن میں سے

چند درج ہیں۔ ارشاد فرمایا :-

اور اسی اللہ نے پھیجا ہواؤں کو خوشخبری دینے والیاں

اپنی رحمت (بارش) سے آگے یہاں تک کہ جب ہواؤں

اٹھالاتی ہیں وزنی بادل، ہانک کر لے جاتے ہیں ہم مردہ

بستی کے لئے پس اس سے پانی اتارتے ہیں اور اس پانی کی

وہ سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں یوں ہی مردوں کو بھی

۱۔ وہوالذی یرسل الریح بشرأبن یدی رحمته

حتى اذا اقلت سبحا باثقا لاسقندہ لبدی

میت فانتولنا بہ الماء فاجوجنا بہ من

کل الثمرات کذلک نخرج الموتی لعلکم

تذکرون الاعراف ۵

نکالیں گے (یہ تمہیں اس لئے دی) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو

اور اللہ ہی بھیجتا ہے ہواؤں کو پس وہ اٹھالاتی ہیں مادل  
پس ہنک لے جاتے ہیں ہم اس کو مردہ بستی کی طرف پس زندہ  
کرتے ہیں اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد یوں ہی قبروں  
سے اٹھنا ہوگا۔

نکالتا ہے زندہ مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے  
اور زندہ کرتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد اسی طرح تم بھی  
نکالے جاؤ گے۔

بے شک اللہ تعالیٰ چیرنے والا ہے بیج کو اور گٹھلی کو نکالتا  
ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتے والا ہے مردہ کو زندہ  
سے یہ تمہارا اللہ ہے پس تم کہاں بھٹکے ہوئے ہو۔

جس طرح مردہ زمین آسمانی بارش سے زندہ ہو جاتی ہے اور دوسری کائنات کو زندگی بخشتی ہے  
اسی طرح وہ ابدان اور ان کے ذرات جن کو ناقص انسانی علم مردہ سمجھتا ہے یہ بھی وقت معینہ پر  
زندہ ہو جائیں گے جو خداوند قدوس اس بیج کو اور اس گٹھلی کو جو مردہ سمجھا جاتا ہے نہ حس و حرکت  
اور نہ نشوونما ہے مگر وہ زمین سے اگ کرتی اور پودا بن جاتا ہے اور پھر اسی سے بیج ظاہر ہوتے  
ہیں جو بظاہر مردہ ہیں پھر انسان کیوں اچھا بعد الموت کا منکر بن کر شک و وہم کی وادیوں میں  
گم جاتا ہے۔

سورہ الحج میں متعدد اور متنوع دلائل بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا :-

ذٰلِكَ بَانَ اللّٰهُ هُوَ الْحَقُّ وَانَّهُ يَحْيِي الْمَوْتِي وَتَرْجَاهُ  
انہ علیٰ کل شیءٍ قَدِيرٌ وَاِنَّ السَّاعَةَ اَتِيَةٌ  
لَا رَيْبَ فِيهَا وَاِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ  
(آیت ۷۵، ۷۶)

یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہے اور  
وہی زندہ کرے گا مردوں کو اور وہ ہر چیز پر قادر ہے  
اور بیشک قیامت آئیوالی ہے جس میں شک نہیں اور اللہ  
اٹھائے گا قبروں میں دفن ہونے والوں کو۔

اسی طرح انسانی تخلیق کو بیان فرما کر بطور نتیجہ کے فرمایا الیس ذلک بقادر علی ان یحی  
الموتی (القیمة) فرمایا کما ید، انا اول خلق نعیدہ و وعداً علینا انکنا فعلین (الانبیاء)  
اسی طرح انسانی توہمات اور شکوک کا پوری طرح ازالہ کرتے ہوئے بعث بعد الموت کا عقیدہ تفصیلاً بیان  
فرمایا۔ مثلاً یہ شبہ کہ

ء اذا متنا وکنا تراباً ذلک رجح بعید  
تجھد ایاجب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے یہ تو برہے  
اس کا جواب فرمایا:-  
دور کا لوٹنا ہے (یہ ناممکن ہے)

قد علمنا ما تنقص الارض منهم و عندنا  
بے شک ہم جانتے ہیں ان سے جو زمین کم کر دے گی اور  
کتاب حفیظ (ق ۳ و ۴)  
ہمارے پاس نگینان دفتر موجود ہے۔

اس بدنی اعادہ کو اسی شکل و صورت اور اعضاء و جوارح کے ساتھ دوبارہ زندہ کرنے پر اعتراض  
کرتے ہوئے منکرین نے کہا من عمر الذین کفرو ان لن یبعثوا اس کا جواب نہایت ہی  
تاکید سے فرمایا:-

قل بلی و دبی لتبعثن ثم لتبؤن بما  
عملتم و ذلک علی اللہ یسیر  
ترجمہ  
آپ فرمادیں گے ہاں کیوں نہیں مجھے قسم ہے میرے رب کی تم فطر  
اٹھائے جاؤ گے پھر تم کو تمہارے اعمال کی خبر دی جائے  
گی اور یہ بات اللہ پر آسان ہے۔  
(نغابن ۷)

خلاصۃ المرام آنکہ قرآن حکیم نے پوری تفصیل اور تشریح کے ساتھ معاد بدنی کا عقیدہ بیان فرمایا  
اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے فرمایا وبالآخرۃ ہم یوقنون (بقرہ ۷) اور کافر اس کے منکر ہیں  
وبالآخرۃ ہم کافرون (ہود ۱۹) قرآن مجید کا آخری حصہ خصوصیت کے ساتھ قیامت کے  
وقوع اور اس کی علامات ارضی و سماوی کائنات میں رد و بدل وغیر ہا تمام جزئیات کو تفصیل سے بیان  
فرماتا ہے:-

ضروری فائدہ:- عقیدہ قیامت کی ابتدائی منزل حیات قبر ہے جس کو قرآن کریم نے برزخ  
کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے کہ عرفی موت کے بعد وہ بدن اور اس کے واردات و احوال اگرچہ انسانوں کی

نظر سے اوجھل ہوتے ہیں مگر وہ قبر یا اس حیثیت میں جو موت کے بعد ان کو لاحق ہو جاتی ہے اس زندگی میں ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ومن وراءهم برزخ الی یوم یبعثون۔ المومنون ۱۲۱

یوم حشر میں قبروں سے ان کو نکالا جائے گا زندگی ان میں پہلے سے کسی نہ کسی حیثیت سے موجود ہوگی فرمایا کافر جس طرح قیامت کے منکر ہیں۔ اسی طرح وہ حیات برزخی (حیات قبر) کے بھی منکر ہیں اور اس کو مشکل سمجھتے ہیں۔

قد یئسوا من الاخرة کما یئس الکفار من اصحاب القبور (الممتحنہ ۱۳۱)

یہ قیامت کے اس طرح ناامید ہیں جس طرح کافر قبروں والوں سے ناامید ہو گئے (کہ دوبارہ نہ اٹھیں گے)

## قرآنی قصے

قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے قصے بھی آئے ہیں اور کچھ اور قصے بھی بیان فرمائے جیسا کہ اصحاب کہف کا قصہ، کچھ قصے تو تفصیلی طور پر آئے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور کچھ اجمالی طور پر آئے ہیں جیسا کہ الیاس علیہ السلام کا ان سب قصوں میں سے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت یوسف علیہم السلام کے قصے تفصیلاً آئے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ متعدد اور متنوع طریقوں پر آیا ہے۔ عرب میں موجودہ اقوام (یہود و نصاریٰ اور مشرکین) کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اس لئے قرآن حکیم نے توحید، قیامت، احیاء موتی کے عقائد کو بیان کرتے ہوئے جگہ جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات کا تذکرہ فرمایا، اور ساتھ ہی بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر میں حضرت ابراہیم کی اس دعا کو پیش فرمایا جو آپ نے بیت اللہ کی تعمیر پر فرمائی تھی اور جس کا ذکر سورہ بقرہ کی آیت ۱۲۹ میں آیا ہے اور یہ بتایا کہ اب ملت ابراہیمی کا صحیح وہی نقشہ ہے جو سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا

قل انی ہدانی ربی الی صراط مستقیم دینا  
 قیامۃ ابراہیم حنیفا وماکان من المشرکین  
 (الانعام ۱۶۳)

توجہ آپ فرمادیجئے مجھے چلا دیا میرے رب نے سیدھی راہ پر پختہ دین  
 جو ملت ابراہیمی ہے اور ابراہیم مشرکوں سے نہ تھا۔



دوسم :- سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور تسکین ہے کہ انبیاء سابقین پر بھی ایسے واقعات اور حالات آئے جو آپ پر آئے ہیں انجام کار آپ کا مران اور کامیاب ہوں گے۔ فرمایا

وَكَلَّا نَقْضَ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرَّسُلِ مَا تَرَجَّهَ يَه سَارَ قِصَّةِ أَنْبِيَاءِ عَلِيمِ السَّلَامِ كِي خَبْرُونَ كِي هَمَّ أَيْ بِرَبِّيَانِ  
نثبت به فوادك | دہود ۱۲۰ | کرتے ہیں جن سے آپ کے دل کو برقرار رکھتے ہیں۔

سوم :- آپ کی صداقت کی دلیل ہے وہ حالات اور تاریخی واقعات جو کسی کو معلوم نہ تھے پھر آپ کی شان یہ ہے کہ آپ امی ہیں لکھنا پڑھنا نہ جاننے والے صلی اللہ علیہ وسلم ان سب واقعات کو بیان فرما دیا اس دور میں جو تعلیمی دور میں بہت پیچھے تھا یہ آپ کی صداقت کی دلیل ہے چنانچہ نوح علیہ السلام کے حالات آپ نے بتائے۔ آپ نے کس طرح بامر خداوندی کشتی بنائی اور کس طرح طوفان آیا۔ اور قوم کا بیٹھنا فرق ہوا۔ ارشاد فرمایا :-

تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا (هود) ۴۹  
یہ غیب کی خبروں سے تھا جن کی آپ کی طرف ہم نے وحی کی ان کو نہ آپ اور نہ آپ کی قوم سے اس سے پہلے جانتی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بنی اسرائیل کی تاریخ و اخلہ مصر کو بیان کرتی ہے۔ عربوں کو اس کا علم نہ تھا جیسا کہ اس قصہ کے شروع میں فرمایا وان كنت من قبله لمن العافلين اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت اور ان کی تربیت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

ما كنت لديهم اذ يلقون اقلامهم ايهم  
يكفل مریم و ما كنت لديهم اذ يختصمون -  
(ال عمران ۴۲)  
ترجہ آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کا سر پرست بنے اور نہ آپ ان کے پاس تھے جب وہ اس بات میں بحث کر رہے تھے۔

چہارم :- اقوام سابقہ اور خصوصیت بنی اسرائیل نے جو خرافات اور من گھڑت باتیں بنا کر جڑ و دین بنالی تھیں ان کی بھی تردید کی جیسا کہ کفارۃ المسیح کا مسئلہ آگ میں ایام معدودات تک رہنا وغیرہ واقعات میں قطع و برید کیا گیا تھا قرآن مجید نے ان کی حقیقت واضح فرمادی۔ ارشاد فرمایا  
ان هذا القرآن يقص على بنی اسرائیل اکثر ترجمہ بے شک یہ قرآن صحیح طور پر بیان کرتا ہے بنی اسرائیل پر

الذی ہم فیہ یختلفون (النمل ۲۶) اکثر وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالقادر نے فرمایا: "بعضے قصے ان کے ہاں کئی طرح روایت تھے اس میں اسی طرح فرمایا جو صحیح تھا"

سوال :- انبیاء علیہم السلام کے وہ قصے جو قرآن مجید میں آئے ہیں اگر وہ ایک ہی جگہ بیان فرمادئے جاتے تو کیا وہ کافی نہ تھا۔ متفرق سورتوں میں علیحدہ علیحدہ سیاق و سباق کے ساتھ ان کو بیان فرمانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب :- قرآنی قصوں کا مطلب صرف تاریخی حکایات نہیں بلکہ ان کو بطور شہادت اور تعلیم و تبلیغ کے لئے پیش فرمایا اس لئے جہاں جہاں جس شہادت یا دلیل کو پیش کرنا تھا اسے پیش کر دیا گیا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر مبارک کئی آیات اور سورتوں میں آیا ہے مگر اس کا علیحدہ علیحدہ ہر جگہ افادی پہلو ہے جس کا تجزیہ یہ یوں کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ یہودیوں کا یہ زعم تھا کہ وہ انبیاء کی اولاد ہیں ان کو یہ شرف نجات کے لئے کافی ہے کوئی بھی عمل نہ کریں تب بھی ان کی نجات ہو جائے گی اور وہ اولاد یعقوب ہونے کی وجہ سے قابل احترام اور اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں۔ اس کی تردید فرماتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کئے ہوئے عہد کو سورہ بقرہ میں ذکر فرمایا :-

قال ومن ذریئتی قال لا ینال عہدی الظالمین ترجمہ حضرت ابراہیم نے کہا یہ عہد امامت میری اولاد کو بھی دیا جائے فرمایا میرا یہ اقرار ظالموں کو نہیں پہنچتا

یعنی اگر ایک آدمی یا قوم تیری اولاد میں سے ہوگی مگر میری نافرمان ہوگی تو اس کو میرا یہ عہد و اقرار ہرگز فائدہ نہ دے گا۔ وہ میری طرف سے اعزازات خاندان نبوت کی مستحق نہ ہوگی۔

۲۔ سورہ بقرہ ہی کی آیت ۵۸ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرود کے ساتھ بحث و مباحثہ کے سلسلے میں آیا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نور حق سے منور اور مشرف فرمادیتے ہیں وہ تو کفر و شرک شک و وہم کے اندھیروں سے محفوظ رہتا ہے اور جسے نور ہدایت حاصل نہ ہو وہ اس اندھیرے



میں بری طرح پھنس جاتا ہے وہ سادہ اور حقیقی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ فرمایا

قال فان الله ياتي بالشمس من المشرق فات  
بها من المغرب فيبته الذي كفر والله لا  
يهدي القوم الظالمين ۵

(ترجمہ) کہا (ابراہیم علیہ السلام نے) بے شک اللہ تعالیٰ لاتا ہے سورج  
کو مشرق سے پس تو لے آئے مغرب سے پس شکست کھا گیا وہ کافر  
اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم قوم کو۔

اسی طرح سورۃ الانعام میں آپ کا اپنی قوم کے ساتھ ستارے چاند اور سورج کے موضوع  
پر بحث کر کے ان کو دلائل سے لاجواب کر دینے کا ذکر ہے جس کے نتیجے میں فرمایا:-

وتلك حجتنا آتيتها ابراهيم على قومه نرفع  
درجبت من نشاء ان ربك حكيم عليم (۷۳)

(ترجمہ) اور یہ ہماری دلیل تھی جو دی ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر بلند  
کرتے ہیں درجے جس کے چاہیں بے شک تیرا رب حکمت والا  
علم والا ہے۔

۷۳۔ سورہ توبہ میں کفار سے انقطاع تعلقات کی تاکید فرمائی اور مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ تمہارے لئے  
سبب اتحاد اور موودت صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان سے ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس مقاطعہ  
کا ذکر فرمایا جو آپ نے اپنے باپ سے کہا تھا۔ فرمایا:-

فلما تبين له انه عدو لله تبرأ منه ان  
ابراهيم لاواه حليم ۱۱۲

(ترجمہ) پس جب کھل گیا اس کے سامنے کہ وہ (اس کا باپ) اللہ کا دشمن  
ہے تو بیزار ہوا اس سے بے شک ابراہیم انابت کرنے والا  
بمدبار ہے۔

اسی طرح سورہ الانبیاء ۷۳ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں آپ کی زجر مجتہد کا ذکر فرمایا کہ ان  
کی فرمانبرداری اور اپنے خاوند علیہ السلام کی اطاعت کا اجر دنیاوی زندگی میں بھی بیٹے اور پوتے کی بشارت  
دی گئی۔ مگر حضرت کو طے علیہ السلام کی بیوی جو اسی زمانے میں گزری ہے اس کو عذاب میں ہلاک کر دیا گیا کہ وہ  
خاوند کے دینی امور میں خائن تھی۔

۱۔ اسی طرح قرآن مجید میں آنے والے تمام قصوں کو متفرق مقامات پر فوائد کے لئے بیان فرمایا جو  
ان کے مناسب تھے۔

# اقسام القرآن

ہر زبان میں یہ طریقہ تکلم مستعمل ہے کہ کسی مضمون کو جو اہم اور ضروری ہو اس کو قسم کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اسلام سے پہلے عربوں میں یہ طریقہ کلم رائج تھا ان لوگوں کے ہاں بھی کسی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے تین راستے تھے۔ حاکم وقت کا فیصلہ، شہادت اور قسم، زبیر شاعر عرب نے کہا ہے

فان الحق مقطعه ثلاث - یمن او نفا او جلاء

ترجمہ :- بے شک حق کا فیصلہ تین دلیلوں سے ہو سکتا ہے، قسم، یا حاکم کے پاس جانایا شہادت۔

حاکم وقت کے فیصلے کا دار و مدار بھی شہادت یا پھر قسم پر ہوا کرتا ہے شاعر عرب نے کہا ہے

لکل امر واقع احدا، شہادة او حلفته جلواء، به یقوم الارض والسماء وکل شی غیر ذاءعاء

چنانچہ اسلام سے پہلے بھی عرب اپنے دوسرے مبعودات کے علاوہ رب العالمین کی ذات کی بھی قسم کھایا کرتے تھے۔ ارشاد قرآنی ہے :-

واقسموا باللہ جہد ایمانہم لایبعث اللہ  
من یموت (الانعام: ۱۰۹)

ترجمہ

اللہ کے نام کی پٹی قسمیں کھا کر کہتے ہیں اللہ نہ اٹھائے گا اسے جو مر جاتا ہے۔

لات - مناة - عزی - پانی - آسمان - ستاروں - روشنی - اندھیرے وغیرہ کی قسمیں بھی کھایا کرتے تھے

(ایمان الغرب از کاتب م ۵۲۳)

چنانچہ قرآن مجید میں لفظ قسم، یمن، حلف تینوں آئے ہیں۔ قسم کی قدر مشترک میں تو یہ تینوں کلمات برابر ہیں۔ اس لئے بعض جگہ ہم معنی بھی آئے ہیں۔ سورہ المائدہ میں فرمایا ذلک کفارۃ ایسا فکم اذا حلفتم مگر ان کا محل استعمال جدا جدا مفہوم پر دلالت کرتا ہے لفظ قسم جہاں لایا گیا وہاں عموماً مراد اس سے شہادت ہے اور یہی مفہوم نیا وہ طور پر قرآن کریم کی دوسری قسموں میں بھی ہے کیونکہ شہادت کا بدل قسم کو قرار دیا گیا ہے سورہ نور میں لعان کا طریقہ بیان کرتے ہوئے بجائے گوہوں کے چار قسمیں کھانے کا حکم دیا ان قسموں کو لفظ شہادت سے تعبیر فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے :-

قرآنی قصوں کے موضوع پر مولانا حفص الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قصص القرآن جامع اور مفید کتاب ہے

والذین یرعون اذواجہم ولم ینکحوا شہداء  
الا انفسہم نشہادۃ احدہم اربع شہادات  
باللہ انہ لمن الصادقین (ایت ۷۱)

ترجمہ

اور وہ جو تمہارے لگاؤ میں اپنی بیویوں کو نکاح نہیں ہوتے  
کے لئے گواہ مگر صرف سوہ خود ہی تو ان میں سے ہر ایک کی  
شہادت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ  
سچوں میں سے ہے۔

اسی طرح کائنات ارضی اور سماوی بھی وجود خداوند قدوس پر شہادت ہے۔ مصنوع صانع  
پر گواہ ہوتا ہے چنانچہ فرمایا:-

والفجر ولبال عشر والشفع والوتر واللیل  
اذ الیسرہل فی ذلک قسم الذی حجرہ  
(الفجر اتا ۵)

ترجمہ

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور صفت اور طاق کی اور  
رات کی جب وہ چلے بے شک ان میں قسم ہے عقلمندوں  
کے لئے۔

لفظ یمین لفظ یمین کا معنی وایاں ہاتھ ہے عموماً کسی عہد اور معاہدہ کے وقت ہاتھ میں ہاتھ ٹپایا  
جاتا ہے عرب کے مشہور شاعر امرؤ القیس نے کہا ہے  
فقلت یمین اللہ ابرح قاعداً

قرآن کریم میں بھی یہ کلمہ زیادہ تاکید کے مقام پر آیا ہے فرمایا:-

واذ فوالعہد اللہ اذا عاہدتم ولا تنقضوا  
الایمان بعد توکیدھا (التحلۃ ۹۱)

ترجمہ

اور پورا کرو اللہ کے ساتھ کیا ہوا عہد جب عہد کرو اور نہ  
توڑو قسموں کو ان کی پختگی کے بعد۔

معاہدہ کے ضمن میں لفظ یمین فرمایا اور ساتھ ہی اس کی تاکید اور پختگی کو بھی ذکر فرمایا

حلفت کا لفظی معنی ہیں معاہدہ دوسرے کو اعتماد میں لینا ہے۔ دور جاہلیت میں عرب کے بادشاہ  
نعمان بن المنذر کو کسی نے جا کر کہا کہ نابغہ شاعر تیری بیوی پر عاشق ہے تو نابغہ نے اپنی پاک دامنی کو  
پیش کرتے ہوئے کہا:-

حلفت فلم اترک لنفسک ریبۃ ————— ولیس وراء اللہ للمر مذہب

ترجمہ: میں نے اللہ کی قسم کھا کر اپنی پاک دامنی کو بیان کر دیا اب مجھے بھی اس پر یقین کر لینا چاہئے کہ اللہ کا  
نام آجانے کے بعد انسان کے لئے کوئی جائے فرار نہیں۔

”تنبیہ“ دور جاہلیت میں اللہ تعالیٰ کے نام کا غیر مسلم اس قدر احترام اور وقار کرتے تھے اس لئے اللہ کے نام کی قسم کو قابل اعتماد سمجھا جائے۔ قسم کھانے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اسم پاک پر اعتماد رکھے اور قسم دینے والا بھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ ما حلف بالطلاق مومن ولا استخلف به الامنافق (کنوز الحقائق للمناوی ص ۲۷۱) یعنی مومن کی نظر میں اللہ تعالیٰ کا اسم عظیم سب سے زیادہ قابل قدر و احترام ہے اس لئے وہ تو اسی نام پر اکتفا کرے گا اور اگر اس کا مقابل بجائے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے طلاق کی قسم کا مطالبہ کرے جیسا کہ آج کل عام رواج ہے تو وہ بھی منافقوں والا کام کر رہا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے اسم عظیم پر اعتماد نہیں رہا۔“

(فائدہ) قرآن مجید حلف کا ذکر ان ہی مقامات پر آیا ہے جہاں قسم کھانے والے نے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے جس کو اصطلاح قرآنی میں منافق اعتقاد دی کہا جاتا ہے چنانچہ تَخْلُفُنَّ کا کلمہ پل میں اور یخلفون کا کلمہ پ ۱۰ و ۱۱ اور ۲۸ میں آیا ہے اور ان سب آیات میں منافقوں ہی کے تذکرہ میں آیا ہے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاف کی بات پر اعتماد نہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ ولا قطع کل حلاف مہین دن (۷۱) زیادہ قسمیں کھانے والے دلیل پر اعتماد نہ کیجئے۔

حروف قسم قرآن حکیم میں خداوند قدوس نے قسم کا کلمہ اکثر مقامات پر ارشاد فرمایا ہے مگر بعض مقامات پر دوسرے حروف کو بھی ارشاد فرمایا جن سے مراد قسم ہے جیسا کہ حشر اجساد کو تاکید کے ساتھ فرمایا۔

قل ای و ربی انہ لحق (یونس ۵۷)	ترجمہ آپ کہہ دیجئے ہاں اور قسم ہے میرے رب کی یہ قیامت حق ہے
قل بلی و ربی لتبعثن (تغابن ۷)	آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تم ضرور اٹھائے جاؤ گے
قل بلی و ربی لتاتینکم (سباء ۳)	آپ کہہ دیجئے ہاں کیوں نہیں مجھے قسم ہے اپنے رب کی وہ ضرور تم پر آئے گی۔

عربی زبان میں حروف قسم تین ہیں واو، تا اور باء قرآن مجید میں ان تینوں کا ذکر ہے۔ فرمایا۔

یس۔ والقراں الحکیم انک لمن المرسلین ہ ترجمہ :- اے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حکمت و قرآن کی قسم آپ رسول ہیں

یہ آیت حروف مقطعات میں سے نہیں بلکہ یہ جملہ ہے یا حرف نما اور اس سے مراد سید سردار ہے جس کا مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چونکہ سید الحروف ہے اس لئے سید الانس صلی اللہ علیہ وسلم کو سید الحروف سے پکارا۔

قالوا تالله تفتاء تذکر یوسف (۲۵) براور ان یوسف نے کہا اللہ کی قسم تو یوسف کو یاد ہی کرتا رہے گا  
 فائدہ۔ تا کا حرف صرف اللہ ہی کے اسم پاک میں آتا ہے اور کسی پر نہیں آتا۔ تا کا حرف قسم کے  
 طور پر قرآن مجید میں آیا ہے قال فبعن تک لاغونہم اجمعین (ص ۲۱) کہا ابلیس نے تیری عزت کی قسم میں  
 ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر... لاہر کا حرف بھی قسم کے لئے آیا ہے اور وہ صرف سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی حیات مبارکہ کی قسم ہے۔ ارشاد قرآنی ہے:-

لعمرك انہم لفي سكرتهم يعمهون (الحجر ۱۷) آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔  
 ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ لعرك لعيشك فرمایا ہے  
 (بخاری کتاب التفسیر) حضرت شاہ عبدالقادر نے ترجمہ فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ حضرت کو فرماتا ہے قسم ہے تیری  
 جان کی

حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ یہ بھی سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی سوائے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے (ابیان ص ۲۲۹) علامہ  
 ابن قیم نے اس موضوع اقسام القرآن پر مستقل کتاب تحریر فرمائی اسی میں تصریح فرمائی کہ:-  
 تمام علمائے سلف کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں سید و عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ  
 کی قسم ہے۔ البتہ معتزلہ اور ان کے پیرو (جو ہر اس آیت کی تحریف معنوی کرنے کا نام تفسیر رکھتے ہیں جس سے  
 سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و ادب ظاہر ہوتا ہو) اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ یہ فرشتوں  
 کلام ہے اور اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام ہیں (زمعشری) آج کل کے بعض متفرد لوگوں نے کہا  
 یہ جملہ دعائیہ ہے۔

سَبَّأَ الْعِلْمَ كَا كَلِمَةٍ بَعِي قَسْمِ كَلِمَةٍ قَاضِي بَيْضَاوِي نِي فَرَمَا يَهِي كِي قِسْمِ كِي سَبَّ جَلُولِ سِي زِيَادِ  
 موکہ قسم ہے۔

لَقَدْ فِي هِي لَامِ مَوَطَّةٍ لِّلْقِسْمِ هِي يِعْنِي لَقَدْ كَا تَرْجَمِي بَعِي مَجْهِي قِسْمِ هِي هُوَا۔  
 فائدہ۔ قرآن مجید میں سات مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ عظیم کی قسمیں کھائی ہیں اور باقی مقامات پر

اپنی مخلوقات کی قسم کھائی ہے جیسا کہ فرمایا والتین والزمیتون تو یہاں لفظ رب مخروف ہے۔  
 ورت الزمیتون سے شرح کی جائے گی اور یہ اس لئے قسم کھائی گئی کہ عرب ان کا احترام کرتے  
 تھے۔ ایک قسم عمومی اشیاء کی بھی کھائی ہے فرمایا:-

فلا اقسام بما تبصرون وما لا تبصرون (الحاقہ ۱۳) پس میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جو تم دیکھتے ہو اور ان  
 کی بھی جو تم نہیں دیکھتے۔

فائدہ۔ بعض آیات میں قسم سے پہلے لا کا حرف بھی آیا جس کو بعض علماء تفسیر نے زیادہ قرار دیا اور  
 معنی یہ فرمایا کہ میں قسم کھاتا ہوں۔ لیکن یہ لا مخاطب کے ذہن میں موجود ہونے والے شہ کو دور کرنے  
 کے لئے لایا جاتا ہے اور پھر اس پر قسم کھا کر مضمون کو محقق کیا جاتا ہے فرمایا:-

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم (الآیات النساء ۶۵)

یعنی جو بات ان کے ذہنوں میں موجود ہے کہ آپ پر صرف زبانی طور سے اقرار ایمان ہی کافی ہے یہ بات  
 درست نہیں مجھے تیرے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کو حکم فرما ان  
 لیں الخ

فائدہ! اکثر جگہ قسم کا جواب ساتھ ہی موجود ہے جیسا کہ فرمایا لیس والقراں الحکیم انک لمن  
 المرسلین، اور بعض جگہ جواب قسم کے بعد میں آتا ہے جیسا کہ فرمایا ص والقراں ذی الذکر مگر اس  
 کا جواب قسم آیت ۷۱ میں فرمایا:-

کم اهلکتنا من قبلهم من قرون اب عبارت یوں ہوگی والقراں ذی الذکر لنهلکن  
 اعداءک (اشارہ ۱۷)

فائدہ! مقسم بہ کا تعلق قسم کے مضمون کے ساتھ دلیل اور شہادت کا تعلق بھی ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا  
 والضحیٰ واللیل اذ سبحی ما ودعک ربک وما قلی (الضحیٰ ۳) (توجہ) قسم ہے دوپہر کی اور رات کی جب  
 وہ چھا جائے نہ چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے اور نہ ناراض ہوا۔ یعنی جس طرح دوپہر کو سورج کی روشنی اور تار یک رات  
 کی تاریکی میں کوئی شبہ نہیں کر سکتا اسی طرح آپ کی نبوت اور رسالت اور دربار خداوندی میں قبولیت تانا

امثال میں لکھی ہوئی موضوع کی اہمیت بیان کی ہے کہ اس میں سے کلمہ کلمہ سے کلمہ کلمہ سے  
 لہجہ کس کا ذکر مع سنین و فاسد ۲۲۳ کتاب

اور کامیابی کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اور جیسا کہ فرمایا والعُدیت ضباً فاملوریت قدحاً فاملغیز  
 صبأ الی آرا الانسان لوبہ لکنود۔ ان آیات میں گھوڑوں کے مختلف حالات اور ان کی چالوں کی قسم  
 کھائی پھر جواب قسم میں یہ فرمایا ان الانسان لوبہ لکنود انسان کو تبلیغ کے ساتھ تھکر لیں اور تنبیہ  
 کی گئی کہ وہ گھوڑا جو اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جس کا مجازی مالک انسان کو بنایا گیا، وہ گھوڑا اس مجازی  
 مالک کے حکم پر اس قدر خطرناک مقامات میں گھس کر اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ اس جذبہ اطاعت اور  
 جان نثاری سے انسان کو سبق حاصل کرنا چاہئے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہو کر اپنے رب کا کس قدر نافرمان اور معاند ہے۔

## امثال القرآن

قرآن کریم انسانوں کی ہدایت کے لئے خداوند حکیم نے نازل فرمایا اس لئے اس میں اسلوب بیان کے  
 سلسلے میں وہ طریق خطاب بھی موجود ہے جس سے متکلم مخاطب کو زور و فہمی کے طریقہ پر سمجھایا جلتا ہے اس چیز کے حسن  
 اور قبیح کو مثال ہی کے ذریعہ زیادہ واضح کیا جاتا ہے قرآن حکیم میں امثال کو بیان فرمایا اس لئے قرآنیات کے  
 طالب علم کے لئے امثال القرآن کا سمجھنا ضروری ہے علمائے تفسیر نے اپنی اپنی تفاسیر میں امثال پر تفسیر حاصل  
 تبصرہ کرنے کے علاوہ مستقل اور علیحدہ کتابیں بھی تحریر فرمائی ہیں جن میں سے شیخ محمد بن حسین سلیمی نیشاپوری  
 م ۱۰۵۰ھ علی بن محمد اوروی شافعی م ۱۰۵۰ھ اور شیخ شمس الدین بن قسیم ابو حزیہ م ۱۰۵۰ھ کی امثال القرآن  
 قابل استناد ہیں، قرآن کریم نے خود ہی ضرب الامثال کی حکمت بیان فرمادی :-

وتلك الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون (الحشر ۲۱)

(ترجمہ) اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ فکر کریں

ولقد ضربنا للناس في هذا القرآن من كل مثل لعلهم يتذكرون (الزمر ۲۷)

(ترجمہ) اور بے شک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر مثال بیان کر دی تاکہ نصیحت حاصل کریں۔

مگر امثال کو سمجھنے کے لئے قواعد کا جاننا ضروری ہے جو تشبیہ اور مجاز کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔  
 قرآن حکیم ہی کا ارشاد گرامی ہے۔ (العنکبوت ۲۷)

بہاؤ الدین زکریا کی قرآن مجید میں اس آیت پر جو اعتراض ہے اس کے لئے کہ میں ان کا بھی  
 بیان کرتا ہوں

اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے اور ان کو عالم ہی  
 سمجھ سکتے ہیں۔

وتلك الامثال فضر بها للناس وما يعقلها الا  
 العالمون

جہلا اور دین کے معاندین نے قرآنی امثال پر اعتراض کیا تو قرآن مجید نے امثال کی حکمت اور ان کے فوائد  
 بیان فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نہیں رکنا اس بات سے کہ بیان کرے کوئی بھی مثال  
 چھری یا اس سے زیادہ کی۔ پس وہ لوگ جو ایمان لائے وہ تو  
 جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کافر ہیں وہ  
 کہتے ہیں کیا چاہا اللہ نے اس کو مثال دے کہ گمراہ رکھتا ہے اللہ  
 اس کے ساتھ بہت کو اور ہدایت دیتا ہے بہتوں کو۔

ان اللہ لا يستحي ان يضرب مثلا ما بعوضة  
 فما فوقها فاما الذين امنوا فيعلمون انه الحق  
 من ربهم واما الذين كفروا فيقولون ماذا  
 اراد الله بهذا مثلا يضل به كثير او يهدي  
 به كثيرا (بقرہ ۲۶)

یعنی بعض مسائل کو سمجھانے کے لئے تمثیل اور امثال کا بیان کرنا ضروری ہے اس پر اعتراض کرنے والے  
 اور ان کو غیر مناسب کہنے والے کافر اور اعتقادی منافق ہیں جیسا کہ سورہ المدثر آیت ۳۱ میں فرمایا:-

اور تاکہ کہیں وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور کافر بھی کیا چاہا  
 اللہ تعالیٰ نے اس کو مثال دے کہ لوگوں ہی گمراہ کرے اللہ تعالیٰ  
 جس کو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

وليقول الذين في قلوبهم مرض والكافرون ماذا  
 اراد الله بهذا مثلا كذلك يضل الله من  
 يشاء

قرآن کریم میں یہ کلمہ مثل، مثل، مثلات اور کاف مثل اور مثل بھی آیا ہے امام لغت قرآن امام رغب  
 نے کہا ہے کہ مثل کا کلمہ قرآن مجید میں تشبیہ کے لئے آیا ہے تاکہ ایک قول سے دوسرے کی وضاحت کی جائے  
 فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کلمہ کی مثال اس پاکیزہ پودے کی بیان  
 فرمائی جس کی جڑ زمین میں اور ٹہنی آسمان میں ہے اور گندی بتا  
 کی مثال اس گندے پودے کی ہے جسے اکھاڑ لیا گیا زمین  
 کے اوپر سے نہیں اس کے لئے ٹھہرنا۔

مثلا كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت و  
 فرعها في السماء..... ومثل كلمة خبيثة  
 كشجرة خبيثة اجتثت من فوق الارض ما لها  
 من قرار (ابراہیم از ۲۴ تا ۲۶)



کلمہ طیبہ کی مثال بقاء اور دوام میں انسانی دست برد سے محفوظ رہنے میں شجرہ طیبہ کھجور کے پودے کی ہے اور کلمہ خبیثہ کی مثال فنا اور عارضی وجود، ذلت اور خسرت میں جھاؤ اور جھاڑی جیسی ہے اور اس کا دوسرا معنی عبرت بھی ہے جیسا کہ سورہ زخرف میں اقوام سابقہ کی تباہی اور بربادی کے متعلق فرمایا فجدنا ہم سلفاً ومثلاً للاخرین۔ زخرف ۵۶۔

اس لفظ کا تیسرا معنی صورت اور کیفیت کا بیان کرنا بھی ہے فرمایا مثل الجنة التي وعد المتقون (محمد ۵۸) سورہ محمد آیت ۲۱ میں فرمایا كذلك يضرب الله للناس امثالهم (ترجمہ) یونہی اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے ان کے احوال بہی معنی قرآن کریم کی آیت ولله المثل الاعلیٰ فی السماوات والارض (روم ۲۷) کا ہے کہ اللہ کی شان اور حقیقت آسمانوں اور زمین میں سے بالا اور بلند ہے۔ مثلاًت مثلاً کی جمع ہے اس کا معنی اشباہ اور امثال آتا ہے۔ لفظ مثل کا متبادر استعمال عزت اور شرافت کے لئے بھی آتا ہے اور اسی معنی سے قرآن کریم کا ارشاد بطریقکم امثالی (طہ ۶۳) بھی ہے مثالی اسم تفضیل کا صیغہ ہے اس کا مذکر مثل آتا ہے۔

قرآن کریم میں جو امثال بیان فرمائی ہیں ان کی حکمت اطاعت کی طرف ترغیب اور نافرمانی سے نفرت کا پیدا کرنا ہے۔ نیک اعمال میں سے انفاق فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب کے بڑھنے کی مثال سورہ بقرہ آیت ۲۶۱ میں فرمائی مثل حبۃ اہنت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائة حبه ایک بیج سے ستر سو دانے نکل سکتے ہیں اسی طرح صدقات کا اجر کئی گنا بڑھتا رہتا ہے۔ کافروں کے اعمال کی بے ثباتی اور بے نتیجہ ہونے کی مثال فرمائی۔ والذین کفروا اعمالہم کرماد انشددت بہ السریح (ابراہیم ۱۸) جس طرح لاکھ جو ویسے بھی اڑ جاتی ہے پھر جب کہ وہ سخت آندھی کا شکار ہو جائے تو اس کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ خلاصہ یہ کہ امثال کے بیان کرنے کی حکمت مندرجہ ذیل چھ باتیں ہیں:-

(۱) نیکی کی ترغیب (۲) بدی سے نفرت (۳) مدح (۴) مذمت جیسا کہ کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کی مثالیں گزر چکی ہیں (۵) اعمال پر ملامت (۶) تنبیہ (کتاب الاشارة ص ۲۱۷)

فوائد (۱) قرآن کریم اکثر واقعات کو لفظ مثل کے ساتھ تعبیر فرمایا تو وہ عبرت کے لئے ہے نہ کہ

تشبیہ اور مماثلت کے لئے جیسا کہ فرمایا ہے۔

واضربلہم مثلاً صاحب القریۃ (یس ۱۳) (ترجمہ) ان کے لئے بیان کیجئے بستی والوں کا قصہ عبرت کے لئے  
 ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امراة نوح وامراة  
 لوط..... وضرب اللہ مثلاً للذین امنوا امراة  
 فرعون (الایات عناء و...)  
 اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی مثال (نمونہ) کافروں کا نوح اور لوط علیہم السلام  
 کی بیویوں کی..... اور بیان فرمائی اللہ تعالیٰ نے مثال (نمونہ)  
 مومنوں کا فرعون کی بیوی کو۔

ان آیات میں لفظ مثل سے مراد نمونہ لیا جائے گا کہ اگر مومن دیکھتا ہو تو امراة فرعون کو دیکھو اور  
 کافر دیکھتا ہو تو امراة لوط کو دیکھو۔ کفر کے اس قدر غلبہ اور احاطہ کے باوجود دل نور ایمان سے مشرف اور  
 دوسری عورت کا دل دینی اور ایمانی برکات کے مرکز میں بھی کفر کا شکار۔

۲۔ تشبیہ کی حکمت ترغیب اور ترہیب ہی ہوتی ہے اس لئے ضروری نہیں کہ مشہہ کی تمام کیفیات  
 سے مخاطب واقف ہو جیسا کہ اردو میں کسی چیز کے نہ پائے جانے کو عنقا سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ عنقا  
 کسی نے دیکھا ہی نہیں۔ قرآن مجید میں ایسی تشبیہات بھی موجود ہیں جیسا کہ حوروں کی آنکھ کو بعض مکنون  
 شتر مرغ کے آنکھوں سے تشبیہ دی حالانکہ عرب ان کی پوری حقیقت سے ناواقف تھے یا جیسا کہ دوزخ  
 کے پھل زقوم کو روس الشیاطین سے تشبیہ دی حالانکہ شیطان کے سر سے قرآن مجید کے مخاطب  
 اولین ناواقف تھے۔ امام لغت ابو عبیدہ م ۸۸ھ سے ہارون الرشید کی علمی مجلس میں یہی سوال کیا گیا تو  
 آپ نے جواب میں فرمایا کہ ان امثال اور تشبیہات سے مقصد ترغیب یا ترہیب ہے جیسا کہ مشہہ شاعر  
 عرب نے نیزوں کو غول کے نوک اردانتوں سے تشبیہ دی ہے حالانکہ بعض ارباب لغت نے یہاں تک  
 لکھ دیا ہے کہ غول کوئی جانور ہے ہی نہیں۔

۳۔ ضرب الامثال میں ملحوظ وجہ تشبیہ ہی ہو کرتا ہے۔ اس مثال اور تشبیہ کو اس وجہ تشبیہ پر مبنی  
 رکھا جائے جیسا کہ عالم بے عمل کی مثال میں گرھے کی مثال دی جس پر کتابیں لادی ہوں تو پہاں وجہ  
 تشبیہ علم پر عمل نہ کرنا ہے۔ یہ معنی نہ لیا جائے گا کہ گرھا طاقتور ہے جو چھ اٹھاتا ہے یہ تو اس کی اچھی  
 صفت ہے اسی فائدے کے لئے آیات کے آخری کلمات کو ساتھ ملایا جائے جیسا کہ اسی مثال کے آخر

میں فرمایا بنس مثل القوم الذین کنوا یا ایة اللہ (جمہتہ) یا نفس پرست اور خواہشات  
 نفسانی کے پیروکار کی تشبیہ کتے کے ساتھ دی تو اس میں وجہ تشبیہ کتے کی وہ صفات مذمومہ ہیں جو باعث  
 نفرت ہیں ورنہ کتے میں کچھ اچھے اوصاف بھی ہیں وفاداری جفاکشی وغیرہا۔ اس لئے اسی آیت  
 کے آخر میں فرمایا:۔ ذلک مثل القوم الذین کنوا یا ایة اللہ (اعراف ۷۷)  
 ۴۔ قرآن کریم کی امثال دونوں معانی کے لئے آتی ہیں بطور عبرت کے کوئی واقعہ اور پائے وضاحت  
 قیامت یا حسن و خوبی، اس لئے ترجمہ کرتے وقت ان تمام فوائد کا لحاظ ضروری ہے۔

## محاورات القرآن

جس طرح ترجمہ اور تفسیر کے لئے امثال اور تشبیہات کا جاننا ضروری ہے اسی طرح محاورات القرآن  
 کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اس قاعدہ کو سمجھنے سے پہلے یہ بات ملحوظ رہے کہ قرآن کریم کے اولین مخاطب  
 عرب تھے۔ اس لئے قرآن مجید میں زیادہ طور پر ان ہی اشیاء کو پیش فرمایا جیسا کہ سب پھلوں کا پیدا کرنے والا  
 اللہ تعالیٰ ہی ہے اور سب پھلوں میں خداوند قدوس کی صفت صالح جلوہ نما ہے۔ اس لئے اجمالی طور  
 پر لفظ شہر ہی ارشاد فرمایا۔ افضوا الی ثمرہ اذا اثمر (الانعام ۹۹) لیکن جیب پھلوں کی تشریح  
 فرمائی تو صرف رمان (انار)، عنب (انگور)، نخیل (کھجور) کو ذکر فرمایا۔ بلکہ کچھ ایسے پھل بھی ذکر فرمادئے  
 جن سے بعض دوسرے ممالک کے لوگ ناواقف تھے جیسا کہ تلمین اور زیتون۔

(ب) اسی طرح سارے چار پائے خداوند قدوس کی مخلوق ہیں اور اس کی صفت خالقیت کی دلیل  
 جیسا کہ فرمایا وانکم فی الانعام لبعبرۃ (النحل ۶۶) مگر تفصیلی مشاہدہ کے لئے اونٹ کو پیش فرمایا  
 افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت (الغاشیہ ۷۷)

ج۔ سواری اور بار برداری کے لئے سب مناسب حیوانات عطیہ خداوندی ہیں فرمایا:۔  
 وذلنہا لہم فہنہا رکو بہم ومنہا یا کلون (یس ۷۲) لیکن تفصیلی مشاہدہ کے لئے  
 ان ہی چار پایوں کو پیش فرمایا جن سے قرآن کے اولین مخاطب عرب مانوس تھے فرمایا۔ والنخیل والبعال

## والحمیر (النحل ۹)

(۵) پیلٹس کے لئے دنیا میں اور بھی آلات موجود تھے مگر قرآن کریم کے اولین مخاطب جن آکات سے متعارف اور شناسا تھے وہ قوس، ریح، سطر، ذراع، یاع تھے اس لئے شب معراج قرب نبوت کو یوں ذکر فرمایا۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ (النجم ۹)

(۵) کسی چیز کی حسنت اور قلت کو اور الفاظ سے بھی ذکر کیا جاسکتا ہے مگر عرب جن الفاظ سے شناسا تھے ان کو ذکر فرمایا۔ جیسا کہ قطمیر (فاطر ۱۳) کھجور کی گٹھلی کی جھلی اور نقمیر (النساء ۵۳) وہ گڑھا جو کھجور کی گٹھلی میں ہوتا ہے۔ قلیل (النساء ۶۹) کھجور کی گٹھلی میں ایک دھاگہ ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں عربوں کے ہاں بڑی شہس اور ردی تھیں۔ اس لئے مشرکوں کے بنائے ہوئے شریکوں کی بے اختیاری کو بیان فرمایا کہ وہ اس قدر معمولی چیز کے بھی مالک نہیں۔ اسی طرح عربوں میں فواق اس وقفے اور مہلت کو کہا جاتا ہے جو دو دو دھتے دھتے وقت تھنوں سے دو دو نکالتے ہوئے ہوتی ہے سورہ ص ۵۱ میں قیامت کے آنے پر کسی مہلت کے نہ ملنے کو یوں ذکر فرمایا وما ینظر ہولاء الا صیۃ واحدة مالہا من فواق۔

(۶) علیٰ ہذا القیاس نزول قرآن مجید کے وقت عرب میں جو دوسری اقوام آباد تھیں ان کے محاورات کو بھی تفہیم کے لئے ذکر فرمایا ہے۔ ان کا لحاظ بھی ضروری ہے۔  
ذیل میں ایک جامع اور مختصر فہرست اسی عنوان کی تشریح میں دی جاتی ہے۔

ارشادات قرآنی	محل ذکر	ترجمہ	خلاصہ مطلب
لو یجر الف سنۃ	بقرہ ۹۶	کاش اس کی عمر سزا برس ہو جائے	مجوسیوں کا شاہی سلام یہ ہوتا تھا عشاء الف نوروز اور حبیب کوئی مجوسی چھینکتا تو دوسرا اس کو یوں کہتا عشاء الف سنۃ
صبغة اللہ	بقرہ ۱۳۸	ڈھونڈو اللہ کا رنگ	عیسائی بچے کی پیلٹس پر اس کو زعفرانی پانی سے غسل دیا کرتے ہیں قرآن نے اس رسم کو چھوڑنے کا حکم فرمایا

<p>فی بطونہم محاورہ ہے پریٹ بھر کر کھانے کا۔</p>	<p>وہ پیٹ بھر کر آگ کھاتے ہیں</p>	<p>بقرہ ۱۶۲</p>	<p>مایا کلون فی بطونہم الا اناس</p>
<p>عربوں کے ہاں ساہرا عدد ہے اس لئے آٹھویں پر دو زیادہ کی جاتی ہے مطلب سات سے کثرت اجرو ثواب ہے۔</p>	<p>اس بیج کی طرح جو آگائے ساہرا ہیں</p>	<p>بقرہ ۲۴۱</p>	<p>مکث حبة انبت سبع سنابل</p>
<p>اس سے مراد غصے کا اظہار ہے اسی کیساتھ قتل موتوا بغضکم فرمایا یہ تعلق بالمحال ہے</p>	<p>تم پر انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں</p>	<p>آل عمران ۱۱۹</p>	<p>عَضُّوا عَلَیْكُمْ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغِیْظِ</p>
<p>یعنی خواہشات نفسانی کی پیروی میں ذلیل ہو کر زمین پکڑنی اور منہ پر مٹی ڈال لی۔</p>	<p>لیکن وہ زمین کی طرف مائل ہو گیا</p>	<p>اعراف ۱۶۶</p>	<p>حَتَّىٰ یَلِجَ الْجَحْلُ فِی سَمْرِ الْجَنَاتِ</p>
<p>سقط فی ید فلان ایشیانی اور زنا مرت کے وقت کہا جاتا ہے جب باد بانی کشتی کا باد بان پھٹ جائے تو ملاح بے بس ہو جاتا ہے یعنی تمہاری حالت ناقابل اصلاح ہو جائے گی۔</p>	<p>اور جب وہ پشیمان ہوئے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی</p>	<p>اعراف ۱۲۹ انفال ۲۶</p>	<p>وَمَا سَقَطَ فِی اَیْدِیْہِمْ وَتَذٰہِبَ رِجَالِہِمْ</p>
<p>اس سے مراد یا تو اعمال ہیں جیسا کہ کہا گیا قدرت ایدیکم اور یا اس سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہے۔</p>	<p>ان کے لئے سچائی کا قدم ہے ان کے رکے ہیں۔</p>	<p>یونس ۱۰</p>	<p>اِنَّہُمْ قَدِمُ صَدَقِ عِنْدَ رَبِّہُمْ</p>
<p>ہمیشہ کے معنی میں آیا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ما اختلف اللیل والنہار</p>	<p>جب تک زمین و آسمان رہیں گے</p>	<p>ہود ۱۰</p>	<p>وَادَامَتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ</p>
<p>یہ مثال مشرک کی ہے</p>	<p>اس آدمی کی طرح جو ہاتھ لمبے کرے پانی کی طرف تاکہ منہ پہنچا سکے</p>	<p>طہ ۱۲</p>	<p>لَا کِبٰسَ طَکْفِیْہِ اِلٰی مَآءٍ لِّیَبْلُغَ فَاہَ</p>

فردوا بديهم في افوا هم	ابراہیم ۹	سو کافروں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دے دئے	یعنی جس بات کا حکم دیا گیا اس پر عمل کرنے سے رک گئے
فخرنا عليهم السقف من فوقهم	النحل ۲۶	پس گر پڑا ان پر چھت اوپر سے	یعنی کامل طور پر ہلاک ہو گئے
ثاني عطفه	الحج ۹	پھیرنے والا اپنے پہلو کا	پہلو تہی کرنے والا، لا پرواہی کرنے والا
يوم يعرض الظالم على يديه	الفرقان ۲۴	جس دن کاٹے گا ظالم اپنے دونوں ہاتھوں پر	اپنے ہاتھوں کو غصے سے کاٹنا مراد دی اور ناکامی کا اظہار
انه لحنى مثل ما انكم تنطقون	الذاريات ۲۷	یہ بات اس طرح تھی جس طرح تم بولتے ہو	ایک آدمی جب بولتا ہے اس کو اپنی کلام پر یقین ہوتا ہے کہ وہ بول رہا ہے۔
فما بكت عليهم السماء والارض	الذخاں ۲۹	نہ رویاں پر آسمان اور زمین	ان کی ہلاکت پر کسی کو صدمہ نہ ہوا
وان يكاد الذين كفروا ليزلقونك بابصارهم	الذخاں ۵	اور قریب ہیں کافر کہ حملہ کریں آپ پر اپنی آنکھوں سے	یہ بھی غصے اور غضب کے ساتھ دیکھنے کا کنایہ اور محاورہ ہے۔
سنفرح لكم ايها الثقلاء	الرحمن ۳۱	اے انسانو اور جنو ہم تمہارے لئے فارغ ہو جائیں گے	اللہ تعالیٰ فارغ ہی فارغ ہے یہ محاورہ ہے لا تفرغوا لک کہا جاتا ہے۔
سنسمد على الخراطيم يوم يكشف عن ساق	القلم ۷۲	ہم داغ دیں گے اس کی ناک پر جس دن پیڈلی کو کھولا جائے گا	ناک پر داغ اشارہ ہے ذلت کا محاورہ میں ناک کٹنا کہا جاتا ہے پیڈلی کا ننگا کرنا محنت اور مصروفیت کے لئے محاورہ ہے یعنی وہ دن سخت محنت اور مشقت کا ہوگا۔
حالة الخطب	الب ۷۴	اٹھانے والی ایندھن کو	اس کا معنی چغل خور بھی لیا گیا ہے جیسے کہا جاتا ہے چل پر تیل ڈالا

علیٰ ہذا القیاس سورہ المائدہ آیت ۴۰ میں ایک واقعہ کا ذکر ہے جس میں عیسائیوں سے قسم لی گئی تھی ارشاد فرمایا تجسونا من بعد الصلوة اس نماز سے مراد بالتفاق مفسرین عصر کی نماز ہے چونکہ یہود و نصاریٰ کے ہاں طلوع شمس اور غروب شمس دونوں وقت باعزت اور مقدس ہیں اس لئے ان کے عندیہ کے مطابق اس وقت میں ان کی قسم لی گئی (رق ۱۷۸) مقصد یہ ہے کہ قرآنی آیات کا ترجمہ اور تفسیر کرتے وقت ان محاورات کا لحاظ ضروری ہے جو عرب اپنی بولی میں بولا کرتے تھے۔ فہرست بالا میں صرف چند مقامات کا ذکر ہے (قرآن مجید ایسی بلیغ اور فصیح کتاب ہے کہ اس کا مقابلہ کرنے سے ساری دنیا کے فصحاء اور بلیغ لوگ عاجز ہیں) ایک فرانسیسی ادیب نے لکھا ہے کہ ارشاد قرآنی ہل من مزید (رق ۳۳) پر میں نے کافی غور و تدبر کیا کہ اس کا بدل لایا جاسکے مگر مجھے ماننا پڑا کہ اس کا بدل کوئی جملہ نہیں ہو سکتا۔ عربی زبان کے مشہور ادیب عبداللہ بن المقفع (مقتول ۱۷۲ھ) نے قرآنی ارشادات کا معارفہ کیا مگر جب ارشاد قرآنی وَفَارَ التَّنُورَ رَالِیْمُونُ (۲۶) تک پہنچا تو آخر ضد اور عناد چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ اور وہ سب لکھا ہوا مضمون پھاڑ ڈالا۔ (المشوق ۱۶۸)

اسی طرح کلام حکیم میں بعض جگہ عام انسانی بصیرت اور مشاہدہ کے مطابق کلام فرمایا اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ حقیقت یونہی ہے بلکہ عام انسانوں کے ہاں ان کے ادراک اور بصیرت میں یوں محسوس ہوتا ہے اس لئے اسے ادا اور طرز پر ذکر فرمایا۔ جیسا کہ سورج کے متعلق فرمایا وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ... إِذَا غَرَبَتْ (سورہ کہف ۷۵) سورج کا طلوع اور غروب ہر مقام اور ہر جگہ کے انسانوں کی بصارت کے پیش نظر ہے ورنہ سورج تو ہر وقت اپنی منزل کو طے کرتا رہتا ہے۔ ہم کہتے ہیں سورج ڈوب گیا یعنی ہماری نظروں سے چھپ گیا۔ ورنہ وہ تو اپنے مستقر میں گردش کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح چاند کے متعلق فرمایا حتیٰ عاد کالعرجون القدیم (دیس ۲۹) چاند کم ہوتے ہوتے پرائی لہٹی کی طرح ہو گیا۔ یعنی ابتدائی تاریخوں میں ہلال کی شکل یوں ہی ہوتی ہے اور پھر آخری ایام میں زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ تو یہ ہماری دید و دانش کے اعتبار سے ہے ورنہ چاند تو اپنے وجود میں اسی طرح رہتا ہے سورج کے مقابلہ پر روشنی کی کمی بیشی نہیں نظر آجاتی ہے اسی طرح فرمایا یخافون ربہم من فوقہم (النحل ۷۵) رب کے

بعض لغتوں میں اس موضوع کی کیا تعبیر ہے اس کی کو بیان کرنے میں کلمہ مشاؤون  
 کے آٹھ مولوں کی مدد سے اس پر بحث کی گئی ہے ۲۳۲

تو ہر جگہ ہے اوپر کی کیا تخصیص۔ چونکہ انسانی نظر اور عقیدہ میں بلندی کی بہت عزت اور عظمت کی بہت ہے  
 جسے عزت دی جاتی ہے اسی بلند نشست پر بٹھایا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے متعلق انسان کے دل  
 میں عظمت بلندی کا تصور پیش کرتی ہے۔ ورنہ وہ تو ہر جگہ ہو جکی شئی محیط (حم السجدہ ۵۷) وھو  
 معکم اینما کنتم (غیر آیات ہیں) اس لئے ترجمہ کرتے وقت ان سب قواعد اور ضوابط کا لحاظ نہایت  
 ضروری ہے۔

## مبہمات القرآن

قرآن کریم میں کچھ ایسے کلمات بھی آئے ہیں جن کی مراد کو متعین کرنا تفسیر اور ترجمے کے لئے  
 ضروری ہے اس موضوع کو مبہمات القرآن کہا جاتا ہے صحابہ کرام میں اس کا تجسس اور تلاش کا شوق  
 موجود تھا حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں پورا ایک برس موقع کا منتظر رہا کہ موقع ملے تو  
 حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھوں کہ ازواج مطہرات میں سے وہ کونسی دو ازواج ہیں جن کے  
 متعلق قرآن مجید نے فرمایا وان تظاہرا علیہ (تحريم ۷۱) آخر ایک سال کے بعد موقع ملنے پر دریافت کیا  
 تو آپ نے فرمایا یہ حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ اسی طرح سورہ النساء کی آیت ما  
 یس ومن یخرج من بیتہ مہاجر ایہ کس خوش بخت صحابی کا ذکر ہے حضرت عمر فرماتے ہیں میں  
 چودہ سال تک اس کے متعلق پوچھتا رہا آخر معلوم ہوا کہ وہ ضرۃ بن العیص صحابی تھے۔

اس موضوع پر علماء کرام نے مستقل علیحدہ کتابیں لکھی ہیں۔ علامہ سیوطی کی مبہمات القرآن اسی موضوع  
 پر ہے مختلف بستیوں اور شہروں کی نشان دہی کے لئے سید سلیمان ندوی کی ارض القرآن اردو زبان  
 میں مفید کتاب ہے۔ چند مثالوں کے ساتھ اس موضوع کو سمجھنے کی ضرورت واضح کی جاتی ہے۔

① سورہ بقرہ آیت ۲۵۹ میں فرمایا او کالذی صر علی قریۃ یہ کون تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ  
 سے حاکم نے روایت صحیحہ نقل فرمایا کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔

② سورہ توبہ آیت ۲ میں فرمایا فسیحونی الارض اربعۃ اشھر یہ چار مہینے کون سے تھے آیا



مطابق چار ماہ یا متعین چار ماہ تھے ۹ھ کے شوال ذی قعدہ اور ذی الحج اور ۱۰ھ کا محرم اس سے  
 مراد ہے۔

(۳) سورہ توبہ آیت ۸۴ میں فرمایا ولا تصل علی احد منہم مات اس احد سے مراد عبد اللہ  
 بن ابی بن سلول ہے۔ جو کہ مدینہ کے منافقوں کا سرور اور سید و عام صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت  
 معاند قلبی تھا۔

(۴) سورہ توبہ ۹۲ ہی میں فرمایا۔ ولا علی الذین اذا ما اتواک لتحملہم یہ کون سے فقراء صحابہ کرام  
 جہاد کے عاشق اور دلدادہ تھے یہ انصار مدینہ میں سے سات آدمی تھے جن کو پھر حضرت عباس،  
 حضرت عثمان اور یاسین بن نصری نے سواریاں عطا کر دی تھیں۔

(۵) سورہ توبہ آیت ۱۱۱ میں فرمایا کہ مسیحی ضرار بنہ کے کی غرض ارصاد امن حارب اللہ ورسولہ یہ  
 کون تھا؟ یہ عیسائی رامیب ابو عامر تھا جس کی پشت سے اللہ تعالیٰ نے عاشق رسول منظلہ غسیل الملائکہ  
 پیدا فرما دیا۔

(۶) سورہ الحج آیت ۹۵ میں فرمایا انا کفیناک المستلہن بن وہ کون سے بدبخت تھے جو سید و عالم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھٹھا کرتے اپنی عاقبت برباد کرتے تھے۔ سعید بن جبیر ۹۵ھ نے فرمایا  
 کہ وہ پانچ بدبخت تھے۔ ولید بن مغیرہ۔ عاصی بن وائل۔ ابو زمعہ۔ حارث بن طلاطلہ۔ اسود بن عبد یغوث۔

(۷) سورہ الشعراء ۱۹۷ میں صداقت سید الانبیاء کی شہادت میں فرمایا اولم یکن لہم ایما ان یعملہ علماء  
 بنی اسرائیل ان علماء بنی اسرائیل کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ پانچ تھے۔ سعید اللہ بن سلام۔ ابن یاسین  
 ثعلبہ۔ اسد۔ سعید۔

(۸) سورہ الزخرف ۳۱ میں کفار مکہ کا یہ اعتراض بیان فرمایا لولا نزل ہذا القرآن علی رجل من  
 القریۃین عظیم ان دو بستیوں سے کون سی دو بستیاں مراد ہیں باتفاق علماء تفسیر ان سے مراد مکہ اور  
 طائف ہیں۔

(۹) سورہ عیسیٰ میں ارشاد فرمایا عیسیٰ واولیٰ ان جاءہ الاعلیٰ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس سے مراد

حضرت محمد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہے۔

۱۰) اگرچہ اقوام کا ذکر فرماتے ہوئے ان کی طرف مبعوث نبی اور رسول علیہ السلام کے نام کی تصریح فرمائی۔ مثلاً فرمایا  
 الی عاد اناھم ھوداً، الی مدین اناھم شعیباً مگر سورہ المؤمنون آیت ۳۲ میں حضرت نوح  
 علیہ السلام کے بعد ایک رسول علیہ السلام کی آمد کا ذکر فرمایا۔ فارسلنا فیھم رسولا منھم، اس رسول  
 سے کون سا رسول مراد ہے بعض علماء تاریخ و تفسیر نے فرمایا کہ قوم عاد کے نبی ھود علیہ السلام ہیں  
 اور بعض نے کہا قوم ثمود کے نبی صالح علیہ السلام ہیں۔  
 اسی طرح ایک کلمہ کہی جگہ آیا ہے مگر اس سے الگ الگ مقامات مراد ہیں۔ جیسا کہ لفظ قریہ قرآن مجید  
 میں انیس دفعہ آیا ہے۔ مگر اس سے الگ الگ مقامات مراد ہیں۔

محل ذکر	مراد	محل ذکر	مراد
بقرہ ۵۸	یرولم یابیت المقدس	الانبیاء ۷۲	سدرہ عمورہ
۲۵۹	اریحا	یس ۱۳	انطاکیہ
النساء ۷۵	مکہ مکرمہ	عنکبوت ۳۱	سدرہ
اعراف ۸۸	مدین	محمد ۱۳	مکہ مکرمہ
۱۶۱	اریحا	زخرف ۳۱	مکہ اور طائف
یوسف ۸۲	مصر کا شہر		

اسی طرح لفظ مدینہ قرآن مجید میں گیارہ دفعہ آیا ہے اور ہر جگہ اس سے علیحدہ علیحدہ شہر مراد ہیں فرمایا

محل ذکر	مراد	محل ذکر	مراد
توبہ ۱۰۲	مدینہ منورہ	الحجر ۶۶	قوم لوط کا شہر سدوم یا عمورہ
احزاب ۷۱	انطاکیہ	الکہف ۱۹	ینیج
یس ۲	مصر کا شہر	۸۲	انطاکیہ
اعراف ۱۲۲		النمل ۷۸	حجر کا شہر

اس سے مصنف کا تعلق نہ واضح کرنا ہے کہ قرآن مجید کے وہ حقائق بھی اچھی طرح سمجھ میں آجائیں گے جن کا تعلق اس زمانہ کی تاریخ اور تہذیب و تمدن سے ہے۔

خلاصہ اس بابک اور فائدہ اس موضوع کا یہ ہے کہ اس سے قرآن مجید کے وہ حقائق بھی اچھی طرح سمجھ میں آجائیں گے جن کا تعلق اس زمانہ کی تاریخ اور تہذیب و تمدن سے ہے۔

## قرآن حکیم میں مذکور انسانوں کے اقسام

قرآن حکیم میں مخاطبین کے اقسام مندرجہ ذیل ہیں :-

- ① عام انسانوں کو خطاب فرمایا۔ یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی (الحجرات ۱۷)
- اس کے مخاطب سب انسان بلا لحاظ عقیدہ اور عمل و دین کے ہیں، اسی کو خطاب جنسی بھی فرمایا گیا۔
- ② خطاب خاص بطریقہ نوع فرمایا۔ یا ایہا الذین امنوا۔ یا ایہا الذین کفروا۔ یا اهل الکتاب
- ③ خطاب ممتاز۔ یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم (الانفطار ۶)
- ④ خطاب مؤدب و دلجوئی حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی سرزنش کے وقت یوں کہا یا ابن امّ (طہ ۹۲) اے میری ماں کے جائے۔ اسی طرح استعطاف کے لئے طرقتی تکلم کو ادا فرمایا فمن عفی له من اخیہ شیء (بقرہ) یعنی قاتل تو مقتول کا دینی بھائی ہی تھا اتفاقاً غلطی ہو گئی اس کو اپنی رنج اور عداوت کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ اور مقتول کو پورا قتل یا کچھ حصہ معاف کر دیا جائے۔
- ⑤ خطاب عزت و کرامت۔ یا ایہا النبئی۔ یا ایہا الرسول سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ آپ کا نام لے کر آپ کو خطاب نہیں فرمایا جب کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو یا آدم۔ یا نوح۔ یا عیسیٰ بن مریم۔ یا ابراہیم وغیرہم علیہم السلام کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔
- ⑥ خطاب تخریض۔ طریقہ خطاب سے عمل پر متوجہ کرنا یہود کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ یا بنی اسرائیل اے اولاد یعقوب تم تو نبی علیہ السلام کی اولاد ہو تم کو تو کفر نہ کرنا چاہئے۔

⑥ اسی طرح خطاب خاص کو مراد عالم ہے۔ کبھی تو اس پر قرینہ مقالی موجود ہوتا ہے جیسا کہ سورہ الطلاق میں فرمایا: یا ایہا النبی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مگر اس کے مخاطب عام مسلمان ہیں اس لئے کہ بعد میں آ رہے اذ اطلقتم النساء اس میں خطاب سمجھنا نہایت ضروری ہے جیسا کہ سورہ یونس کی آیت ۹۲ میں ارشاد ہے فان كنت فی شك فی الایة (ترجمہ) پس تو شک میں ہے ان باتوں سے جن کو ہم نے نازل کیا۔ تو اس سے مراد سیدو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہیں بلکہ یہ خطاب دوسرے انسانوں کو ہے اسی سورہ میں آیت ۱۰۱ میں اس کی تشریح یوں موجود ہے:-

قل یا ایہا الناس ان کنتم فی شک من دینی فلا (ترجمہ) آپ کہہ دیجئے اے لوگو! اگر تم شک میں ہو میرے دین سے تو اعبد الذین الایت

سن لو میں نہ پوجوں گا ان کو جن کو تم پر جتے ہو اللہ کو چھوڑ کر۔

اسی طرح سورہ الزمر کی آیت ۱۷ میں ارشاد قرآنی ہے:-

لئن اشکرت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین (ترجمہ) اگر تو نے شکر کیا اے انسان تو تیرا عمل ضرور برباد ہو جائے گا اور تو نقصان والی سے ضرور ہولے گا۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ انبیاء کرام سے بھی شکر کا صدور ممکن ہے بلکہ جیسا کہ امام ابن تیمیہ نے بھی تصریح کر دی ہے کہ یہ کلمات اوحی الیک والی الذین من قبلك کا بدل ہیں۔ مطلب یہ کہ سب انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو یہ وحی سنا دی کہ اگر تم نے شکر کیا تو تمہارے سب اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ علیٰ ہذا التیاس طریق خطاب کے ایک سو سے زیادہ طریقے ہیں جن کو علامہ ابن القیم نے اپنی کتاب المشوق میں بیان فرمایا ہے۔

اسی طرح قرآنیات کے طالب علم کو اس بات کا سمجھنا بھی ضروری ہے کہ تعلیمات قرآنیہ کو قبول کرنے یا نہ کرنے کی حیثیت میں چار قسم کے انسانوں کا ذکر ہے۔ مومن، کافر، منافق، فاسق (د) مومن اور متقی محسن، مسلم، ان سب الفاظ کا معنی قرآنی ارشادات کی روشنی میں یہ ہے۔ کہ جس کا عقیدہ، قول، عمل سب اطاعت خداوندی کے تابع ہوں تو وہ مومن ہے۔ کافر اسی کے بالمقابل عقیدہ، قول، عمل میں انکار اور مخالفت ہو تو وہ کافر کہلاتا ہے۔ ظالم، مشرک، بھی اسی معنی میں آیا ہے۔ منافق قرآنی الفاظ میں

فق وہ ہے جو زبان سے ضروریات دین کا اقرار کرے مگر دل سے ان کے خلاف ہو سورہ المنافقین اور دوسری آیات میں اسی منافق کا ذکر ہے اس کو منافق اعتقادی کہا جاتا ہے جیسا کہ سورہ منافقون میں ارشاد فرمایا:-

(توجہ)

جب آئے آپ کے پاس منافق اور کہا ہم کو اہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتے کہ آپ اس کے رسول ہیں مگر اللہ کو اہی دیتے کہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں

اجاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول  
لله والله يعلم انك رسوله والله ليشهد  
المنافقين لكاذبون (المنفقين)

وہ بقرہ میں فرمایا:-

اور لوگوں میں سے کچھ کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر حالانکہ وہ مومن نہیں دعو کہ دیتے ہیں اللہ کو اپنے خیال میں) ان کو جو ایمان لائے (سچا) اور وہ دہو کہ نہیں کرے مگر اپنے آپ سے اور وہ سمجھتے نہیں ان کے دلوں میں بیماری ہے پس اللہ نے ان کی بیماری بڑھا دی۔

من الناس من يقول اٰمنا بالله وباليوم الآخر  
ما هم بمومنين ه يخذعون الله والذين اٰمنا  
ياخذعون الا انفسهم وما يشعرون ه في  
وبهم مرض فزادهم الله مرضا

آیت ۹ - غا

قائدہ! اس مرض سے مراد کیا ہے مفسر القرآن سدی نے فرمایا:- کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اقدس میں منافق تین قسم کے تھے (۱) وہ منافق جن کے عقائد خراب تھے چال چلن خراب نہ تھے جیسا کہ عبد اللہ بن ابی، عبد اللہ بن نفیل، مالک بن داس (۲) وہ منافق جن کا چال چلن بھی خراب تھا وہ ان کے لئے تگ و دو تو نہ کرتے تھے مگر موقع کی تلاش میں رہتے تھے ایسے ہی لوگوں کے متعلق سورہ مزاب میں فرمایا فی طبع الذی فی قلبہ مرض (۳) یہ وہ گروہ تھا جس کی تگ و دو اسی عمل پر مشتمل تھی سورہ الاحزاب میں حجاب کا حکم دیتے ہوئے منافقوں کو سزائیں فرمائی۔ آیت ۶۱ و ۶۲

توجہ اگر نہ رکیں منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور غلط

لم ينته المنفقون والذین فی قلوبہم

خبریں اڑانے والے مدینہ میں۔ تو تم ضرور لگاؤ گے آپ کو ان کے پیچھے پھر وہ اس شہر میں آپ کے پاس نہ ٹھہریں گے مگر

رض والمرجفون فی المدینة لغربناک بہم ثم  
یجاوردونک فیہا الا قلیلا ملعونین اینہا ثقفوا

اخذوا وقتلوا قتیلاً

بہت ہی کم لعنت کئے گئے جہاں کہیں پائے گئے پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے۔

منافقوں میں سب سے زیادہ خطرناک مہلک عقیدہ جو تھا وہ سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس کو برداشت نہ کرنا تھا۔ وہ مشہور واقعہ جس کی اطلاع سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو چکی تھی اس واقعہ کا مفتری عبد اللہ بن ابی تھا لوگوں نے جب اس کو بلا امت کیا کہ جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگ لے تو اس نے جواب میں یہ کہا:

"تم لوگوں نے مجھے ایمان لانے کا مشورہ دیا جس کو میں نے قبول کر لیا پھر تم نے مجھے زکوٰۃ دینے کو کہا اس کو بھی میں نے قبول کر لیا اب تم مجھے یہ رائے دیتے ہو کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سجدہ کروں یہ بات مجھ سے نہ ہو سکے گی!"

اس پر قرآن حکیم کا نزول ہوا۔ واذا قيل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله

الایۃ (روح)

قرآن کریم میں منافقوں کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جن کا خاتمہ کفر پر ہوا اور دوسرے وہ جن کی اصلاح ممکن تھی اور ان کی اصلاح ہو بھی گئی۔ سورہ بقرہ میں فرمایا:-

مثلهم مثل الذی استوقد ناراً فلما اضاءت ما ترجه ان کی مثال اس کی ہے جس نے آگ سلگائی پس جوں ہی آگ نے حوله ذهب اللہ بنورهم وترکهم فی ظلمت لا یبصرون ہم بکم عمی فہم لا يرجعون (بقرہ آیت ۱۷۷-۱۷۸)

یعنی نور ایمان نے ان کے ارد گرد کو منور تو کر دیا مگر ان بد بختوں نے قدم ہی نہیں اٹھایا کہ صراط مستقیم چل پڑتے بلکہ یہ اب نہ لوٹیں گے ان کے بارہ میں سورہ توبہ آیت ۱۷۷ میں فرمایا:-

ومن اهل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمہم (توجہ) مدینہ کے کچھ لوگ نفاق پر اڑے رہے آپ ان کو نہیں جانتے تھے نحن نعلم سنعد بہم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم ان کو جانتے ہیں ہم ان کو سزا پر سزا دیں گے پھر بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ان ہی کے بارے میں آپ کو اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کرنے کی نماز جنازہ پڑھنے ان کی قبروں  
بمغفرت کی دعا کرنے سے قرآن مجید نے منع فرمادیا جس کی تفصیل سورہ توبہ کی آیت ۸۴ میں موجود ہے  
دوسری قسم وہ منافق اعتقادی جن کی اصلاح ممکن ہے فرمایا :-

لما اضاء لهم مشوا فيه واذا اظلم عليهم قاموا  
وشاء الله لذهب بسمعهم والبصائر  
ن الله على كل شيء قدير (بقرہ ۲)

ترجمہ  
جب کبھی چمکتی ہے ان کے لئے چلتے ہیں اس میں اور جب ان پر  
اندھیرا پڑ جاتا ہے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ  
لے جاتا ان کے کان اور آنکھیں اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یعنی اگرچہ تاحال یہ جیلے بہانے بنا کر نور ایمان سے بھاگ رہے ہیں مگر یہ راستہ پر چل رہے ہیں قوم دو  
ہم آگے ہی بڑھاتے ہیں ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو مشرف بالایمان کر دے جیسا کہ سورہ توبہ آیت ۱۲۱  
فرمایا :-

اخرون اعتروا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا و  
خوسيا عسى الله ان يتوب عليهم ان الله  
فور رحيم

ترجمہ  
اور بعضوں نے مان لیا اپنا گناہ ملا یا نیک کام اور دوسرا برا  
شاید اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لے بے شک اللہ بخشنے  
والا مہربان ہے۔

شیخ التفسیر مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا :- منافقین میں سے یہ وہ لوگ ہیں جو قابل  
عافی ہیں کیونکہ یہ دل سے اسلام کے دشمن نہیں یہ رائے بعض مفسرین کی ہے۔  
قرآن حکیم میں ذکر ہونے والے انسانوں کی چوتھی قسم فسق ہے ہم فسق کی اصلاحاً یہ تعبیر کر سکتے ہیں  
کہ عقیدہ بھی درست، زبانی اقرار بھی موجود، البتہ عمل میں کمزوری موجود ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں  
سجا بہ کرام کی شان یہ بیان فرمائی کہ ان کو کفر، فسق اور عصیان سے نفرت ہے۔ ارشاد قرآنی ہے :-  
سورہ الحجرات آیت ۷

تنبیہ :- چونکہ نفاق کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور دل کے حالات صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے واللہ علیم بذات الصدور  
اسکی فات ہے اس لئے سید روحام صلی اللہ علیہ وسلم کے بظاہر کوئی کسی کو منافق نہیں کہہ سکتا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے  
کہ ایسا مومن ہے یا کافر (بخاری ص ۶۶)

اہمیت اس میں درج کتاب (Water) ۷۵ صفحہ ۲۴۰  
کرمال سے وضاحت کر کے فرمایا ہے۔  
توجہ

ولكن الله جب اليكم الايمان ودينه فقلوبكم و  
كراه اليكم الكفر والفسوق والعصيان اولئك  
هم المرشدون  
پر اللہ تعالیٰ نے محبت والی تمہارے دل میں ایمان کی اور اچھے  
دکھایا اس کو تمہارے دلوں میں اور بڑا دکھایا تم کو کفر اور گنہگار  
اور نافرمانی وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

عملی انحراف کو فسوق اور فسق سے تعبیر فرمایا۔ جیسا کہ مسلمانوں ہی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر لہ  
دین میں کمی بیشی کر کے لکھو گے تو یہ فسوق ہے فرمایا ہے۔ فائدہ فسوق بکرم (بقرہ ۲۲۲) اور حج میں بے  
بھی فسوق سے تعبیر فرمایا ہے۔ فلا رقت ولا فسوق ولا جدال فی الحج ۱۸۴ بقرہ۔  
سارے ارشادات قرآنی اور تعلیمات ان ہی چار قسموں پر مشتمل ہیں۔ ان کی تفصیل اور تشریح  
اقسام کثیرہ پر حاوی ہے مگر مخزن اور مقسم یہی چار اقسام ہیں۔

## مشکلات القرآن

کتاب کے شروع میں گزر چکا ہے کہ کلمات قرآنی ترجمہ اور اپنی حکمت کے اعتبار سے لاشافی ہیں  
اس لئے ایسے حکیم اور علیم خدا کی کلام میں تضاد اور مخالفت نہ ہوگی جب کہ انسانوں کی کلاموں میں کہ  
وقعہ اختلاف اور تضاد پایا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اپنی صداقت کی ایک دلیل یہ بھی فرمائی  
جیسا کہ سورہ النساء آیت ۸۲ میں موجود ہے فرمایا ہے۔

ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا  
اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس  
میں ضرور پاتے بہت اختلاف اور فرق۔

اس لئے مترجم اور مفسر کے لئے ضروری ہے کہ قرآنی آیات کے یا ہی تعارض کو دور کرے اس  
لئے کئی طریقے اور قواعد میں تفصیل کا تو یہ موقع نہیں البتہ اتنا عرض ہے کہ:-

(۱) اضداد القرآن کو سمجھا جائے یعنی بعض کلمات ایسے ہیں جن کے معانی متضاد ہیں ان پر علیحدہ  
کتابیں لکھی گئی ہیں۔ علامہ انباری م ۳۲۸ کی کتاب اضداد القرآن حکومت کو بیت کی علم پروری  
طبع ہو چکی ہے اس کی مثال یہ پیش کی جاتی ہے کہ قرآن کریم کی سورہ النساء ۲۴ میں فرمایا ہے:-



حرمات علیکم.... والمحصنات من النساء (ترجمہ) تم پر حرام ہیں فلاں فلاں عورتیں اور خاوندوں اور عورتیں بھی۔  
لیکن اسی سورۃ کی آیت ۲۵ میں فرمایا۔ والمحصنات حلال ہیں تمہارے لئے محصنات  
تو اب جس کو محصنات کا وہی ایک معنی معلوم ہو گا وہ ان دونوں میں شدید تعارض پائے گا۔ لیکن جب  
یہ معلوم ہو جائے کہ محصنات کا معنی کنواری بھی ہے اور یہی معنی آیت ۲۵ میں مراد ہے اب تعارض باقی  
نہ رہے گا۔

(۲) اس موضوع کے متعلق جملہ آیات کو پڑھا جائے اور ان کے سیاق و سباق سے آیات کو سمجھا جائے  
ان شاء اللہ تعالیٰ واضح ہو جائے گی جیسا کہ قیامت کے متعلق قرآن حکیم کے ارشادات تین قسم ہیں۔ فرمایا  
(الف) قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ان اللہ عندہ علم الساعة (لقمۃ ۳۷)  
(ب) قیامت کی علامات ظاہر ہو چکی ہیں فرمایا اقتربت الساعة والشق القمر (القمر ۱) فقد جاء  
اشراطها (محمد ۱۷)

(ج) قیامت اچانک آئے گی۔ سورہ انعام ۳۱ میں فرمایا لاتاتیکم الا بغتۃ مگر ان تینوں میں کوئی  
تضاد اور اختلاف نہیں قیامت کا صحیح علم کہ وہ کس وقت، کس تاریخ، کس ماہ اور کس سنہ میں  
آئے گی اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جس کو پہلی سورۃ میں فرمایا۔ البتہ قیامت کی علامات ظاہر ہو  
چکی ہیں۔ سعید اور نیک بخت ان سے نصیحت اور عبرت حاصل کر سکتا ہے شوقِ قمر اور خود سیر و معام  
صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری بطور خاتم النبیین قیامت کی علامات میں سے ہے اس لئے خاوند  
قدوس پر کامل ایمان والے تو ہر وقت لرزاں ترساں رہتے ہیں۔ البتہ جو قیامت کے منکر ہیں ان کے لئے  
قیامت کا آجانا اچانک ہو گا وہ ان سب واقعات اور علامات کو زمانے کے اتفاقی حوادث اور انقلابات  
سمجھتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک قیامت کا آنا اچانک ہو گا۔ جیسا کہ کسی انسان کا پیدا ہونا ہی علامت  
ہے اس کی موت کی، لیکن غافل اور بے خبر انسان موت کو اچانک اور بے خبری کا حادثہ سمجھتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی سورتوں کے متعلق سوال و جواب حشر کے متعلق مندرجہ ذیل ارشادات

ہیں:-

سورہ لیس آیت ۶۵ میں فرمایا الیوم نختتم علیٰ افواہہم وتکلمنا بیدہم ونشہد ارجلہم بما کانوا  
یکسبون ان کے منہ پر مہر کر دی جائے گی اور اعضاء اور جوارح شہادت دیں گے مگر سورہ الملک  
آیت ۲۱ میں فرمایا کہ وہ بولیں گے اور کہیں گے۔ قالوا بلی قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ  
من شیء ان انتم الا فی ضلالٍ کبیرہ وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب  
السعیرہ فاعترفوا بذنوبہم فسحقاً لاصحاب السعیرہ اسی طرح کی متعدد آیات کو ملائے  
سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء تو وہ عذر و معذرت پیش کریں گے۔ شاید عذاب سے بچ جائیں پھر اقرار  
بھی کر لیں گے اور پھر اتمام محبت کے لئے ان کے اعضاء اور بدن کے سارے حصے بلوائے جائیں گے۔  
سورہ آل عمران آیت ۷۵ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے کلام نہ فرمائے گا اور دوسری بعض  
آیات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے باز پرس فرمادیں گے تو کلام کے بغیر باز پرس کیسی؟ اس میں کوئی  
تضاد نہیں۔ جہاں کلام نہ کرنے کا ذکر ہے۔ اس سے مراد رحمت اور شفقت کی کلام جیسا کہ اہل  
جنت کو کہا جائے گا سلام قولاً من رب رحیم اور جہاں کلام کا ذکر ہے وہاں قہر اور غضب کی کلام  
مراد ہے۔ فرمایا وامتازوا الیوم ایہا المجرمون (لیس ۵۹)

یا ایہا الذین کفرو لا تعتذرو الیوم انما ترجمہ اسکرو آج بہانے مت بناؤ تم کو وہی بدلے گا جو تم  
تجزون ماکنتم تعملون (التییم ۷) کرتے تھے۔

سورہ عیس کی آیات ۳۴ تا ۳۷ میں آیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ رشتے داروں سے بھگیں  
گے اور سورہ الطور ۱۱ میں فرمایا الحقنا بہم ذریتہم ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ پہلی آیات  
کا تعلق کافروں سے ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے بھاگیں گے اور دوسری آیت مومنوں کے متعلق  
ہے جیسا کہ والذین امنوا واتبعتہم ذریتہم یا بیان الحقنا بہم ذریتہم وما التناہم  
من عملہم من شیء (ترجمہ) اور وہ جو ایمان لائے اور پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان سے پہنچادیں گے ہم ان  
تک ان کی اولاد اور نہ گھٹائیں گے ہم ان کے عمل سے کچھ بھی۔

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ نے فرمایا:-

”نیکوں کی اولاد کو یہ فائدہ ہے کہ اگر ایمان رکھیں اور ان کی راہ پر چلیں تو ان کے درجے میں پہنچیں۔“  
شیخ التفسیر حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:-

”مومنوں کی اولاد اگر ایماندار ہوگی تو وہ بھی ان کے ساتھ کروئی جائے گی۔“

اسی طرح سورہ الرحمٰن میں فرمایا فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جن آیت ۳۹ کہ قیامت کے دن انسانوں اور جنوں سے پوچھ نہ ہوگی ان کے گناہوں کی۔

اور سورہ الانعام ۳۱ میں فرمایا کہ ان سے باقاعدہ سوال ہوگا یمعشر الجن والانس اٰل یاتکم منسل منکم الا یتہ تو اس کا بھی حل یہی ہے کہ ”ان سے اس لئے نہ پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو علم نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کو تو سب علم ہے اور جہاں ذکر ہے کہ پوچھا جائے گا تو یہ سوال تکبیر اور تمام حجت کے لئے ہوگا تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو اس کا علم تھا کہ خدا تعالیٰ کا حکم کیا ہے چنانچہ اسی آیت کے آخر میں فرمایا:-  
وشہدوا علی انفسہم انہم کانوا کافرین۔“

فائدہ۔ بعض آیات ایسی بھی ہیں کہ ان میں بظاہر تضاد اور اختلاف ہے اس کی وجہ نسخ ہے نسخ کا سادہ سا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید انسانوں کی تعلیم اور رہنمائی کے لئے نازل ہوا۔ فرمایا:-

یعلّمکم ما لم تکتونوا تعلمون (بقرہ ۱۲۹) سکھاتا ہے (وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو جو تم نہ جانتے تھے

علّمکم ما لم تکتونوا تعلمون (۲۳۹) سکھایا اس اللہ تعالیٰ نے تم کو جو تم نہ جانتے تھے

اور تعلیم میں اسلوب حسن یہ ہے کہ تدریجاً فہم ابھارو اور قواعد کی تعلیم ہو اس کا مطلب یہ نہیں کہ معلم نعوذ باللہ اس بات کو پہلے نہ جانتا تھا یا معالج کی رائے پہلے سے تبدیلی نسخہ کی نہ تھی۔ بلکہ نسخہ کا مفہوم یہی ہے کہ بیمار کے حالات کے ساتھ ساتھ معالج کا علاج اور ادویہ کی مقدار بدلتی جائے۔

لفظ نسخ ہی یہ بتاتا ہے کہ اس سے مراد طریقہ تعلیم میں وہ اثر پیدا کرنا ہے جو طلباء کے لئے مفید ہو چنانچہ قرآن مجید کی بعض آیات میں نسخ ثابت ہے اور اس کا اعلان خود قرآن مجید نے فرمایا:-

ما ننسخ من آیة او ننسہا نأت بخیر منها <sup>تجہ</sup> جو موقوف کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں آتم میں اس سے

او مثلہا لم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر (بقرہ ۱۰۶) بہتر یا اس جیسی کیا تو نہیں جانتا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

چنانچہ نزول قرآن کے وقت نسخ ہوا اور کفار نے اس پر اعتراض بھی کیا جس کا جواب قرآن مجید نے

اس وقت دیا۔

اور جب بدلتے ہیں ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اتارنا ہے تو کہتے ہیں تو بنا لاتا ہے۔ بلکہ ان میں سے بہتوں کو خبر نہیں آپ کہہ دیجئے اس کو اتارنا پاک فرشتے نے پیرے رب کی طرف سے ساتھ تحقیق کے تاکہ ثابت رکھے یقین والوں کو اور ہدایت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کو۔

واذا بد لنا آية مكان آية والله اعلم بما ينزل  
انها انت مفتر بل اكثرهم لا يعلمون  
روح القدس من ربك بالحق ليثبت الذين امنوا  
وهدي ونبشئ للمسلمين  
(النحل ۱۰۱ و ۱۰۲)

اس کی مثال میں صرف ایک ہی حکم پیش کیا جاتا ہے کہ خاوند کے مرنے پر بیوہ کے لئے عدت ایک سال لازمی رکھی گئی بلکہ خاوند کو حکم دیا گیا کہ وہ موت کے وقت وراثت کو یہ وصیت کر جائے ارشاد قرآنی ہے:-

اور وہ جو مرد جاوید تم سے اور چھوڑ جاوید عورتیں وصیت کر جائیں اپنی عورتوں کے واسطے خیر دینا ایک برس کا نہ نکالنے کے ساتھ پس اگر وہ از خود نکل جائیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں جو کہیں اپنے حق میں دستور کے موافق اور اللہ غالب احکمت والا ہے۔

والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا وصية  
لذوا جهم متاعا الى الحول غير اخراج فان  
خرجن فلا جناح عليكم في ما فعلن في النفسهن  
من معروف والله عزيز حكيم (بقرہ ۲۳۱)

لیکن جب وہ لوگ جو عورتوں کے حقوق کے قائل ہی نہ تھے اس قدر پابند ہو گئے کہ قرآنی ارشاد کو بلاچون پیرا تسلیم کر لیا۔ تو اب تخفیف کر دی گئی تاکہ عورتوں کو بھی اپنے مستقبل کے لئے غور و فکر کا موقع جلدی دیا جائے تو فرمایا:-

والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتصن  
بالنفسهن اربعة اشهر وعشرا (بقرہ ۲۳۲)  
اور وہ جو مرد جاوید تم میں سے اور چھوڑ جاوید عورتیں وہ انتظار کریں اپنی جانوں کا چار ماہ دس دن۔  
اور ادھر بیوہ کا حصہ ترکہ سے مقرر کر دیا تو اب وارثوں پر اس کی عدت کا خرچ بھی باقی نہ رہا۔

فسخ کے موضوع پر علماء تفسیر نے علیہ کتابیں لکھی ہیں اس لئے فسخ کا انکار کئی آیات قرآنیہ کا لفظی اور معنوی انکار ہے اللہ محفوظ رکھے۔

نہایت ضروری ہے کہ تفسیر کے وقت آیات کے سیاق و سباق کو دیکھ کر پہلے یہ سمجھا جائے کہ ان آیات کا تعلق کن کے ساتھ ہے۔ مومن اور کافر کا حکم علیہ علیہ ہے خوارج قدیمہ اور خوارج جدیدہ یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار اسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے اور جو آیات کفار اور مشرکین کے حق میں تھیں ان کو مسلمانوں پر چسپان کر کے امت محمدیہ کے سوا اہم کو مشرک قرار دیدیا۔ دور آخر کے فقیہ عظیم علامہ شامی نے اسی غلط اندیشی کا ذکر یوں فرمایا ہے :-

کما وقع فی زماننا اتباع عبد الوہاب الذین خرجوا من نجد وتعلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذہب الحنابلہ لکنہم اعتقدوا انہم ہم المسلمون وان من خالف اعتقادہم مشرکون استباحوا ینذک قتل اصل السنۃ و قتل علماء ہم حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتہم و خرب بلادہم و ظفر بہم عساکر المسالین عام ثلاث و ثلاثین و اربعین و الف ۱۲۳۳ھ شامی ج ۳ ص ۳۱۹

محمد بن عبدالوہاب اور ان کے پیروکار سنیہ توحید کو آڑ بنا کر اپنے عقائد فاسدہ کو پھیلانے کی سعی کرتے ہیں بعض سادہ لوح توحید کے عقیدہ میں ان کے ہمنوا ہو کر باقی عقائد میں بھی ہم نوا ہو جاتے ہیں یمن کے امیر محمد بن اسماعیل نے شروع شروع میں محمد بن عبدالوہاب کی شان میں قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے :-

سلام علی نجد و من حل فی نجد وان کان تسلیمی علی البعد لایجدی  
لیکن جب یہ راز کھلا کہ وہ تو عامۃ المسلمین کو مشرک قرار دیتے ہیں تو پھر اسی امیر قدس سرہ العزیز نے اس سے رجوع کر کے ایمانی فراست کا ثبوت دیا۔ ان کے چند اشعار انابت درج ذیل ہیں :-  
جبت ان القول الذی قلت فی نجدی فقد صح عنہ خلاف الذی عندی  
ظننت بہ خیراً فقلت عسی عسی نجدنا صحابہدی العباد و استہدی

لقد خاب فيه الظن لاخاب نصحا  
وقد جاء نامن تالیفه برسائل  
وماكل ظن للمحقق لی یہدی  
یکفراہل الارض فیہا علی عمد  
ولفق فی تکفیر ہم کل حجتہ  
تراہا کبیت العنکبوت لدی النقطہ

(مقالات کوثری ص ۳۷)

فائدہ! مشکلات القرآن کا موضوع اور مفہوم اگرچہ قرآنی ارشادات کے تمام محیل اور مشکل مقامات کا حل کرنا ہے مگر یہاں اس سے مراد وہ جزوی بحث ہے جس سے آیات قرآنیہ کا آپس میں اختلاف معلوم ہوتا ہو۔

## غیر معروف طریقہ تاویل و تفسیر

مفسر اور مترجم کے لئے ضروری ہے کہ قرآنی تفسیر اور ترجمے میں غیر معروف اور غیر مانوس طریقے سے قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہ کرے۔ اگرچہ بعض لغات اور طرز کلام لغوی اور لسانی اعتبار سے درست ہوں مگر اجماعی اور فیصلہ شدہ ترجمہ اور تفسیر کے خلاف قدم اٹھانا فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے یہی وجہ ہے کہ قرأت کو بھی ایک ہی طرز اور لہجہ پر محدود کرنا قرن اول میں زیادہ بہتر سمجھا گیا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلفظ لیسبختہ کو حضرت عمر فاروق نے ناپسندیدہ قرار دے کر لیسبختہ کو پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح دوسرے ان تمام قواعد اور ضوابط سے احتراز ضروری ہے جو قرن اول سے لے کر آج تک متروک قرار دئے گئے ہیں۔ درپردہ یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہے جو اسلام کے خلاف نہایت ہوشیاری سے کھڑا کیا جا رہا ہے آج کی بعض غیر اسلامی انجمنیں اور ادارے ان علوم اور طریقہ ہائے تفسیر و قرأت شاذہ پر کتابیں اور رسالے شائع کر رہے ہیں جن سے بچائے اطاعت اور یقین کے شک اور وہم پیدا ہو رہا ہے اسی احتیاط اور تدبیر کے پیش نظر کئی سو سال پہلے علامہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) نے یہ فیصلہ صادر فرمایا تھا کہ :-

کہ ارشاد نبوی (کہ نزول قرآن مجید سات حرفوں (قراتوں) پر ہے) ایک خاص وقت کے لئے  
 تھا جب کہ اسلام کی اشاعت دور اول میں تھی اب اس کی ضرورت باقی نہیں اس لئے تلاوت اور  
 قرات علی حرف واحد ہی ہو۔

علیٰ ہذا التقیاس اس ترتیب کے خلاف ترتیب نزولی وغیرہ کے نام سے قرآن مجید کا جمع کرنا  
 بھی کوئی خدمت نہیں بلکہ بہت بڑا فتنہ ہے اسی طرح ارشادات قرآنیہ کے شرعی معنی کے خلاف  
 صرف لغت کا سہارا لے کر تفسیر اور تشریح کرتا بھی الحاد اور زندقہ ہے جیسا کہ نماز کا معنی شانے ہلانا۔  
 کواۃ کا معنی پاکیزگی حج کا معنی ارادہ اور نیت کرنا یہ سب وہی الحاد ہے جس کو زندقوں نے اسلام  
 کے نام پھیلایا چند مثالیں ایسی دی جاتی ہیں جن میں متعارف اور مفید معنی سے انحراف کیا گیا۔

(۱) سورہ کہف کی آیت ۷۵ میں فرمایا اما السفینتہ فکانتا لمساکین کا معنی بعض  
 لوگوں نے مساکین سے لے کر شکر کے ساتھ کیا ہے۔ ملاح کشتی تھانے والے۔ حالانکہ کشتی کے لئے  
 ملاح تو ہوا ہی کرتے ہیں اس لئے صحیح ترجمہ تو یہی ہو گا کہ اس سے مراد غریب و مساکین لئے جائیں۔

(۲) سورہ اعراف ۷۷ میں فرمایا حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیناط لفظ جمل کا غیر معروف معنی لنگر  
 کا رسم بھی ہے حالانکہ جمل کا متعارف معنی اونٹ ہے اس سے مراد تعلیق بالمحال ہے جس طرح  
 اونٹ جیسی بڑی چیز کا سوئی کے چھوٹے سے ناکے میں داخلہ ناممکن ہے اسی طرح کافر کا داخلہ جنت  
 ہی امر محال ہے۔

(۳) سورہ ص آیت ۷۶ میں فرمایا ان امشوا و اصبروا و اعلىٰ الہتکم لفظ مشی کا معروف اور متعارف  
 معنی چلنا ہے اور اس کا غیر متعارف معنی برکت اور پڑھنے کا بھی ہے۔ مگر بقول علامہ سہیلی  
 ہی معنی پر لفظ کا اطلاق زیادہ ظاہر ہے جو کہ لغت میں متعارف اور متبادر ہے۔

البتہ یہ علیحدہ بات ہے کہ قرآن حکیم کے جس ارشاد کی تفسیر حدیث نبوی یا قرآن کی دوسری آیات  
 کی تشریح سے حل نہ ہو سکے تو پھر لغت قریش کا اعتماد ضروری ہے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ  
 ابن عباس نے فرمایا جب تم پر کسی آیت قرآنی کا معنی مخفی رہے تو تم اس کو شعر عرب میں تلاش کرو۔

کیونکہ اشعار عرب و یوان عربی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا الاعراب  
اصل العرب وہ مادة الاسلام (بخاری ص ۱۹۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرما  
کہ قاطر کا صحیح معنی مجھے اس وقت معلوم ہوا جب کہ دو بدو ایک کنویں کے بارے میں جھگڑتے ہوئے  
میرے پاس فیصلہ کے لئے آئے ان میں ایک نے کہا انا فطر تھا یعنی اس کو پہلے میں نے ہی کھوڑا  
ہے تب معلوم ہوا کہ فطرت کا معنی اتر پیدا کرنا بلا نمونہ سابقہ بتانا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دن دوران خطبہ میں سورہ النحل کی آیت علی تخوف  
معنی مراد پوچھا تو ایک بوڑھا بدو کھڑا ہوا اور اس نے کہا اس کا معنی آہستہ آہستہ رگڑنا کم کرنا، اس پر آپ  
نے شہادت طلب کی تو اس بدو نے شاعر ابو کبیر کا مندرجہ ذیل شعر پڑھا۔

تخوف الرجل منها قاما کافس داً      مکاتخوف عود التبعة السفن

ترجمہ: کثرت سفر کی وجہ سے پالان کی لکڑی نے میری اونٹنی کی پیٹھ کو اس طرح رگڑ رگڑ کر کم کر دیا جس طرح

کمان کی لکڑی کو سونان کم کر دیتی ہے۔

اس پر حضرت عمر فاروق نے بھی فرمایا کہ اشعار و ویرجائیت میں تمہاری کتاب کی تفسیر اور  
کلام کے معانی موجود ہیں۔ مگر قرآنی مفہوم کو متعین کرنے کے لئے صرف اشعار عربیت کو معیار قرار دینا  
یا قرأت شاذہ غیر معروفہ کو دلیل بتالینا جن کو چودہ سو سال سے مسلمان عملاً متروک سمجھ چکے ہیں  
کسی طرح بھی مفید نہیں۔

## معارف قرآنی میں غور و تدبیر

ضروری قواعد بیان کرنے کے بعد اب اس موضوع کو بھی ذکر کیا جاتا ہے جس کے عنوان سے  
کتاب کا نام رکھا گیا ہے۔ قرآن کی فصاحت بلاغت کے متعلق گذر چکا ہے کہ اس اللہ تعالیٰ کا کلام  
ہے جو علیم اور خبیر ہے حکیم اور علیٰ کل شئی قذیر ہے۔ اس نے جو کلمہ ارشاد فرمایا اس میں حکمت  
دیرا بند فرمادے۔ اس لئے اس کتاب مجید کی تلاوت اور مطالعہ کرتے وقت ان تمام معارف کو تلاوت



کرنا باعث اجر و ثواب ہے اور اسی سے حکمت قرآنی کا پتہ چلتا ہے۔ احکام کے بنانے اور سمجھنے میں مدد ملتی ہے  
کتاب مجید تدبر اور فکر کا حکم دیا گیا۔ فرمایا:-

کتاب انزلناه الیک مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر  
اولو الالباب (ص ۲۹)

یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری بابرکت تاکہ یہ اس کی آیتوں میں  
غور و فکر کریں۔ اور عقلمند نصیحت حاصل کریں۔

قرآنی احکام کے لئے استنباط کا حکم دیا اور عام مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ احکام کو سمجھنے کے لئے اہل استنباط

کی طرف رجوع کریں۔

لعلماء الذین یستنبطونہ منہم (النساء ۸۳) (ترجمہ) تو تحقیق کرتے اس میں ان میں سے وہ جو تحقیق والے ہیں

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سیکھنے اور سکھانے کو سب سے بہتر عمل قرار دیتے ہوئے فرمایا

ان افضلکم من تعلم القرآن وعلمہ ان اللہ یرفع بہذا الكتاب اقواماً ویضع بہ اخوین۔

قرآن کا سیکھنا اور سکھانا صرف ثواب اور عذاب ہی کے طور پر بہترین نہیں بلکہ مسلمانوں کا عروج  
اور زوال اسی کتاب کے تعلق سے وابستہ ہے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ  
عنہما کے لئے دعا فرمائی:-

اللھم علماً قایل الکتب — اے اللہ ابن عباس کو قرآن مجید کی صحیح سمجھ عطا فرما۔

ایک دوسرے ارشاد میں تعلیمات قرآنی میں غور و فکر کو عالم ملکوت کی سب سے بڑی عزت قرار دیا۔ فرمایا:-

الماہر بالقراۃ مع السفرۃ الکرام البورۃ (ترجمہ) قرآنی معارف کو جاننے والا مقرب فرشتوں

کے ساتھ ہوگا۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے سامنے تدبر فی القرآن کے لئے آیات پیش فرمایا کرتے تھے

صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرام سے پوچھا بتاؤ کشتی طیبہ

سے مراد کونسا پودا ہے اگرچہ عبد اللہ بن عمر اس کا جواب جانتے تھے مگر (ادباً) خاموش رہے اس پر حضور

انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہی النخلۃ یہ کھجور کا پودا ہے جس کی جڑیں تو زمین میں ہیں مگر پتے

اور پھل بلندی پر ہیں کھجور کا پودا اگر می سردی میں ہرارتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلم میں

اس موضوع پر ایک علیحدہ مستقل باب بیان فرمایا ہے۔ باب طرح الامام المسلمہ سید و عالم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں قرآنی موضوع پر مجالس مذاکرہ منعقد ہوا کرتی تھیں اسی تعلیم اور تشریح  
 کا اثر تھا کہ صحابہ کرام میں قرآنی معارف کے ذوق و شوق کا دریا موجزن تھا حضرت عبد اللہ  
 بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "اگر مجھے معلوم ہو کہ یہاں سے کافی درجے سے زیادہ قرآنی  
 معارف جاننے والا کوئی موجود ہے تو میں ضرور اس کے پاس پہنچوں گا"

معارف قرآنی کو سمجھنے کے لئے سب سے زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ قرآن مجید کے طرز ادا اور سیاق  
 و سباق اور ان تمام قواعد کا لحاظ کیا جائے جو سابقاً ذکر ہو چکے ہیں۔ قرآن حکیم اپنا مبین خود ہے  
 وہ اپنی تفسیر خود فرمادیتا ہے مگر حسب ارشاد شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ  
 عام انسانی عقول ناقص ہیں اس لئے ان قواعد کا سمجھنا ضروری ہے جو قرآنی معارف کے سمجھنے کے  
 لئے کتاب و حدیث کی روشنی میں مرتب کئے گئے سب سے پہلا قاعدہ اس باب میں یہ ہے کہ  
 کلمات قرآنی پر غور کیا جائے اس کی چند مثالیں درج ہیں۔

(۱) قرآن حکیم میں آتا ہے کہ مجرموں اور گنہگاروں کی شفاعت ہوگی جب اللہ تعالیٰ کا اذن ہوگا  
 فرمایا من ذالذی یشفع عندہ الا باذنه (بقبر ۲۵۵) مگر ساتھ ہی قرآن مجید میں یہ بھی ارشاد فرمایا  
 ولا تذر وازرۃ و ذرۃ اخری (الانعام ۱۶۷) اس پچھلی آیت کو دیکھ کر بعض ظاہر بین عقیدہ شفاعت  
 کا انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت میں لفظ وازرۃ خود بتا رہا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں  
 جو اپنے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوں گے جس کے پاس اپنا بوجھ ہو وہ دوسرے کا بوجھ کس طرح اٹھا سکتا  
 ہے چنانچہ اسی کے ساتھ فرمایا وان تدع منقلہ الی حملہا لا یحمل منہ شیء ولو کان ذا قربی (فاطر)  
 لیکن جو لوگ اس زمرہ میں ہوں گے جن کو منجانب کہا جائے گا یعباد لا خوف علیکم ولا انتم  
 تخزنون اور جو خوش نصیب و وزخ کی اہمٹ سے بھی محفوظ ہوں گے۔ ان کو شفاعت کا حق دیا جائے گا  
 یہ مسئلہ لفظ وازرۃ پر غور کرنے سے واضح ہو گیا۔

(۲) پچھلی کے شکار کو اللہ تعالیٰ نے نعمت قرار دیتے ہوئے فرمایا ولحماطریا (النمل ۱۷) اگر کوئی

یہ کہہ کے کہ مچھلی بھی ایک جاندار ہے جس طرح دوسرے جانداروں کو ذبح کرنا ضروری ہے اس طرح مچھلی کو بھی ذبح کرنا ضروری ہے تو خداوند علیم وخبیر نے اس کو لچھا طریا تازہ گوشت فرمایا۔ جس طرح گوشت کا ذبح کرنا ضروری نہیں اسی طرح مچھلی بھی قانون ذبح سے مستثنیٰ ہے۔

(۳) سورۃ الزمر میں جنتیوں اور جہنمیوں دونوں کو داخلہ جنت اور دوزخ کا ذکر فرمایا مگر جنتیوں کے متعلق فرمایا: - وفتح ابوابها اور دوزخیوں کے متعلق فرمایا فتحت ابوابها ان دونوں میں بڑا فرق ہے اس لئے کہ اہل جنت تو اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ نَحْشَرُ الْمُتَّقِينَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وفد (مریم ۸۵) اور جو مہمان ہو اس کے لئے پہلے ہی دروازہ کھول دیا جائے تاکہ اس کو دروازہ پر انتظار نہ کرنا پڑے یہ واو حالیہ ہے حالانکہ کھولے جا چکے ہوں گے دروازے جنت کے جیسا کہ سورہ ص میں فرمایا مفتحت لهم الابواب چونکہ دوزخی مجرم ہوں گے اس لئے ان کو دوزخ کے دروازے پر پہلے کھڑا کر دیا جائے گا فرمایا وَقَفُوْهُمْ اَنْهٰمْ مَسْئُوْلُوْنَ وَالطُّفْتُ (۴) سورۃ ہود میں اہل جنت کے بارے میں فرمایا: - خلدین فیہا مادامت السماوات والارض عطاء غیر مجذوذ اور دوزخی کے متعلق فرمایا: - خلدین فیہا مادامت السماوات والارض الاما شاء ربك ان ربك فعال لما يريد۔ بظاہر دونوں میں فرق نہیں معلوم ہوتا اس لئے یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس سے تو عقیدہ اسلامی کے خلاف یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جو جہنم میں چلا گیا اس کا باہر آنا اب نہ ہو گا۔ حالانکہ گناہ گار مسلمان اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہوں گے۔ مگر ان دونوں آیتوں کے آخر میں اس مسئلہ کو صاف کر دیا۔ جنت کے بارے میں فرمایا: - عطاء غیر مجذوذ یعنی یہ عطیہ خداوندی اب قطع نہ ہو گا۔ جنت میں ایک دفعہ جانے والا اب ہمیشہ جنت میں رہے گا اور دوزخ کے متعلق فرمایا الاما شاء ربك مگر وہ جو تیرا رب چاہے گا یعنی جس کو دوزخ سے نکالنا چاہے گا اس کو نکال لے گا اس لئے کہ ان ربك فعال لما يريد جو چاہے کرتا ہے۔

(۵) قرآن کریم نے جزا و اعمال اور محاسبہ روز محشر کے لئے عام انسانوں کے متعلق فرمایا: -



اگر بکفر کو مجزوم پڑھا جاتا تو معنی یہ ہوتا کہ اگر تم نے پوشیدہ طور پر فقراء کو صدقات دئے تو تمہارے گناہ تم سے مٹا دئے جائیں گے یعنی بکفر جزا شرط کی ہوگی۔ مگر قرآن حکیم کا یہ منشا نہیں بلکہ دونوں صورتوں میں صدقہ دینا گناہوں کا کفارہ ہے جس پر بکفر پڑھا جاتا ہے کہ یہ علیحدہ جملہ ہے شرط کا اس سے تعلق نہیں ترجمہ یہ ہوگا اگر تم سامنے صدقات دو گے تو یہ بہت اچھا ہے۔ اور اگر تم صدقات پوشیدگی سے فقراء کو دو گے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور دونوں صورتوں میں تمہارے کچھ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(۹) بعض ارشادات قرآنیہ بطور حکایت کے ہیں یعنی قرآن حکیم نے کسی اور کا عندیہ اور مقولہ ارشاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا اپنا وہ حکم نہیں جیسا کہ سورہ یوسف علیہ السلام میں ان کید کن عظیم کا جملہ موجود ہے جس سے اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ خداوند قدوس نے عورتوں کے مکر کو کید عظیم قرار دیا ہے تو یہ درست نہ ہوگا یہ تو عزیز مصر کا قول ہے جس کو قرآن حکیم نے نقل فرمایا۔ خواتین کے مکر و فریب کو اس سے ثابت نہیں کیا جائے گا۔

(۱۰) اسی طرح ترجمہ کرتے وقت ان قواعد کا لحاظ رکھا جائے جن سے فائدہ کی عمومیت پیدا ہو اور کوئی اشکال کسی عقیدہ یا حکم پر واضح نہ ہو سکے۔ جیسا کہ سورہ یوسف میں یوسف علیہ السلام کا عزیز مصر کی بیوی کو یہ جواب دینا۔

اللہ معاذ اللہ اندر بی احسن متواہی (ترجمہ) کیا یوسف نے اللہ کی پناہ وہ تو میرا رب ہے میری تربیت بہت اچھی فرمائی ہے۔

اگر ان کے کی ضمیر کا مرجع عزیز مصر لیا جائے تو اس میں وہ جامعیت اور کمالیت باقی نہیں رہتی

تنبیہ بعض صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء قیامت کے دن یہ کہیں گے اللہم سلم سلم تو اس سے یہ مطلب ہے کہ انبیاء کو کچھ عذاب کا خطرہ ہو گا بلکہ انبیاء علیہم السلام تو بلند درجات والے ہیں عام متقی اور پرہیزگاروں کو بھی کچھ گھبراہٹ کی فرمایا لا یخزنہم الفرغ الاکبر (الانبیاء ۱۰۱) ان کو وہ بڑی گھبراہٹ بھی غم ناک نہ کرے گی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی امت کی سلامتی کی دعا کرے گا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

جو اللہ کو قرار دینے میں ہے اس لئے کہ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہو گا کہ رب کا اطلاق غیر اللہ پر نہ کرنا پڑے گا۔ دوسرا یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا اظہار شکر ہو جائے گا جس رب العالمین نے مجھے چاہ کنتغان سے نکال کر مصر کے بادشاہ کے گھرا چھی تربیت میں رکھا ہے اس کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہوں۔

یہ باب بڑا ہی وسیع ہے اور جس قدر ان قواعد کا لحاظ رکھا جائے گا اتنا ہی یہ باب سمجھ میں آتا جائے گا۔

(۱۱) آیات قرآنی اور الفاظ قرآنی پر غور کرتے ہوئے محلی عنہ اور محکوم علیہ کی حیثیت اور کیفیت کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں عام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت جتلاتے ہوئے یہ فرمایا کہ **وعلّمکم ما لم تکتونوا تعلمون** (بقرہ ۱۵۱)

اور سید و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی خصوصی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا **وعلّمکم ما لم تکتون تعلمون** (النساء ۱۱۳) ان دونوں آیتوں میں جو کلمات آئے ہیں وہ ایک ہی طرز کے ہیں حالانکہ ان دونوں علموں میں فرق ہے۔ عامۃ الناس کو جو علم دیا وہ علم کسی ہے اس کا حاصل کرنا لکھنے پڑھنے پر موقوف ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم وہی ہے اور علم ہے جس میں پڑھنے لکھنے کا دخل مطلق نہیں چنانچہ قرآن میں اس کی تشریح یوں موجود ہے کہ عام الناس کے متعلق فرمایا:-

اقروا وریاء الاکرم الذی علم بالقلم علم | **توجہ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے سکھایا قلم**  
الانسان ما لم یعلم | **سکھایا انسانوں کو جو وہ نہ جانتا تھا۔**

مگر سید و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:-

وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تحط | **توجہ اور نہ پڑھتے تھے آپ سے پہلے کوئی کتاب**  
بیمینک اذا الارتاب المبطون | **لکھتے تھے دائیں ہاتھ (اگر یوں ہوتا تو پھر تو شبہ کہ**  
| **یہ جوڑے۔**

فانه نزلہ علی قلبك باذن اللہ (بقرہ ۹۷) (ترجمہ) بے شک اس جبریل نے اتارا یہ قرآن آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے۔

اس لئے عام انسانوں کے متعلق ترجمہ یہ ہو گا سنا یا تم کو جو تم نہ جانتے تھے مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ترجمہ یہ ہو گا سنا یا آپ کو جو آپ نہ جان سکتے یعنی اگر آپ ساری انسانی طاقت بھی صرف کر دیتے تب بھی یہ علوم نبوت آپ حاصل نہ کر سکتے۔

علیٰ بذالقیاس قرآن کریم کی سورۃ الزمر آیت ۳۱ میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اور عام انسانوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:-

انکم میت وانہم میتون (ترجمہ) آپ نے مرنا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے مگر محلی عنہ کے اعتبار سے موت کی دو قسمیں قرار دی جائیں گی آپ کی موت کی کیفیت اور ہے اور عام انسانوں کی موت کی کیفیت اور ہے۔ آپ کی موت سما تریات ہے دیکھنے والوں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ پر موت آگئی اور دو لہروں کی موت قاطع حیات ہے یہی وہ ہے کہ انکم میتون نہیں فرمایا جس کا معنی یہ ہوتا کہ تم سب کے انسانوں مرنا ہے۔

سورہ یوسف میں حضرت یوسف اور امراۃ العزیز کے متعلق یہ فرمایا:-

قد ہمت بہ وہم بہا لولا ان رای بوہان (ترجمہ) یقینی بات ہے کہ عزیز کی بیوی نے پختہ ارادہ کر لیا آپ کے ساتھ اور یہ (یوسف علیہ السلام) ارادہ کر لیتے اس کے

ساتھ۔ اگر نہ دیکھتے اپنے رب کی قدرت

اس آیت میں نبی علیہ السلام اور زلیخا کے متعلق لفظ ہمت آیا ہے مگر دونوں کے ارادوں میں شدید فرق ہے اگر حضرت یوسف علیہ السلام رب کی قدرت کا مشاہدہ نہ کرتے تب بھی آپ کا ارادہ اس نوعیت نہ ہوتا جس نوعیت کا ارادہ زلیخا نے کیا تھا اس لئے کہ کسی ناموس پر ہاتھ ڈالنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور نبی علیہ السلام قبل از نبوت بھی اور بعد از اعطاء نبوت بھی گناہ کبیرہ سے محفوظ رہتے ہیں اور فحشاء کا ارتداد جو کہ عزم سے گزر کر ہمت کا مقام حاصل کر لے یہ بھی تو گناہ ہے جس سے نبوت کا محفوظ

بہنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

معارف قرآنی سمجھنے کے لئے سب سے زیادہ جن اسباب کی ضرورت ہے وہ دو ہیں۔ پورے ارشادات قرآنی کا استخراج اور کلام الہی کے طرز اوار کا معجزانہ طریقہ پر غور و تدبر۔ اگر کسی خوش نخت کو یہ دو نعمتیں حاصل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پورے قرآن مجید کے معارف سے شناسا ہو سکتا ہے مزید تشریح کے لئے پھر ان دونوں کی ایک ایک مثال عرض ہے۔

استحضار آیات کا فائدہ! قرآن مجید کی مشہور آیت فسجدوا للابلیس (بقرہ ۳۴) پر سوال کیا گیا ہے کہ جب سجدہ کا حکم ہی فرشتوں کو تھا تو ابلیس کے انکار پر وہ کیوں مستوجب سزا ٹھہرا اس کی تشریح اور تفسیر میں کئی اقوال کہے گئے مگر استحضار آیات سے یہ سوال حل ہو سکتا ہے اس آیت میں ذکر صرف فرشتوں کا ہے واذقلنا للملائکۃ السجد والادم (بقرہ ۳۴) لیکن سورہ اعراف آیت ۲۷ میں فرمایا الا تسجدوا لمرقے۔ ابلیس تو نے کیوں سجدہ نہ کیا جبر میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ یہاں بالکل واضح ہے کہ حکم فرشتوں کے علاوہ ابلیس کو بھی ہوا تھا اور ابلیس متعلق فرمایا کان من الجن (الکہف ۶۴) یعنی جنات اور ملائکہ دونوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تغلیب کے طور پر ذکر ملائکہ کا فرما دیا اور جنات کا نہ فرمایا جیسا کہ قرآنی احکام مرد اور عورت دونوں کے لئے ہیں مگر قرآنی ارشادات تقریباً لفظ مذکر یا ایہا الذین امنوا پر مشتمل ہیں جو جمع مذکر کا صیغہ کلمات قرآنیہ میں تدبیر کا فائدہ! قرآن کریم کی سورہ توبہ آیت ۱۱ میں فرمایا کہ کچھ لوگوں نے کلمہ بولا۔ اور یوں وہ اپنے اعلان اسلام کے بعد کافر بن گئے۔ اگر توبہ کر لیں تو ان کے لئے بہتر ہے اگر یونہی منہ موڑے رہے تو پھر وہ یاد رکھیں ہالہم فی الارض من ولی ولا نصیر جب قرآن کا طالب علم اس آیت کے کلمات اور الفاظ میں تدبیر کرے گا تو اسے معلوم ہو گا کہ اس آیت میں جو کلمہ فی الارض آیا ہے اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے یہ کلمہ اور نہیں آیا صرف اسی آیت میں اسی مضمون بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے آیت کا معنی یہ ہے:-

فان یتولوا ینک خیرا لہم وان یتولوا فمالہم (توجہ) پس اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ بات ان کے لئے بہتر ہوگی  
فی الارض من ولی ولا نصیرہ | اسی طرح منہ موڑے رہیں گے تو اب ان کے لئے زیور



نکوئی درست ہے اور نہ کوئی مارگار۔

یعنی منہ سے کلمہ کفر کہنے والوں اور دین اسلام کے خلاف ناکام سازش کرنے والوں نے اگر توبہ کر لی مسلمان ہو گئے تو خیر ورنہ اب ان کے لئے زمین میں کوئی جائے پناہ نہیں۔ اب ان کو کوئی قانون نہیں بچا سکتا۔ یعنی وہ اب غیر محفوظ الدم ہیں۔ اسی کی تفسیر میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من بدل دینا فاقتلوا جو دین اسلام کو بدل ڈالے (مرتد ہو جائے) اس کو قتل کرو اور اسلامی حکومت کہ اس کو ختم کر ڈالے۔

معارف قرآنی کا باب بڑا ہی وسیع ہے جس قدر قرآنی تلاوت اور کلام اللہ سے دلی تعلق اور ذوق ایمانی پیدا ہوگا اسی قدر معارف قرآنی سے ذہن منور ہوتا جائے گا اور یہی مطلب تدریسی القرآن کا ہے اور اسی سے کلام اللہ کی جامعیت اور عظمت دلوں پر اثر انداز ہو جاتی ہے اس کی وضاحت میں ایک اور مثال درج کی جاتی ہے۔ قرآن حکیم نے سورہ النحل میں نسخ آیات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ نسخ آیات ہدیٰ و بشریٰ للسلیمان ہے۔ اور دوسری بعض آیات میں قرآن مجید کو ہدیٰ و بشریٰ للمؤمنین، شفاء و رحمة للمؤمنین فرمایا۔ اس کی حکمت اور فائدہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی ان آیات میں نسخ ہوا ہے جن کا تعلق عمل سے ہے اور عمل کی حیثیت سے اسلام کا لفظ ہی زیادہ مناسب ہے لیکن عقیدہ کے لحاظ سے لفظ ایمان مناسب ہے کیونکہ عقیدہ یقین کا نام ہے اور عقائد میں نسخ نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔

## لغات القرآن

اس عنوان سے مراد نہ صرف قرآنی الفاظ اور کلمات کا معنی جاننا یا متعین کرنا ہے بلکہ یہ مفہوم اپنی وسعت کے اعتبار سے ان تمام قواعد اور ضوابط پر مشتمل ہے جن کا فہم قرآن کے لئے جاننا ضروری ہے جسے ہماری اردو کی اصطلاح میں قواعد یا گرامر کہہ سکتے ہیں۔ ان قواعد اور ضوابط کو اساس بنانے بغیر قرآن کی تفسیر کرنا درست نہ ہوگا اس پر علماء سلف و خلف کا اجماع ہے حتیٰ کہ سید احمد خان

علیگڈھی نے بھی لکھا ہے :-

بلاشبہ ہم اس امر میں مجبور ہیں اور بجز اس کے کہ قرآن مجید کے معنی قرار دیتے ہیں موجودہ لغت کی کتابوں اور علم ادب کی کتابوں کی طرف رجوع کریں اور کچھ چارہ کار نہیں!

(دیباچہ تفسیر ص ۱۵۱)

فرقہ اہل قرآن کے بانی عبداللہ چکرا لوی کو بھی اعتراف ہے کہ :-

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مبین عربی مبین میں نازل ہوا ہے اس کا فہم حاصل کرنے کے لئے عربی مبین کا لحاظ رکھنا از بس ضروری ہے۔ فضول تاویلیں کرنا اور صاف صریح ترجموں کو خواہ مخواہ بدلنا قرآن کریم کو بیاڑیچہ اطفال بنانا ہے۔ (بیان للناس ص ۱۲۵)

اس کی یہاں ایک مثال درج کی جاتی ہے مادُّ عُوَا ماضی منفی کا صیغہ ہے، نہیں بلائے گئے وہ۔ لیکن جب اس پر اذاکا حرف داخل ہوگا تو یہ ماضی منفی مثبت بن جائے گی اِذَا مَادُّ عُوَا کا معنی ہوگا جب ان کو بلا یا جائے۔ اس لئے اس باب میں لغت اور تمام متعلقات کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے جن کا سمجھنا ایک مترجم اور مفسر کے لئے از بس ضروری ہے۔

فائدہ! جس طرح قرآن مجید کو اپنی ترتیب اور طرز ادا میں خصوصی ممتاز مقام اعجاز حاصل ہے، اسی طرح لغت قرآنی کو بھی ممتاز اعجازی مقام حاصل ہے۔ لغت القرآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی لغت کو سمجھا جائے اور قرآنی لغت کو امام الکلام کا درجہ دیا جائے اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآنی ارشادات کو بندوں کے کلمات سے حل کیا جائے یہی وجہ ہے کہ :-

عربوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد لغت عرب میں کسی بھی اندراج لغت کو روک دیا تھا ان کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ جب قرآن مجید جیسا مجموعہ فصاحت و بلاغت نازل ہو چکا ہے اب مزید کسی لغت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ (الفہرست ص ۱۱) اب لغت قرآن مجید کو اسلام میں دینی اعتبار سے مرکزی حیثیت اور مقام حاصل ہے جیسا کہ امام ارباب لغت القرآن امام راغب اصفہانی نے کہا :-

قرآن کریم کے الفاظ لغت عرب کا مغز اور اس کا پچوڑ ہیں، ان ہی پر فقہاء اور حکام نے اپنے  
فیصلوں کی بنیاد رکھی (مقدمہ ص ۱)

بلکہ نزول قرآن مجید کے بعد بلاغت اور فصاحت کا معیار بھی کلام اللہ ہی رہ گیا جناب سعید  
بن المسیب رضی اللہ عنہ نے جب عرب کے مشہور شاعر ابن ابی ربیعہ کا یہ مصرعہ سنا  
وغاب قمیو کنت اھوی غروبہ تو اس پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا:-

اللہ شاعر کو مارے اس نے اس کلمے کو مصغر کر دیا جس کو قرآن نے مکبر فرمایا یعنی قرآن میں تو قرآن آیا ہے  
مگر اس شاعر نے اس کو تمیز کہہ دیا۔ (اعراب القرآن ص ۱)

چنانچہ مشہور امام نحو و لغت عبد الملک بن قریب معروف بہ اصمعی م ۲۱۷ھ سے جب قرآنی آیات  
کی تفسیر پوچھی جاتی تو آپ لغوی بحث کرتے ہوئے یہ فرماتے:-

"عرب اس کا معنی یوں کرتے ہیں اور یوں۔ مگر قرآن اور حدیث میں اس سے کیا مراد ہے یہ میں  
نہیں جانتا"

یہی وجہ ہے کہ نزول قرآن مجید کے بعد خود عربوں نے بھی صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ہی کو حجت  
سمجھا اور اس کی وجہ امام لغت ابن قتیبہ اور مفکر اسلامی ابن خلدون نے یہ بتائی ہے کہ:-

ترجمہ:- سلا عرب قرآنی معارف اور الفاظ غریبہ اور متشابہات کے سمجھنے میں برابر نہیں بلکہ  
ان میں سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں۔ اس لئے عربوں کو (بھی) قرآن دانی کے لئے صرف

لغت عرب ہی کا جان لینا کافی نہ تھا بلکہ وہ بہت سے مسائل میں بسا اوقات ان ارشادات کے

محتاج ہوتے جو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے توقیفی طور پر ثابت ہوں، جیسا کہ

عسٰی کا کلمہ عربی زبان میں کسی کام کے یقینی وقوع کے لئے نہیں آیا۔ مگر قرآن مجید میں جہاں بھی عسٰی

کا کلمہ آیا ہے وہ کام واقع ہو گیا صرف سورہ تحریم کی آیت مذکورہ عسٰی کا وقوع نہیں ہوا اس لئے

یہاں مشروط تھا جس کا مطلب یہ کہ اگر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو طلاق کر دیتے تو ان

سے بہتر آپ کے عقد مبارک کا شرف حاصل کر لیتیں مگر چونکہ آپ نے ان کو طلاق نہ دی اس لئے جزاء واقع

نہ ہوئی۔

ایام اللہ کا لفظی معنی عربی زبان میں اللہ کے دن ہیں مگر قرآن حکیم میں ان سے مراد قوموں کی عہد اور دولت کا زمانہ مراد ہے اس کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

لَعَلَّ کلمہ عربی زبان میں شاید کے معنی ہیں آتا ہے جس میں شک ہوتا ہے۔ مگر کلام خداوندی میں اس کا معنی یقین ہی کا لیا جاتا ہے جیسا کہ نافرمان کی موت کے وقت اس کی دلی خواہش کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا:-

قال رب ارجعونی لعلی اعمل صالحا فیماترکت (ترجمہ) کہے گا اے میرے رب مجھے لوٹا دیجئے تاکہ میں نیکی کا کام کروں (المومنون ۹۹) اس مال میں جو میں نے چھوڑا ہے۔

علمائے تفسیر نے فرمایا ہے کہ سارے قرآن مجید میں لعل کا کلمہ یقینی سبب کے لئے آیا ہے صرف سورۃ الشعراء کی آیت ۲۹ میں تشبیہ کے لئے آیا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے۔

وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون (ترجمہ) اور بناتے ہو تم کارگیری کی عمارتیں جیسا کہ تم نے ہمیشہ رہنا ہے۔

احزاب کا لفظی معنی حزب کی جمع گروہ ٹولہ خواہ وہ نیکیوں کا ہو یا بدوں کا۔ لیکن قرآن مجید میں اس سے مراد منکروں کا وہ ٹولہ ہے جس نے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور مخالفت کی۔ ارشاد قرآنی ہے

لما دای المرون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا (ترجمہ) اور جب دیکھا مومنوں نے کفار کی جماعتوں کو کہا یہ تو وہ اللہ ورسولہ (الاحزاب ۲) ہیں جن کا وعدہ کیا ہمارے ساتھ اللہ نے اور اس کے رسول نے

کذبت قبلہم قوم نوح و عاد و فوعون ذوالاوتاد و ثمود و قوم لوط و اصحاب الایکت اولیک الاحزاب (ص ۱۳۱ و ۱۳۲) ترجمہ جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے اور عادوں نے اور میخوں والے فرعون نے اور ثمودیوں نے اور لوط کی قوم نے اور جھنڈ والوں نے یہ سب کے سب کافروں کے گروہ ہیں۔

اصاب کا لفظی درست کیا صواب سے بنایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں زیادہ تر مصیبت کے پہنچنے اور پہنچانے کے معنی میں آیا ہے فرمایا فَاَصَابَهُمُ (النمل ۳۴) ہود ۸۱) اسی طرح اخذ کا لفظی معنی پکڑنا۔ پکڑا ہے۔ مگر قرآنی ارشادات میں اگر مطلقاً اخذ کا کلمہ آیا ہے تو اس کا معنی عذاب ہلاکت ہے

عون کے متعلق فرمایا فاخذہ اللہ (المنازعات ۲۵) اور اس کے ساتھ لاگر ذنوب کا ذکر ہو تو مراد  
صرف عذاب ہے ہلاکت نہیں۔

تفقہ کا لفظی معنی مطلقاً خرچ کرنا ہے مگر قرآن کریم میں اس کلمہ سے مراد انفاق فی سبیل اللہ ہے یا وہ  
خرچ جو حکم خداوندی کے مطابق ہو۔

مطر سے عرف اور لغت میں بارش ہے مگر قرآنی ارشادات میں اس سے مراد تپسروں کی وہ بارش  
یا فرمانوں پر ہوئی ارشاد قرآنی ہے۔ **وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا** (اعراف ۶۷) اور ہم نے ان پر خاص  
بارش برسائی (تپسروں کو کیا)

**وَلَدٌ** کا معنی عربی زبان اور عرف میں بیٹا ہے مگر قرآنی ارشادات میں اس سے مراد مطلقاً اولاد ہے  
یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ۔ آیت میراث میں فرمایا۔ **وَلَمْ يَكُن لِّكَ وَلَدٌ**

آلم شرک کا لفظی معنی کیا نہیں دیکھا تو نے۔ مگر قرآنی ارشاد میں اس کا معنی کیا نہیں جانتا تو۔ یعنی  
واقعہ اس قدر مشہور ہے کہ باوجود کافی زمانہ گزرنے کے آج تک اس میں کوئی شک نہیں کرتا گویا یہ سب

اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے ہیں۔ فرمایا **المر ترکیف فعل ربك بعاد** (الایۃ الفجر ۶)

ظلم اور ظالم کا لفظی معنی کسی پر زیادتی کرنا، حد سے بڑھ جانا۔ مگر قرآن میں یہ کلمہ اور اس کے سب  
شتتات کا معنی شرک اور کفر ہے فرمایا۔ **ان الشراک لظلم عظیم** (لقمن ۱۳) **والکافرون**

**هم الظالمون** (بقرہ ۲۵۷)

غلام کا لفظی اور عربی معنی تو غلام بمعنی عبد کے ہے مگر قرآن مجید میں یہ کلمہ گیارہ دفعہ آیا ہے سب  
آیات میں اس سے مراد لڑکا ہے۔ غلام کے لئے عربی زبان میں تبادر عبد کا کلمہ ہے۔

رغم کا لفظی معنی گمان کیا ہے۔ مگر قرآنی اصطلاح میں اس سے مراد جھوٹ کہا لیا گیا ہے۔  
مرض کا معنی عام طور پر بدنی بیماری لیا جاتا ہے مگر قرآن مجید اس سے مراد وہ جگہ زنا کی عادت بد  
ہے اور آیات میں اس سے مراد قلبی بیماری تفاق لیا گیا ہے۔

حفظ فرج کا لفظی معنی فرج یعنی شرک گاہ کی حفاظت ہے قرآن کریم میں جہاں حفظ فرج کا حکم

ایا ہے اس سے مراد زنا سے باز رہنے کا حکم ہے البتہ سورہ نور کی آیت ۳ میں حفظ فرج سے مراد ستر عورت ہے یعنی اپنی شرمگاہوں کو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے جس سے مراد ستر عورت ہے۔

ملکوت کا لفظ اللہ ملک کا مبالغہ ہے مگر اس سے مراد صرف ملک ہی ہے۔ ساری کائنات کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ کلمہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

یوم کا لفظ عربی زبان میں دن کے لئے آتا ہے مگر قرآن مجید میں اس سے اکثر آیات میں یوم قیامت ہی سے مراد ہے چند آیات میں دنیاوی زندگی بھی مراد ہے جیسا کہ سورہ النمل میں وهو ولیہم الیوم میں اس یوم سے مراد دنیا کی زندگی ہے یا سورہ المائدہ میں الیوم املتکم میں لفظ یوم سے مراد وہ خاص دن یا سیدو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے مراد ہے۔

عرض کا معنی جسم میں طول کے مقابل آتا ہے مگر قرآن حکیم کی سورہ الحدید آیت ۲۱ میں مطلقاً وسعت کے لئے فرمایا وجنة عرضها السموات والارض (ترجمہ) اس جنت کے لئے کوشش کرو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جنتی ہے۔

اسی قاعدہ کے ضمن میں وہ کلمات قرآنی بھی ہیں جن کے معانی شریعت اسلامیہ نے مقرر کر دیے ہیں اب ان کو شرعی لغت سے ہٹا کر لسانی لغت میں سمجھنا اور سمجھانا تکریف ہوگی۔ باب عقائد میں ایمان اسلام، کتاب، ملائکہ، جنت، نار وغیرہ اور باب عبادات میں صلوة، زکوٰۃ، صوم، حج، طواف، سعی، رکوع، سجود وغیرہ اور عائلی احکام میں رضاعت، حمل، نکلح، طلاق، عدت وغیرہ۔ جملہ کلمات قرآنیہ کی تفسیر اسی ضابطہ سے ہوگی جو شائع اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس قرآنی کلمات کا ترجمہ کرتے وقت قرآنی طرز انشاء کا لحاظ ضروری ہے۔ مثلاً قرآن مجید خیر کا کلمہ پنجابی خیر یا فارسی خیر کا کلمہ نہیں کہ کرنا نہ کرنا برابر ہے بلکہ قرآن مجید کا کلمہ خیر شہر کا مقابل ہے جس کا معنی ضروری ہوگا۔

(ب) متقارب المعنی کلمات کا فرق۔ قرآن حکیم میں بعض کلمات ایسے ہیں جو بظاہر متقارب المعنی

معلوم ہوتے ہیں مگر ان کے معانی اور مصداق میں کافی فرق ہے جیسا کہ  
لفظ و کذا اور مؤنود بظاہر ایک ہی معلوم ہوتے ہیں لیکن ان میں فرق ہے ولد کا اطلاق تو مطلقاً  
اولاد پر ہوتا ہے۔ بیٹا، پوتا الی آخرہ اس میں شامل ہے مگر مولود کا اطلاق صرف اپنی اولاد یعنی بیٹے  
اور بیٹی پر ہوگا۔ فرمایا و علی المولود لہ ذقہن و کسوتہن یا لمعروف (بقرہ ۲۳۳)  
ضرر اور اذی بظاہر ایک ہی نظر آتے ہیں۔ مگر ضرر سے مراد عموماً وہ دکھ اور تکلیف ہے جس کا  
اثر انسانی بدن پر ہو جیسا کہ اندھے اور لنگڑے کو فرمایا اولی الضرر (النساء ۹۵) اور اذی  
سے مراد وہ تکلیف اور دکھ لیا جاتا ہے جس کا حملہ دل و دماغ پر ہو فرمایا لن یضرکم الا اذی  
(آل عمران ۱۱۱) یہ کافر تم کو صرف ذہنی کوفت ہی پہنچا سکتے ہیں۔

بخس اور نقص دونوں ایک معلوم ہوتے ہیں مگر بخس کا معنی کھوٹ یعنی کیفیت میں کمی جیسا کہ  
فرمایا کہ برادران یوسف علیہ السلام نے حضرت یوسف کو گئے ہوئے کھوٹے سکوں کے عوض بیچ دیا تھا۔  
وشرکاً بثمانیہ منجس دراهم معدودۃ (یوسف ۲۰) اور نقص کا کلمہ کمی نقصان بولا جاتا ہے  
جس کو کم تو لٹا کم ناپنا کہا جاتا ہے۔ قوم شعیب علیہ السلام ان دونوں گناہوں کی ترکیب تھی فرمایا:

ولا تنقصوا ملکبیاں واطبیران (ہود ۸۴) ولا تبخسوا الناس اشیاءہم (الشعراء ۱۸۶)  
الباہا والضرء، الباساء کا کلمہ مال میں نقصان اور الضراء کا جانی نقصان کے لئے ارشاد فرمایا۔

عذاب و عقاب اگرچہ یہ دونوں کلمے دنیاوی اور اخروی سزا کے لئے ارشاد فرمائے گئے مگر لفظ  
عذاب عام ہے دنیاوی عذاب کے لئے بھی آیا ہے فرمایا فکیف کان عذابی وندس (القمر) اور اخروی  
عذاب کے لئے بھی آیا ہے فرمایا و قنا عذاب النار (بقرہ ۲۰) لیکن عقاب کا کلمہ عموماً دنیاوی  
عذاب کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے فرمایا فکیف کان عقاب پس کیسے ہوئی ان کی دنیا میں میری

س آئس و نظر بظاہر دونوں دیکھنے کے معنی میں لئے گئے لیکن انس کا معنی باطنی طور پر دیکھنا یعنی  
محسوس کرنا اس کا تعلق دیکھنے والے کے وجدان سے ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر تجلی دیکھتے

ہوئے فرمایا تھا اتنی انست فارا میں نے آگ کو عکسوں کیا اس لئے کہ وہاں دراصل آگ موجود ہی نہ تھی۔  
يَدْخُلُونَ اور يَصْلُونَ - يَدْخُلُونَ کا کلمہ عام ہے جنت اور دوزخ کے داخلہ کے لئے۔ مگر يَصْلُونَ

کا معنی آگ میں جلنے کے لئے داخل ہوں گے۔ فرمایا سَيَصْلَى نَارًا (لہجہ)

پر و تقویٰ کا بظاہر مفہوم ایک ہی معلوم ہوتا ہے مگر پر کا تعلق زیادہ تر نیکی کے کام کرنے کے ایجابی پہلو سے ہے اور تقویٰ کا تعلق زیادہ تر برائی سے بچنے کے ساتھ ہے (واللہ اعلم)

(ج) حرکات اور سکناات کے معمولی فرق سے بھی معانی بدل جاتے ہیں اس لئے مترجم اور مفسر کو

اس قاعدہ کا سمجھنا نہایت ضروری ہے اس قاعدہ کا لحاظ نہ کرنے بعض تبکلف مفسر بننے والوں نے

ٹھوکر کھائی ہے جیسا کہ ایک مترجم نے ثَمَّ اور ثَمَّ کو ایک ہی سمجھ لیا حالانکہ ثَمَّ کا معنی وہاں اور ثَمَّ کا

پھر ہے۔ ایک دوسرے مفسر نے جج میں ذبح ہونے والی قربانی الھدیٰ کا ترجمہ ہدیہ تحفہ کر دیا۔

سینکڑوں غلطیاں کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ نصیب فرماوے۔ اس موضوع کو مفصل سمجھنے

لئے میری کتاب دینی لغات کا مقدمہ ملاحظہ فرماویں۔ یہاں چند کلمات درج کئے جاتے ہیں۔

کلمات	محل ذکر	معانی	کلمات	محل ذکر	معانی
أَبَا (نا)	یوسف ۱۱	باپ	أُولَى	الضحیٰ ۴	پہلی حالت (دنیا)
أَبَا	عبس ۳۱	چارہ گھاس	أُولَى	احزاب ۶	زیادہ حقدار
أَحَقُّ	بقرہ ۲۲۸	زیادہ مستحق حقدار	أَجَلٌ	اعراف ۴۴	وقت مقرر
أَحَقُّ	یونس ۵۳	کیا یہ بات حق ہے؟	أَجَلٌ	المائدہ ۳۲	وجہ۔ سبب
إِفْتَرَىٰ	آل عمران ۹۴	جھوٹ کہا جھوٹ بنایا	بَعْدَتْ	ہود ۹۵	ہلاک ہوئی قوم ثمود
أَفْتَرَىٰ	سبا ۵	کیا جھوٹ کہا اس نے؟	بَعْدَتْ	توبہ ۴۲	دور دراز ہو گئی
إِصْطَفَىٰ	آل عمران ۴۴	چن لیا	جَنَّةٌ	بقرہ ۳۵	باغ۔ جنت
أَصْطَفَىٰ	الصافات ۵۳	کیا چن لیا	جَنَّةٌ	اعراف ۱۸۴	جنون اور دماغی خلل



دوست	فرد ۶۱	صِدِّیق	ڈھال	مجادلہ ۱۶	جِنَّةٌ
تکلیف، بیماری، بلا	الانبیاء ۳۸	ضَرَّ	حمار کی جمع گدھے	المذثرہ ۵	حُمْرٌ
نقصان	المائدہ ۷۶	ضَرَّ	احمر کی جمع لال رنگ والے	فاطر ۲۷	حُمْرٌ
طاقت، استطاعت	النساء ۲۵	طَوَّلَ	پتھر	بقرہ ۶	حَجَرٌ
لمبائی	بنی اسرائیل ۳۷	طَوَّلَ	پناہ - بچاؤ	الفرقان ۲۲	حِجْبًا
تعداد، گنتی، عدت شرعی	توبہ ۳۶	عِدَّةٌ	غم میں ڈالنے والا	التقصیم ۵	حَزَنٍ
تیاری	توبہ ۲۶	عِدَّةٌ	غم - رنج - فکر	توبہ ۹۲	حَزَنًا
شیطان	فاطر ۵	غُرُودٌ	غلطی بلا ارادہ گناہ	النساء ۹۲	خَطَاءٌ
دھوکہ	احزاب ۱۲	غُرُودٌ	بلا ارادہ گناہ کبیرہ	بنی اسرائیل ۳۱	خِطَاءٌ
کافر کی جمع مومنین کا مقابل	بقرہ ۱۰۹	كُفَّارٌ	پیدائش - بنانا	بقرہ ۱۶۴	خَلْقٌ
کاشتکار	الحديد ۲	كُفَّارٌ	پرانی عادت	الشعراء ۳۷	خُلُقٌ
نہیں	ص ۳	لَاتٌ	خوب کوشش اور محنت کرنا	یوسف ۷۵	وَأَبَا
ضرور آنے والا ہے	العام ۱۳۴	لَاتٌ	عادت	آل عمران ۱۱	وَأَبَا
کوئی بھی شہر	بقرہ ۶۱	مِصْرًا	گھروں سے	بقرہ ۲۲۳	رِيَّارٌ
خاص مصر کا شہر	یوسف ۹۹	مِصْرٌ	بے والا	نوح ۲۶	رِيَّارٌ
تکلیف بے چینی	توبہ ۱۲	نَصَبٌ	انسانی روح زندگی	بنی اسرائیل ۸۵	رُوحٌ
بتوں کے تھمان	المائدہ ۳	نُصَبٌ	رحمت	یوسف ۸۷	رُوحٌ
پتہ درخت کا	طہ ۱۲۱	وَرَقٌ	ہموار	طہ ۸۵	سُوًى
چاندی کا سکہ	کہف ۱۹	وَرِقٌ	فعل - ٹھیک بنایا	الاعلیٰ ۲	لَسُوًى
یہودی	بقرہ ۱۳۵	هُودًا	تندرستی، بیماری سے شفا	النحل ۹۶	شِفَاءٌ
ایک نبی علیہ السلام کا نام ہے	ہود ۵	هُودٌ	کنارہ	آل عمران ۱۰۳	شَفَا
			پس پر عمل کرنے والا عمل کا سچا	یوسف ۲۶	صِدِّیقٌ

وہ دیکھ جائیں گے۔  
 وہ دیکھ جائیں گے۔  
 وہ دیکھ جائیں گے۔  
 وہ دیکھ جائیں گے۔  
 وہ دیکھ جائیں گے۔  
 وہ دیکھ جائیں گے۔  
 وہ دیکھ جائیں گے۔  
 وہ دیکھ جائیں گے۔  
 وہ دیکھ جائیں گے۔  
 وہ دیکھ جائیں گے۔

(۵) ایک کلمہ کے متعدد معانی۔ قرآنی الفاظ میں سے ایسے کلمات بھی کثرت سے ہیں کہ ان کے کئی معانی ہیں اور علیحدہ علیحدہ آیات میں ان کے علیحدہ علیحدہ معانی ہی مراد لئے جاتے ہیں اس لئے ان کے سب معانی کا جاننا بھی ضروری ہے اس موضوع کو سمجھنے کے لئے بھی احقر کی مرتبہ دینی لغات کا مطالعہ مفید ہے۔ یہاں چند کلمات درج کئے جاتے ہیں تاکہ قرآنیات کا طالب علم اس کی اہمیت کو سمجھ سکے۔

کلمات	محل ذکر	معانی مراد	کلمات	محل ذکر	معانی (مراد)
إِمَام	الحج ۵۹	راستہ		انفال ۲۴	پیدائش کا حکم
	بقرہ ۱۲۷	پشوا راہ نا		آل عمران ۱۵۴	فتح و نصرت
أُمَّة	بقرہ ۲۱۳	ایک گروہ جماعت		المائدہ ۹۵	گناہ
	یوسف ۲۵۵	مدت عمر	بِئَاء	الصافات ۱۰۳	آزمائش
أَمْر	توبہ ۲۸	دین اسلام		انفال ۱۵	بدلہ
	ہود ۲۱	بات، حکم		بقرہ ۲۹	نصیبت
	۲۲	عذاب		الذخیر ۳۳	نعمت
	ال عمران ۴۷	حضرت مسیح علیہ السلام	بَعِثْرَة	القیامۃ ۱۷	دیکھنے والا زیادہ باخبر
	انفال ۲۲	بد میں کفار کا قتل		یوسف ۱۰	سمجھ، یقین
	توبہ ۲۲	فتح مکہ	تَقِيًا	مریم ۱۵	پرہیزگار
	بقرہ ۱۰۹	بنو قریظہ کا قتل بنو نضیر کی بطلانی		۶۳	ڈرنے والا
	النمل ۷	قیامت	ثَانِي	توبہ ۲	دوسرا
	الم السجدہ ۵	وحی		الحج ۹	پھرنے والا
	یونس ۶	قضا احکام	جَبَّار	الذریات ۲۵	زبردستی کرنے والا

الحشر ۲۳	غلطی کو درست کرنے والا	ضلال	الجمہ ۲	گمراہی
الرحمن ۲۱	گرم پانی	تعمیر	یوسف ۹۵	غلطی، تافہمی
حم السجدہ ۳۲	دلی دوست	تعمیر	یوسف ۳۰	عزیز، مصر
الشعراء ۱۹	جانب مخالف		الحشر ۲۳	اللہ تعالیٰ کا وصفی نام
بنی اسرائیل ۷۶	بعد پیچھے		ہود ۹۱	غالب
مریم ۲۱	پوشیدہ آہستہ		توبہ ۲۸	گراں
الثوری ۲۵	ذلیل		الدخان ۲۹	متکبر
بنی اسرائیل ۸۵	جسم کا روح حیات	فلک	ہود ۳۷	کشتی
قدر ۷	جبریل امین		النمل ۱۷	کشتیاں
ص ۷	پھونکنا	قواعد	النمل ۲۶	بنیاد، اساس
بقرہ ۳۵	بیوی		النور ۶	قاعدہ کی جمع پورھی عورتیں
۲۳	خاوند	کلمہ	النساء ۱۱	حضرت مسیح علیہ السلام
ق ۷	جوڑہ، ہمجنس		الزحرف ۲۸	کلمہ شہادت
بقرہ ۶۲	آسمان		اعراف ۳۷	بنی اسرائیل کی فتح فرعون پر
۲۲	بلندی		توبہ ۱۱	لا الہ الا اللہ
الحج ۱۵	چھت		ہود ۱۱۹	کفار کا داخلہ جہنم
فاطر ۳	قدر دان شکر قبول کرنے والا (اللہ تعالیٰ)		توبہ ۲	مشرکوں کا دین اور نظریہ
بنی اسرائیل ۲۱	شکر کرنے والا (بندہ)		المومنون ۹۹	کلام حسرت بوقت موت
بقرہ ۶۲	نیک کام، نیکی	مومن	یوسف ۷۱	ماننے والا
اعراف ۱۸۹	سالم، کامل		الحشر ۲۳	امن دینے والا
۷۵	ایک نبی کا نام ہے علیہ السلام		الم السجدہ ۱۸	ایمان والا

وراء	الدبر ۹	پیچھے
	الموزون ۱۰	آگے
	موراء ۱۱	پوتا
وارد	مریم ۱۲	داخل ہونے والا
	یوسف ۱۳	پنہارا
یَفْرَقُونَ	توبہ ۱۴	ڈرپوک بنتے ہیں
یُفْرَقُونَ	بقرہ ۱۵	جدائی فالتے ہیں

واللہ اعلم

(۵) صلہ کے بدلنے سے معنی کی تبدیلی۔ قرآن حکیم میں بعض ایسے کلمات بھی ہیں جن کے معانی صلہ کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ اس لئے ترجمہ اور تفسیر کے لئے ہر کلمہ کے بعد آنے والے صلہ کا معلوم کرنا ضروری ہے جیسا کہ قرآنی ارشادات کے لئے سیاق و سباق کا جاننا ضروری ہے مثلاً (۱) لفظ قول اور اس کے جملہ مشتقات کا معنی کہنا ہے۔ لیکن جب ان کے بعد حرف استفہام آ جائے گا تو اب معنی پوچھنا۔ سوال کرنا ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا قل هو اللہ احد (اخلاص) آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ یکتا ہے لیکن جب اس کے بعد ہمزہ استفہام کا آیا جیسا کہ فرمایا قل انتم اعلم امر اللہ (بقرہ ۱۷۰) آپ ان سے پوچھئے کیا تم بہتر جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ۔ ولقولون متی هذا الوعد ان کنتم صادقین (المائدہ ۲) اور پوچھتے ہیں یہ قیامت کا وعدہ کب آئے گا۔ اگر تم سچے ہو (۲) توبہ اور اس کے مشتقات کا صلہ اگر الی ہو یا بغیر صلہ کے ہوں تو معنی گناہ سے نافرمانی سے اطاعت کی طرف لوٹنا، رجوع کرنا اس کا موصوف بندہ ہوگا حتیٰ اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الان (النساء ۱۸) (ترجمہ) حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے پوچھتی ہے تو کہتا ہے میں نے اب توبہ کی۔ قال سبحانک تبت الیک (اعراف ۱۷۳) کہا موسیٰ علیہ السلام نے تو پاک ہے میں نے توبہ کی تیرے حضور۔ لیکن جب اس کے بعد علی کا کلمہ آجائے تو اب اس کا موصوف

خداوند قدوس کی ذات ہوگی اور معنی ہوگا ناراضگی سے رحمت کی طرف لوٹنا فرمایا فتاب علیہ (بقبر) ۳۷  
 اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی توبہ قبول کی یعنی اپنی ناراضگی سے رجوع کر لیا۔ رحمت کی طرف۔  
 (۳) اگر اولیٰ کے بعد با کا حرف ہوگا تو معنی زیادہ حقدار، زیادہ مستحق، زیادہ بہتر فرمایا۔  
 النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم (احزاب ۳۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں پر  
 زیادہ حق رکھتے ہیں ان کی جانوں سے بھی۔ لیکن جب اس کے بعد لاہر آجائے گا تو معنی ہلاکت اور زیادہ  
 ہوگا۔ فرمایا فاویٰ لہم (محمدیہ ۲) سو ہلاکت ہے ان کے لئے۔ اولیٰ لک فاویٰ لک ثم  
 اولیٰ لک فاویٰ (القیۃ ۳۷ تا ۳۵) سو خرابی ہے تیرے لئے خرابی پر پھر خرابی ہے تیرے لئے  
 خرابی پر۔

(۴) رغبت اور اس کے مشتقات کے بعد اگر عن کا کلمہ آجائے تو معنی ہے اعراض کرنا منہ پھیرنا اور  
 اگر الیٰ آجائے تو معنی ہے رجوع کرنا۔ محبت اور رغبت کرنا۔ فرمایا۔ ومن یرغب عن ملتہا براہیم  
 الامن سفہ نفسہ (بقبر ۱۳) اور ملت ابراہیمی سے وہی منہ موڑتا ہے جو اپنے بھلے سے  
 بے خبر ہو۔ والیٰ س بک فارغب (الم نشرح ۷) اور اپنے رب کی طرف دل لگا۔

## متعلقات جملہ کا حذف

قرآن مجید میں حذف و ایجاز بھی پایا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رب العالمین کے  
 مختصر سے ارشادات میں معارف اور حکمت کے دریا سموئے ہوئے ہیں۔ اس موضوع پر علماء کرام  
 نے کافی کتابیں لکھی ہیں۔ علامہ عبدالعزیز بن عبدالسلام م ۴۶۰ھ کی کتاب کتاب الاشارہ اگرچہ  
 مختصر ہے مگر بڑی جامع اور مفید ہے جیسا کہ

(۱) دو متکلموں کے کلام کو یک جا کر دیا فرمایا ولا یحزفک قولہم ان العزۃ للہ جمیعاً (یوسف ۶۵)  
 اس ارشاد میں کافروں کا قول ذکر نہیں۔ ان العزۃ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ اور ان کے قول کا جواب  
 ہے ترجمہ یہ ہے۔ اور آپ کے خلاف کافروں کا کہنا آپ کو غمناک نہ کرے۔ بیشک عزت سب اللہ ہی

کی ہے۔ فرمایا۔

قالوا ماذا قال ربکم قالوا الحق (السیامۃ ۱۳) وہ فرشتے ان سے پوچھیں گے کیا کہا تمہارے رب نے کہیں گے کہا اس نے حق۔ یہاں الحق سے پہلے قال مخذوف ہے۔

(۲) شرط کا ذکر نہیں فرمایا اور مشروط کا ذکر فرمایا جیسا کہ مشرکوں کی بت پرستی کو بیکار ثابت کرتے ہوئے فرمایا۔ اوینفعونکم اویضرون۔ (الشعراء ۲۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی کی بہبود کی سمجھائی کیا یہ معبودات باطلہ تم کو نفع دیتے ہیں۔ اگر تم ان کی عبادت کرو یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر ان کی عبادت چھوڑ دو۔ یہ جلی عبارت بطور شرط کے ہے جس کا ذکر کلام میں نہیں فرمایا۔

(۳) بعض متعلقات مخذوف ہوتے ہیں جیسا کہ انار اور زیتون کے متعلق فرمایا والرویتون والرمالین نقشابہا وغیر نقشابہ (انعام ۱۴۱) زیتون اور انار آپس میں ملتے جلتے بھی ہیں اور نہیں بھی ملتے جلتے یعنی پتوں کی ساخت اور رنگت میں تو زیتون اور انار ایک جیسے ہیں۔ مگر پھل کی کیفیت اور مزہ وغیرہ میں نہیں ملتے جلتے۔ کفار کے متعلق شیطان کے وساوس اور اس کی راہ نمائی کا ذکر یوں فرمایا۔ فزینوا لہم ما بین ایدینہم وما خلفہم (حم السجده ۲۵) پس شیطان نے ان کی نظر میں خوبصورت کر دکھایا جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ یہاں پر ما سے مراد مخذوف ہے اور وہ ما بین ایدینہم سے دنیاوی لذت اور مسترتیں اور خواہشات نفس اور ما خلفہم سے مراد قیامت کا انکار یعنی ان کو قیامت کا انکار لذت محسوس ہوتا ہے۔

(۴) بعض جگہ پورا فعل مخذوف ہوتا ہے جیسا کہ سورہ مریم ۷ میں فرمایا۔ یا ذکر یا انا نبشک بغلام ناسما یحییٰ اس سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ہے کہ اے اللہ مجھے پاکیزہ اولاد عطا کر اس کا یہ آیت جواب ہے تو یہاں پر قال یا قلنا مخذوف ہے۔ اسی طرح اس کے بعد والی آیت یحییٰ خذ الكتاب بقوة سے پہلے بھی فعل مخذوف ہے نقول لہ ہم اس سے کہیں گے۔

(۵) بعض آیات کی ابتداء جملہ شرطیہ سے ہوتی ہے مگر حرف شرط ذکر نہیں ہوتا (اس کے لئے عربی زبان

کے قاعدہ کو سمجھنا ضروری ہے ورنہ ترجمہ درست نہ ہوگا) جیسا کہ فرمایا:-

قاتلوهم يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِيهِمْ وَ  
يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ  
وَيُنْهَبُ غِيظَ قُلُوبِهِمْ

(توبہ ۱۴ و ۱۵)

ہاتھوں اور ان کو ذلیل کر کے گا اور تمہاری ان کے مقابلہ پر  
مدد فرمائے گا اور مؤمنوں کے دلیلیں کو سکون بخشنے گا اور ان کے  
دل کے غصے کو دور کر دے گا۔

آیت مذکورہ بالا میں پانچ باتوں کا ذکر فرمایا مگر یہ پانچ موقوف ہیں مسلمانوں کے جہاد اور قتال پر اگر  
مسلمانوں نے کافروں کے ساتھ دین کے لئے جہاد کیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا اگر جہاد نہ کیا تو یہ نتائج نہ  
نکلے گا۔ ان پانچوں فعلوں پر جزم بطور جزا کے ہے۔ اور قاتلو قائم مقام شرط کے ہے یا جیسا کہ حضرت  
مریم علیہا السلام سے فرمایا:-

وهزى اليك بمجزع النخلة تساقط عليك (توجد) اور ہلا تو اپنی طرف بکھور کے تنے کو گرائے گا تجھ پر تازہ  
رطباً جنياً (مریم ۲۵) | بکھوریں۔

تساقط پر جزم ہے بوجہ جزا ہونے کے۔ اگر تو نے تنے کو نہ ہلایا تو بکھوریں نہ گریں گی۔

(۶) بعض آیات میں مفعول مخذوف ہے اور اس کا حذف اس لئے ہے کہ وہ متبادر اور معروف ہے  
اس لئے فعل اور فاعل کا ذکر تو کر دیا مگر مفعول کا ذکر نہیں فرمایا جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے:-

واذا اردنا ان نهلك قريئاً امرنا متوفئها (توجد) اور جب ہم چاہتے ہیں ہلاک کرنا کسی بستی کو حکم دیتے ہیں  
وہاں کے پیش پسندوں کو۔ (بنی اسرائیل ۱۶)

کس بات اور کس کام کا حکم دیتے ہیں اس کا یہاں ذکر نہیں فرمایا اس لئے اللہ تعالیٰ جس بات کا حکم  
دیتے ہیں وہ ظاہر ہے کہ یہی حکم اور فرماں برداری ہی کا حکم ہوتا ہے اس لئے اس کو ذکر نہیں فرمایا  
فائدہ! اسی آیت میں اس کے بالکل متصل جو ارشاد خداوندی ہے ففسقوا فیہا یہ قاف  
جزا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فسق اور نافرمانی کا حکم دیا تھا بلکہ یہ تو اس کا نتیجہ اور رد عمل ہے اللہ تعالیٰ  
نے حکم دیا اطاعت کا اور انہوں نے فسق کی راہ اختیار کر لی۔

(۷) بعض دفعہ فعل اور متعلقات فعل میں طویل سلسلہ چلا جاتا ہے مگر اعراب بات اور دوسری علامات اسی طرح موجود رہتی ہے جیسا کہ سورۃ الجمعہ آیت ۲۰ و ۲۱ میں ارشاد فرمایا :-

هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا (ترجمہ) اسی اللہ نے امیوں میں رسول بھیجا جو ان میں سے ہے  
 عليهم ايتة ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة  
 وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين و اخيرين لما  
 يلحقوا بهم وهو العزيز الحكيم  
 پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور  
 ان کو کتاب اور دین کی سمجھ سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے  
 کھلی گمراہی میں تھے اور یہی نبی پھیلوں کے لئے بھی مبعوث  
 ہے جو ابھی تک ان سے نہیں ملے اور اللہ تعالیٰ غالب،  
 حکمت والا ہے۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سب کے لئے ہے حاضرین کے لئے بھی اور آخرین کے لئے بھی۔  
 آخرین کا عطف امیہ میں ہے اس لئے فی کی وجہ سے آخرین کا کلمہ بھی مجبور ہے۔  
 تینویہ۔ اگر یہ کہا جائے کہ آخرین کا تعلق کسی محذوف کلام کے ساتھ ہے اور یہ کہا جائے بعد  
 لوگوں کو آپ پر نازل کرو وہ کتاب پاکیرہ بتاتی ہے تو اس سے آپ کی نبوت عامہ اور ختم نبوت  
 پر اثر پڑے گا۔ قرآن مجید نے آپ کو ساری کائنات انسانی کے لئے مبعوث فرمایا۔

قل يا ايها الناس اني رسول الله اليكم جميعا  
 (اعراف ۱۵۸)  
 آپ فرمادیں گے! اے لوگو میں تم سب کی طرف  
 اللہ کا رسول ہوں۔

(۸) بعض دفعہ پورا فعل ہی حذف ہوتا ہے جیسا کہ سورہ الدھر کی آیت ۱ میں فرمایا :-

انا هدینہ السبیل اما شاكر اذ امانا كفورا (ترجمہ) بے شک ہم نے انسانوں کو راہ دکھایا مگر وہ یا تو شاکر بنا اور  
 کفور بن گیا۔

اس آیت میں اما شاكر اذ امانا کا فعل اور فاعل دونوں محذوف ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا  
 اس کو سمع اور بصر عنایت فرمائی اسی طرح اس کو راہ راست بتایا مگر انسان نے دنیا میں آکر بعض  
 توراہ ہدایت اختیار کر لی اور وہ عجب دشکور بن گئے اور بعض نے راہ ضلالت اختیار کر لی۔ اور



عبد کفور بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو جزا بتایا وہ راہ ہدایت ہے جیسا کہ سورہ تغابن آیت ۲ میں فرمایا  
 هو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا تمہاری پیدائش دینِ فطرت  
 پر ہے فطرۃ اللہ الّتی فطّر الناس علیہا الذیوم <sup>۱۳۱</sup> لیکن تم میں سے کوئی تو کافر بن گیا اور کوئی مومن رہا  
 اس کی وضاحت کے لئے چند مثالیں درج ہیں :-

مذکور	مراد
<p>هو لاء الذین اقسمتہم لاینالہم اللہ برحمۃ اذخلوا              الجنة لا خوف علیکم ولا انتم تحزنون (اعراف) <sup>۴۹</sup>              فقال لہم رسول اللہ ناقة اللہ وسقیہا              (والشمس) (۱۳۷)              وما ارسلنا من نبی الا اخذنا اہلہا بالباہر              والضراء (اعراف) (۹۷)</p>	<p>ادخلو سے پہلے جملہ محذوف ہے نقول لہم اذخلوا الجنة              ان سے ہم آج کہتے ہیں کہ جنت میں بے خوف و خطر داخل ہو جاؤ              فاقہ اللہ سے پہلے محذوف ہے ذم وفاقہ اللہ              چھوڑ دو اللہ کی اونٹنی کو اور اس کے پینے کو              الا اخذنا سے پہلے فعل فکذ یو محذوف ہے یعنی              انہوں نے جھٹلایا تو عذاب کا شکار ہوئے۔</p>

## اشارہ و اشارہ

قرآن مجید میں ضمیر اور اسماء اشارہ بھی آئے ہیں جن کا مرجع اور مشار الیہ جانتا ترجمہ کے لئے نہایت  
 ہی ضروری ہے۔ یہاں چند قواعد ذکر کئے جاتے ہیں :-

(۱) ضمیر کا مرجع عموماً ضمیر سے پہلے ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا ذلک الكتاب لا یب فیہ (بقرہ ۲) اس کتاب  
 میں کوئی شک اور شبہ نہیں لیکن بعض دفعہ مرجع بعد میں بھی آجاتا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۸۴ میں فرمایا  
 وعلی الذین یطیعونہ فدیۃ طعام مسکین ان لوگوں پر جو طاعت رکھتے ہوں کھانا کھلانے کی روزہ کے  
 علاوہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا بھی لازم ہے اس سے مراد صدقہ فطر ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے

ارشاد فرمایا۔

(۲) مرجع نہ پہلے اور نہ بعد میں ذکر ہوا کیونکہ مرجع اور جو ذکر ہو رہا ہے وہ اس قدر متعارف اور مشہور ہے کہ مرجع کے ذکر کے بغیر بھی سمجھ میں آسکتا ہے فرمایا:۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدس  
۵ کامر جہ قرآن حکیم ہے جو اس قدر متعارف ہے کہ اس کا ذکر ہی کلام میں نہ فرمایا

(۳) کبھی کلام میں ضماثر اور مرجع دو یا دو سے زیادہ جمع ہو جاتے ہیں اس لئے ترجمہ میں ان کا سمجھنا ضروری ہے۔ سورہ زحرف آیت ۳۲ میں ارشاد فرمایا۔ وانہم لیصدونہم عن السبیل  
و یحسبون انہم صمدون۔ اس آیت میں تین ضماثر بارزہ آتی ہیں مگر ان کا مرجع جدا جدا ہے پہلی ضمیر کا مرجع شیاطین ہیں۔ اور دوسری کا مرجع کفار ہیں۔ اسی طرح درج ذیل آیت میں مرجع کا متعین کرنا ضروری ہے ورنہ معنی بدل جائے گا۔ ارشاد فرمایا:۔

ثم اودتھا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا (توجد) پھر وارث کو لئے ہم نے کتاب کے وہ جن کو چن لیا اپنے  
فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصدون بندوں میں سے۔ پھر کوئی بندوں میں سے اپنے آپ پر ظلم  
منہم سابق بالخیرات باذن اللہ (الفاطر) کرنے والا ہے اور کوئی ہے ان میں بیچ کی چال پر اور کوئی  
نیکیوں میں بڑھنے والا ہے اللہ کے حکم سے۔

اگر ہم کامر جہ الذین اصطفینا بتایا جائے تو اس سے یہ لازم آجائے گا کہ چنے ہوئے برگزیدہ بند  
انبیاء علیہم السلام کی تین قسمیں ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ بلکہ ارشاد قرآنی کا مقصد یہ ہے کہ جو ب ہمارے چنے  
ہوئے لوگ تشریف لائے تو ان کو قبول کرنے یا نہ کرنے کی حیثیت میں لوگوں کی یہ تین قسمیں بن گئیں۔ اسی  
طرح قرآن مجید کی سورہ یوسف کی آیت میں ارشاد فرمایا:۔ حتی اذا استایس الرسل ووطنوا  
انہم کذبوا۔ اس آیت میں مظلوموں کا ناعمل انبیاء علیہم السلام کی قوم ہے اور ہم کامر جہ انبیاء و کرام ہیں۔  
ترجمہ یہ ہوگا۔

یہاں تک کہ جب نا امید ہو گئے رسول علیہم السلام قوم کے ایمان لانے سے اور قوم نے  
یہ گمان کیا کہ رسولوں کے ساتھ جو وعدہ نصرت کا کیا گیا تھا وہ جھوٹا نکلا۔

(۴) قرآن کریم میں اسم اشارہ قریب ہذا، ہذا بھی آیا ہے اور اشارہ بعید ذلک ذلکما ذلکم بھی آیا ہے مگر عمومی طور پر اشارہ بعید عظمت اور رفعت شان کے لئے آیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔

ذلک الكتاب لا ريب فيه (بقرہ ۲) (توجہ) یہ کتاب ہے جس میں شک نہیں

فذلکم اللہ ربکم الحق (آیات کثیرہ) یہ تمہارا اللہ ہے جو تمہارا سچا اور حقیقی رب ہے

کتاب مجید قرآن حکیم تو قریب ہے اسی طرح رب العالمین بھی اقرب ہے مگر رفعت شان اور عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسم اشارہ بعید لائے۔ یہی وہ علمی نکتہ ہے جس کی بنا پر عزیز مصر کی بیوی کا قول حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں اشارہ بعید کے ساتھ بیان ہوا ارشاد فرمایا

فذلک الذی ملتنی فیہ (یوسف ۳۲) (توجہ) وہ شخص یہی ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے طامت کیا

مگر مصری عورتوں کی نظر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی وہ رفعت مکانی نہ تھی اس لئے انہوں نے یہ کہا۔ ما هذا البشر یہ تو انسان نظر نہیں آتا۔ اسی طرح قرآن حکیم کے اکثر مقامات میں اسم اشارہ قریب بطور تزییل اور تحقیر کے آیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باوجودیکہ تارے، چاند اور سورج آپ سے دور تھے مگر پھر بھی ان پر تنقید کرتے ہوئے ہذا کا کلمہ فرمایا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے بتوں پر تردید کرتے ہوئے فرمایا

ما هذا التماثل التي انتم لها عاكفون (الانبیاء ۵۲) کیا ہیں یہ بتوں کی جنس کے آگے تم جھکتے ہو۔

(۵) اشارہ اور اشارہ الیہ میں عموماً اتصال اور قرب ہوتا ہے مگر بعض دفعہ ان کے درمیان دوسری کلام کسی خاص حکمت کے لئے آجاتی ہے ارشاد فرمایا ہذا افلیذ وقوه حمیم وغساق (ص ۷۵) اس کا ترجمہ یوں ہے۔ یہ ہے کھولتا ہوا پانی اور پیپ سوراں کو چاہیے کہ ان کو چکھیں۔

## قید اور شرط کی بحث

قرآن حکیم کی بعض آیات میں شرط اور قید ہے جن کا ترجمہ میں لحاظ کرنا ضروری ہے جیسا کہ تمحم کی اجازت کو اس شرط کے مشروط فرمایا۔ کہ اگر کوئی بیمار ہو یا پانی نہ پائے تو اس کو تمحم کرنا چاہئے اگر یہ

شرط نہ ہو تو پھر تمجیم کی اجازت نہ ہوگی۔ مگر بعض آیات میں شرط کا ذکر مزید وضاحت کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:-

ولا تکرہوا قتیلتکم علی البغاء ان اردن تحصنا (ترجمہ) مت مجبور کرو اپنی لونڈیوں کو زنا پر جب کہ وہ خود بھی پاکدامنی (فوجہ ۳۳) چاہتی ہوں۔

یہاں حرف ان شرط کے لئے نہیں کہ اگر وہ عصمت نہ چاہے تو کیا پھر ان کو عصمت فروشی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے بلکہ یہ شرط کلام سابق کی مزید تحقیق اور تاکید کرتی ہے ترجمہ یوں ہوگا۔ اور مت مجبور کرو تم اپنی لونڈیوں کو زنا پر خصوصاً ایسی صورت میں کہ وہ خود بھی پاکدامنی کی طالب ہوں۔

اسی طرح بعض آیات قرآنیہ میں بظاہر قید کا ذکر ہے۔ مگر وہ قید شرط کے معنی میں نہیں بلکہ قید موضوعہ کہلائی جائے گی۔ جیسا کہ فرمایا

وربائبکم التی فی حجورکم (النساء ۲۳) ربائب ربیبہ کی جمع ہے ربیبہ اس لڑکی کو کہا جاتا ہے جس کی ماں سے کوئی مرد شادی کر لے اگر یہ لڑکی اپنی ماں کے خاوند کے پاس تربیت نہ پائے تب بھی اس پر حرام ہے۔ اس قید فی حجورکم کا ذکر اس نکاح کی شہادت کے لئے ہے کہ اس نکاح کا ارادہ بہت ہی برا ہے۔ اسی طرح قتل اولاد کو منع کرتے ہوئے فرمایا ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ اطلاق ربیبہ اسرائیل علیہ السلام اور مت قتل کرو اپنی اولاد کو۔ بھوک کے ڈر سے، ظاہر ہے کہ اولاد کا قتل تو ویسے بھی حرام ہے۔ لیکن اس میں اور قباحت بیان فرمائی کہ تم جو باپ ہو کہ اولاد کو بھوک کے ڈر سے قتل کرتے ہو کس قدر بری بات ہے باپ تو اولاد کا مربی اور محافظ ہوتا ہے نہ کہ قاتل اور سفاک۔ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے اس قید کا نام قید واقعی تجویز فرمایا ہے کہ اس وقت اتفاقاً اس طرح کے تھے اس لئے منع کرتے ہوئے اس کا ذکر فرمایا:-



## تمیز اور حال

قرآن حکیم میں بعض ارشادات کے ساتھ حال کا ذکر بھی ہے جس کے لئے واو حالیہ لائی گئی۔ اس کی کئی نظائر قرآن میں موجود ہیں۔ فمن یعمل من الصالحات وهو مومن فلا کفر لہ لسعیہ (الانبیاء ۹۲) اس آیت میں یہ واو حالیہ ہے جو کہ شرط کے معنی میں ہے ترجمہ یوں ہوگا پس جو کوئی نیکیوں میں سے کچھ بھی عمل کرے گا بشرطیکہ وہ مومن ہو۔ (عقیدہ بھی درست ہو) تو اس کے اعمال ضائع نہ ہوں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کے عمل اچھے ہیں پس وہ مومن ہے عقیدہ کی ضرورت نہیں یہ واو ہے اور واو حالیہ ہے۔ اگر وہی مراد ہوتی تو بعض لوگ کہتے ہیں تو یہاں پر فا کا حرف بطور جزا کے ہوتا تو مومن کافر کا کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں اور اس کی یہ سب محنت برباد اور ضائع ہے۔ سورہ الفرقان آیت ۲۳ میں فرمایا:-

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ہباء (ترجمہ) اور جو عمل انہوں نے کئے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے پھر انہیں اُڑتی ہوئی خاک کر دیں گے۔

منشورہ

اسی کی تفسیر اور شرح سورہ نور کی آیت ۳۹، ۴۰ میں یوں فرمائی جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:-  
 ”اور وہ جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے جنگل میں چمکتی ہوئی ریت ہو جسے پیا سا پانی سمجھنا پھر ہانٹک کہ جب ان کے پاس آتا ہے اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ ہی کو اپنے پاس پاتا ہے پھر اللہ نے اس کا حساب پورا کر دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے“

(الآیات)

غزوہ بدر کے متعلق ارشاد فرمایا ولقد نصرکم اللہ بیدر و انتم اذلتم (آل عمران ۱۲۳)  
 ”بے شک تمہاری مدد کی اللہ تعالیٰ نے بدر میں اس حال میں کہ تم کمزور تھے“ غزوہ بدر میں باوجودیکہ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اسباب اور آلات حرب بھی بڑے کم تھے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و ظفر سے نوازا۔

تمیز بعض آیات مجمل ہوتی ہیں ان کی تمیز بھی ساتھ آجاتی ہے۔ فرمایا۔ ومن احسن قولاً حم السجود  
اور کون ہے بہتر بات میں اس سے چونیک عمل بھی کرے اور اس کا اعلان بھی کرے کہ میں مسلمانوں میں سے  
ہوں۔

کافروں کے متعلق فرمایا اولئک شوکافنا یہ کافر برے ہیں باعتبار اپنے ٹھکانے کے (بھی)  
تمیز اکثر اوقات الفاظ میں ذکر ہوتی ہے اور کبھی کبھی ذکر نہیں بھی ہوتی۔ جیسا کہ فرمایا۔ جس عت  
کا خاوند مر جائے اس کی عدت وفات اربعۃ اشہر و عتشل ہے۔ اس آیت میں اربعۃ کی تمیز  
اشہر سے کر دی یعنی چار ماہ مراد ہیں۔ مگر عشر کی تمیز کا ذکر فرمایا۔ اس سے مراد عشرۃ ایام ہیں  
دس دن۔

کبھی تمیز کا ذکر پہلے آجاتا ہے اور تمیز بعد میں جیسا کہ فرمایا کہ جو لوگ حج تمتع کریں ان کو دم تمتع  
بطور شکرانہ کے دینا چاہئے اور اگر قربانی نہ دے سکیں تو پھر دس دن کے روزے رکھیں وہ بھی  
اس طریقہ پر کہ فصیام ثلثۃ ایام فی الحج و سبعتہ اذا سجتہم (بقرہ ۱۹۶) اس آیت  
میں سبعتہ مجمل ہے اور اس کی تمیز ایام ہے جو کہ پہلے گذر چکی۔ تمیز کبھی کبھی کسی کے شک رفع  
کرنے کے لئے بھی آتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا۔

نعبد الہک والہ اباؤک ابراہیم واسمعیل واسحق الہا و احداً (بقرہ ۱۳۳) حضرت یعقوب  
علیہ السلام کے بیٹوں نے اقرار کیا کہ ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادا کے معبود کی عبادت کریں گے۔ اس سے یہ شبہ  
ہو سکتا تھا کہ شاید ان کا معبود علیہ السلام سے فرمایا نہیں الہا و احداً سب کا معبود ایک ہے۔

## مبالغہ اور اسم تفضیل

مبالغہ میں کثرت فی نفسہ ہوتی ہے جیسا کہ علام بہت علم والا۔ یہاں کسی دوسرے کے علم سے  
مقابلہ نہیں فرمایا اور اسم تفضیل میں معنی کی کثرت دوسرے کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسا کہ زیادہ علم من  
نید عمر سے زیادہ علم والا ہے۔ مگر قرآن مجید میں جہاں صفات باری تعالیٰ کا ذکر ہے وہاں نفس وصف کا

ہی ذکر ہے۔ لغت میں بھی بعض الفاظ مبالغہ کے وزن پر ہوتے ہیں مگر ان سے مراد وصفی معنی لیا جاتا ہے جیسا کہ عطار ہر عطر فروش کو کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ بہت زیادہ عطر بیچنے والا اور عربی کا محاورہ ہے۔  
الصيف احر من الشتاء گرمی کا موسم سردی سے زیادہ گرم ہے حالانکہ موسم سرما میں گرمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے یہاں مطلقاً وصفی معنی مراد لیا جائے گا۔ اس قاعدہ کی وضاحت مندرجہ ذیل ارشادات قرآنی سے ہوگی۔ فرمایا۔

وما ريك بظلام للعبيد (ق ۲۹) اس کا ترجمہ یہ نہ کیا جائے گا۔ کہ تیرا رب بندوں پر زیادہ ظلم کرنے والا نہیں بلکہ ترجمہ یہ ہوگا۔ کہ تیرا رب بندوں ذرہ بھی ظلم نہیں کرتا جیسا کہ سورہ یونس آیت ۴۴ میں فرمایا ان اللہ لا يظلم الناس شيئاً بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر ذرہ بھی ظلم نہیں کرتا۔ اسی طرح قرآن کریم میں رب العالمین کی صفت بیان فرمائی۔ فتبارك الله احسن الخالقين (المؤمنون ۱۴۷) تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے حالانکہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ فرمایا هو الله الخالق (الحشر ۲۲) الاله الخلق والامر (الاعراف ۵۴) اللہ تعالیٰ کی ساری تخلیق احسن ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل احسن ہے ارشاد قرآنی ہے احسن كل شئ خلقه (السي ۷) تو رات کے متعلق ارشاد فرمایا و امر قومك ياخذوا باحسنها (اعراف ۱۴۵) اپنی قوم کو حکم دیجئے کہ اس تو رات کے اچھے حکموں پر عمل کریں۔ حالانکہ تو رات اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا سارا کلام احسن ہے۔ شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی (م ۸۵۵ھ) نے فرمایا

۴۷۶ ایسی جگہ اسم تفصیل کا صیغہ لانے سے مراد توضیح اور تشریح ہوا کرتی ہے نہ کہ تفصیل یعنی ج ۲

## نہی اور نفی

فعل نہی کا مطلب کسی کام سے روک دینا ہوا کرتا ہے جو حکم کا معنی رکھتا ہے جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا۔ لا تنكحوا المشركت حتى يؤمنوا (بقرہ ۲۲۱) اور نکاح میں نہ لاؤ مشرک عورتوں کو یہاں تک کہ ایمان نہ لاویں۔ اس آیت میں مشرک کے نکاح سے روکنے کے لئے نہی کا صیغہ لایا گیا۔ مگر فعل نفی کبھی نہی

کا مطلب مجازاً ادا کر دیتا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۱۲۷ میں فرمایا لایزال عہدی الظالمین اس کی تفسیر میں فرمایا گیا کہ یہ فعل نفی حکم میں نہیں کے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو فرمایا کہ میرا یہ عہد ان کو مت دو جو میرے احکام توڑنے والے ہیں۔ اور کبھی اس نفی سے مراد کسی کی عادت بھی ہوا کرتی ہے جیسا کہ بعض علماء تفسیر نے فرمایا کہ سورہ نور کی آیت ۲۳ میں جو ارشاد فرمایا ہے۔

الزانی لاینکر الا زانیتا وھش کہ اس میں لاینکھ فعل نفی کا ہے جس کا ترجمہ یہ ہوگا زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ عورت یا مشرکہ سے مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ زانی اپنی نفسانی خواہشات میں اس قدر حد سے بڑھ کر بے خود ہو جاتا ہے کہ وہ اگر صحیح نکاح کا ارادہ بھی کرتا ہے تو اس کو اسی طرز کی بد عمل عورت ہی زیادہ پسند ہوتی ہے اور وہ اس شہوت پرستی میں دینی اور مذہبی حدود تک کو روند ڈالتا ہے اس آیت میں قرآن حکیم نے زانی کو مشرکہ کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں دی جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۱ میں گزر چکا ہے۔ بلکہ اس آیت میں زانی کی قباحت بیان فرمائی کہ یہ فعل بد پھر کسی امتیاز کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ بلکہ اس فعل بد کا ترکیب تو پھر محرمات ایدیت تک سے گریز نہیں کرتا دفعو بالذکر

## تقدیم و تاخیر

قرآن مجید میں آیات قرآنیہ کے بعض حصوں میں تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے اس تقدیم و تاخیر میں کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں جن سے قرآنی ارشادات کی بلاغت اور جامعیت سامنے آجاتی ہے جیسا کہ (۱) سورہ محمد آیت ۱۵ میں فرمایا فانی لھما اذا جاء قہم ذکرہم اس کا مطلب اور سلیس ترجمہ تو یہ ہے پس کہاں ملے گی ان کو ان کی سمجھ کرنی جب کہ وہ قیامت آپہنچے گی۔ یعنی جب وہ گھڑی آجائے گی پھر نصیحت پر غور و فکر کرنے سے کیا فائدہ ملے گا اس میں فانی لھم ذکرہم اذا جاء قہم کے اعتبار سے ترجمہ کیا جائے گا۔

(۲) کبھی صفت اور موصوف کے درمیان جملہ لایا جاتا ہے ارشاد قرآنی ہے قل بلی و ربی لتاتیکم عالم الغیب (السداء ۷۷) اس کا ترجمہ یہ ہے آپ فہر دیجئے مجھے قسم ہے اپنے رب کی جو چھپی



باتوں کو جاننے والا ہے یہ قیامت تم پر ضرور آئے گی۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا صحیح وقت تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے جو عالم الغیب ہے۔

(۳) کبھی مفعول مؤخر اور متعلق مفعول کو مقدم کر دیا جاتا ہے جیسا کہ سورہ الانعام آیت ۴۱ میں فرمایا وجعلو للہ شراً کاعرابجین۔ میں الجین کو مؤخر فرمایا۔ ترجمہ یہ ہے اور انہوں نے جنوں کو اللہ کے ساتھ شریک بنا لیا۔ اس تقدیم اور تاخیر کی حکمت شرک کی قباحت بیان کرتا ہے کہ ان بد بختوں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات کے ساتھ جنوں جیسی ذلیل مخلوق کو شریک ٹھہرایا۔ یہ ان کی نہایت ہی کمینگی ہے۔

(۴) کبھی ایک حکم کی حکمت بیان فرما کر اس پر مرتب اثر اور نتیجہ کو بعد میں ذکر فرما دیا جاتا ہے جیسا کہ سورہ الانعام آیت ۵۲ میں فرمایا:۔ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالقی ہی احسن حتی یبلغ اشد الا وافوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفساً الا وسعها

اس آیت میں شروع اور بعد میں بھی چند احکام کا ذکر ہے مگر درمیان میں ارشاد فرمایا تم ہر جی کو اس کی طاقت کے مطابق حکم دیتے ہو۔ اس ارشاد کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ایسے نہیں جو قابل برداشت نہ ہوں بلکہ سب احکام انسانی برداشت کے مطابق ہیں۔

(۵) کبھی شرط کا کچھ حصہ ذکر کر کے جزا کو ذکر فرمایا جاتا ہے اور شرط کا باقی حصہ بعد میں ذکر کر دیا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا:۔ لولا کلہ سبقت من ربک لکان لزاماً وَاَجَلٌ مَّسْمُومٌ (طہ ۱۲۹)

اس ارشاد قرآنی کا ترجمہ یوں ہو گا۔ اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی جو کہ ان کی ہلاکت کی مقررہ مدت ہے تو ان پر عذاب کا نزول لازمی ہو جاتا۔

(۶) کبھی ایک فعل کی جزا مرتبہ کا کچھ حصہ بیان فرما کر دوسرے فعل کو لایا جاتا ہے اور سب پر جزا کا مرتب ہو جاتا ہے جیسا کہ سورہ المائدہ ۷۴ میں فرمایا:۔ قل هل انبکم بشر من ذلک مثوبۃ عند اللہ من لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منہم القرود والخنزیر وعبد الطاغوت اولئک شر مکانا واضل عن سواء السبیل۔ اس آیت میں عبد الطاغوت کا عطف من لعنہ اللہ پر ہو گا۔ تو معنی بلا کسی تاویل کے درست بھلے گا۔

ترجمہ یہ ہوگا۔

آپ فرما دیجئے کیا میں تم کو بتاؤں کہ سب سے بری مخلوق اللہ تعالیٰ کے ہاں کونسی مخلوق ہے وہ انسان ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب کیا اور ان میں سے بعض کی شکلیں بندر اور خنزیر کی بنا دیں اور وہ بھی بہت بُرے ہیں جنہوں نے طاغوت کی عبادت کی :- یہی ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :- وکسیکے پرستند معبود باطل لا

## التفات

التفات لغت میں گوشہ چشم کے پھیرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں کلام کے ایک طرز کو چھوڑ کر دوسرا طرز اختیار کرنے کا نام ہے جیسا کہ سورہ فاتحہ میں آیت ۳ سب صیغے غیبت کے ہیں مگر آیت ۱ میں خطاب آگیا۔ فرمایا ایک نعیرو ایک نستعین ابتدائی آیات کو ملا کر ترجمہ یہ ہے :-

سب تعریف اس اللہ کو ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا، نہایت ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ بدے کے دن کا مالک ہے تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں، گو یا خداوند قدر و کس کی غائبانہ حمد و ثناء نے بندے کے دل میں اس قدر شوق اور عشق پیدا کر دیا کہ وہ اب مقام حضور ہی تک پہنچ گیا۔

اسی طرح سورہ النحل ۵۶ میں فرمایا ویجعلون لہم الایعلون نصیباً ہمار زقتہم قاللہ لتسلن عما کنتم تفترون۔ شروع میں ان کے مشرکانہ فعل کو غائب کے صیغوں میں ادا فرمایا۔ اور جزاء کو خطاب کے صیغے سے ادا فرمایا کہ مخاطب اولین وہی مشرک تھے۔ اس خطاب میں ان کے لئے زیادہ تزییر ہے۔ یہ التفات کبھی دو جملوں میں ہوتی ہے اور کبھی ایک جملے میں۔ بلکہ ایک آیت میں بھی کئی دفعہ آجاتی ہے اس لئے ترجمہ کرتے وقت اس کا لحاظ نہایت ضروری ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں فرمایا :-

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بند کے گورات کے کچھ  
 حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرا یا وہ مسجد  
 اقصیٰ جس کے ارد گرد ہم نے برکت دی تاکہ دکھائیں ہم اس  
 کو اپنی نشانیوں میں سے شک وہ اللہ سننے والا  
 اور دیکھنے والا ہے۔

سبحان الذی اسویٰ بعبدہ لیلًا من المسجد  
 الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حوالہ  
 لنویہ من ایتنا انہ هو السميع البصیرہ

اس آیت میں غائب سے متکلم اور پھر متکلم سے غائب کی طرف التفات فرمائی گئی۔

## مَجَاز

قرآن کریم میں مجازات کا وقوع بھی کثرت سے ہوا اور یہ بات ہر کلام میں مُرَوِّج ہے اس کا مطلب  
 یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ لفظ حقیقی کو نہ لاسکے تب مجاز لائے بلکہ اس میں کئی حکمتیں ہیں جن کے لئے تفصیلی دفتار  
 درکار ہیں۔ جیسا کہ کافر کے متعلق فرمایا فَاَمَّا هَاوِيَةٌ لِّسَانِ كَافِرٍ مَّا يَدُوِّيَةٌ هِيَ لِيَعْنِي هِيَ طَرِحَ اِيك  
 نِجْمٍ كِي تَرِيَّتْ كَرْنِ وَالِي اس کو کھلانے پلانے والی اس کی ماں ہی ہوتی ہے اسی طرح کافر کے لئے جہنم ہی  
 سب کاموں کا مرکز ہوگی۔ وہ اس سے دور نہ جاسکے گا۔ قرآن مجید میں مجاز کے کئی طریقے ہیں۔

### فعل میں مجاز!

(۱) بعض کاموں کا وقوع آئندہ زمانہ میں ہوگا۔ مگر ان کا ذکر ماضی کے کلمہ سے کیا گیا حکمت یہ معلوم  
 ہوتی ہے کہ جس طرح زمانہ گذشتہ میں ہونے والی بات یقینی ہو جاتی ہے اسی طرح یہ بات بھی یقینی طور  
 سے واقع ہوگی۔ اس لئے اس کا ذکر ماضی کے صیغہ سے کر دیا گیا۔ قیامت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے اس  
 قاعدہ کا لحاظ بہت زیادہ کرنا ہوگا جیسا کہ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زُلْزَالَهَا الْاَيَاتُ، اِذَا وَقَعَتِ  
 الْوَاقِعُ لَيْسَ لَوْقَعْتَهَا كَاذِبًا، وَنَفَخَ فِي الصُّورِ وَغَيْرُهَا آيَاتُ كَثِيرَةٌ مِّنْ مَّسْتَقْبَلِ كَاذِبٍ كَقَوْلِهِ  
 ماضی سے فرمایا۔

(۲) اس کے برعکس ذکر فعل مضارع کا ہے اور مراد اس سے فعل ماضی ہے جیسا کہ زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

میں موجود یہودیوں سے فرمایا۔ ففریقاً کذبتم و فریقاً تقتلون (بقرہ ۸۷)

پس ان انبیاء علیہم السلام میں سے بعض کی تم نے صرف تکذیب کی اور بعض کو قتل بھی کر ڈالا۔ اس آیت میں خطاب کا صیغہ ارشاد فرمایا جس کے مخاطب زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود یہودیوں کے آباء و اجداد کا فعل تھا ان کو وہ یاد دلایا جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ المائدہ آیت ۸۷ میں فرمایا ففریقاً کذبوا و فریقاً تقتلون۔

(۳) بعض آیات میں ذکر فعل مضارع فرمایا۔ مگر مراد اس سے امر ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۸۷ میں میں رضاعت کے متعلق فرمایا والوالدات یرضعن اولادھن اور ما میں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں یہاں لام امر مقدر ہے۔

(۴) بعض آیات میں صیغہ فعل نفی کا ہے مگر مراد اس سے فعل نہیں ہے جیسا کہ سورہ بقرہ ۸۷ میں فرمایا لا تعبدون الا اللہ، ای لا تعبدوا الا اللہ ذکر فعل مضارع کا ہے اور مراد نہیں ہے عبادت نہ کرو مگر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی۔

(۵) بعض آیات میں مذکور ایک فعل ہے مگر اس کے ضمن میں دوسرا فعل بھی مراد ہے جیسا کہ فرمایا کہ نیک عورتوں کی نشانی یہ بھی ہے حَفِظَتْ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ (النساء ۳۴) یہاں فعل محذوف ہے بما امر اللہ بحفظہ یعنی جس چیز کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

(۶) اگرچہ فعل ماضی اور فعل مضارع اور فعل امر کسی فعل کی ایجاد اور انشاء کے لئے ہے مگر بعض دفعہ یہ دو ام استعمال کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ فرمایا وان یکن بولک (فاطر ۷) ترجمہ یہ ہوگا اور اگر یہ آپ کو جھٹلاتے ہی رہیں۔ اقل ما وحی الیک (عنکبوت ۲۵) تو پڑھتا رہ جو تیری طرف وحی کیا گیا ہے علیٰ ہذا القیاس فعل میں مجاز جو بیس طریقوں سے آئی ہے جس کا ذکر کتب تفسیر میں کیا گیا ہے۔



کامیاب اور نہ اسم کامیاب، اس لئے حرف کا مفہوم اور اس کی بحث کا سمجھنا ضروری ہے۔  
حرف کا حذف۔ اکثر آیات میں حرف حذف ہے فرمایا سورہ النساء ۹۲۔ فان لم یعتزلوا  
ویلقوا الیکم السلم ویکفوا یدیکم اس آیت میں تین فعل ذکر ہیں مگر کلم کا حرف صرف  
پہلے فعل پر ذکر فرمایا مگر دوسرے فعلوں میں بھی ہے۔ اسی طرح بعض آیات میں چند افعال کا ذکر  
ہے مگر حرف نہیں صرف پہلے پر آیا۔ مگر دوسروں میں بھی ہے۔

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتبوا الحق وانتم تعلمون (توجہ) اور نہ ملاؤ حق کو باطل سے اور نہ چھپاؤ حق کو اور تم جانتے

(بقرہ ۲۷)

بھی ہو۔

یا ایہا الذین امنوا لا تحونوا للہ والرسول وتحونوا  
آمنتکم (انفال ۲۷)

اے ایمان دارو نہ خیانت کرو اللہ کے حکم کی اور اللہ کے رسول  
کے حکم کی اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں کی۔

مندرجہ بالا دونوں آیتوں میں سب افعال نہیں کے ہیں مگر صرف پہلے پر لا کا ذکر ہے باقی پر نہیں۔  
تعجب ہے کہ بعض اہل علم نے سورہ محمد کی آیت ۳۶ کا ترجمہ یوں فرمایا:-

فلا تھنوا وتدعوا الی السلم (ترجمہ) پس اے مسلمانو! تم بوجہ نہ بنو اور اپنے دشمنوں کو برا  
صلح کا پیغام دیتے رہو۔

اس آیت میں دوسرے فعل تدعو سے پہلے لا کو مخذوف نہیں مانا بلکہ اس کو امر کا صیغہ قرار دیا۔  
قرآنی آیات میں صلح کے لئے کافروں کا رجحان پایا جانا مذکور ہے فرمایا وان جنحو اللسلم فاجنحو لہا  
(انفال ۶۱) اگر وہ ہر پیکار کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی مائل ہو جائیں۔ اگر مسلمان از خود صلح کا  
پیغام دیں گے تو اس سے کافروں پر مسلمانوں کی کمزوری ظاہر ہو جائے گی۔ اس لئے فرمایا کہ مسلمان  
کی شان یہ ہو لیجد وافیکم غلظتہ (توبہ ۱۲۷) اور چاہئے کہ کافر تم میں سختی اور درشتی کو  
محسوس کریں۔ مفسر القرآن علامہ عبداللہ القرطبی م ۶۱ نے فرمایا

ولان المؤمنین لم یومروا قط بالنحول فی المسالمتہ التی ہی للصلح وانما قیل للنبی صلی اللہ

علیہ وسلم ان یجنحہ للسلم اذا جنحو الہ واما ان یتدی بہ فلا رواہ الطبری (تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۱)

اسی طرح سیاق کلام کی مناسبت یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بعض جگہ لا کا حرف ذکر نہیں مگر مراد ہے جیسا کہ سورہ النساء ۷۶ میں فرمایا میں لکم ان تصلوا یہاں تصلو سے پہلے لا کا کلمہ مخذوف ہے ترجمہ یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا نزول ہدایت ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں جو احکام بیان فرماتے ہیں وہ سب ہدایت کے لئے ہیں اس لئے یہاں لا کا کلمہ مخذوف اور مراد ہے ورنہ نزول قرآن کی حکمت کے خلاف ہوگا۔ اسی طرح سورہ بقرہ ۱۸۷ میں فرمایا۔ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین اس فعل میں لا کا کلمہ مخذوف ہے۔ ترجمہ یہ ہوگا اور ان پر جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے (مگر مکلف ہیں) ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ کے لازم ہے۔ اگر ترجمہ لا کے بغیر کیا جائے تو پھر روزہ کی حکمت فوت ہو جائے گی۔ اگر طاقت والے روزہ نہ رکھیں بلکہ وہ فدیہ ادا کریں تو کیا وہ روزہ رکھیں گے جن کی طاقت ہی نہیں۔ حالانکہ ارشاد قرآنی ہے۔ لا یتکلف اللہ نفسا الا وسعها (بقرہ ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان کو اسی حکم کا مکلف فرماتا ہے جو اس کی وسعت اور طاقت میں ہو۔

اختصار کے طور پر یہاں چند حروف کی تشریح کی جاتی ہے۔

اذا کا حرف قرآن مجید میں مشہور تو چونکہ کے معنی میں ہے جیسا کہ فرمایا۔ واذا قال ربک اور جب کہاتیرے رب نے مگر بعض آیات میں علت کے معنی میں بھی آیا ہے لن ینفعکم الیوم اذا ظلمتم (زحرف ۳۹) ترجمہ تم کو آج کے دن عذر نہ کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اس لئے تم دنیا میں اپنے آپ پر ظلم کر چکے ہو۔ بعض آیات میں بطور شہادت کے بھی آیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ واللہ سمیع علیم اذا قالت امواتہ عمران الابینہ (آل عمران ۳۵) اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے جب کہ یعنی جیسا کہ حضرت عمران کی زوجہ محترمہ نے زبان سے دعا کی اور فرمایا ما فی بطنی مگر مراد ان کی بیٹا تھا جس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے

اذا کا معنی جب ہے فرمایا اذا جاء نصر اللہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی۔ مگر بعض آیات میں جزاء کے لئے بھی آیا ہے فرمایا وان تصبرہم سیئۃ بما قدمت ایدیم اذا هم یقنطون

(الروم ۳۲) ترجمہ :- اور حیب ان کو اپنے اعمال کی سزا ملتی ہے تو نا امید ہو جاتے ہیں۔ اور بعض آیات میں اچانک کے معنی میں آیا ہے اِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ (توبہ ۵۸) اچانک وہ غصے ہو جاتے ہیں۔

الَّا کا حرف اگرچہ استثناء کے لئے آیا ہے یعنی مگر کے معنی میں مگر بعض آیات میں ان کا مخفف ہے یعنی ان شرطیہ اور لانا فیہ۔ فرمایا اَلَّا تَعْلَمُوهُ (انفال ۳۱) اگر تم نے وہ (جہاد) نہ کیا۔ اسی طرح الیٰی ان کے معنی میں بھی آیا ہے فرمایا اَلَّا اِن تَقَطَّعْ اِسْ اَبْتِیْ سِیْ اَلَّا اِلٰی اِن کے معنی میں آیا ہے یہاں تک کہ۔ اسی طرح بعض علمائے نحو نے اَلَّا کو لَا کے معنی میں بھی لیا ہے فرمایا اَلَّا یَكُوْنُ لِلنَّاسِ عَلَیْكُمْ حِجَّةٌ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (بقرہ ۱۷۵) ترجمہ یہ ہو گا۔ "تاکہ نہ رہے لوگوں کا تم پر کوئی اعتراض اور نہ ہی ان کا جنہوں نے ظلم کیا۔

اَلَّا کا حرف تخصیص کے لئے آیا ہے ابھارنا، تیار کرنا، بھڑکانا۔ فرمایا اَلَّا تَقَاتِلُوْنَ کِیٰ تَمْ نُهَیْطُ لُحْمَ کَافِرُوْنَ سَے۔ بعض آیات میں اَلَّا میں حرف استفہام کا اور لانا فیہ ہے جیسا کہ فرمایا اَلَّا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ (الملک ۱۷) کیا نہیں جانتا وہ اللہ جس نے پیدا فرمایا۔

الیٰ کا حرف تک کے معنی میں آیا ہے اِلٰی الْمُرَافِقِ (المائدہ ۶) ہاتھوں کو دھوؤ کہنیوں تک۔ طَرَف کا معنی بھی دیتا ہے فَتَوَلَّوْا اِلٰی بَارِئِكُمْ (بقرہ ۱۷۵) رجوع کرو توبہ کے ساتھ اپنے پیروں کرنے والے کی طرف۔

قریب کے معنی میں بھی آیا ہے فرمایا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیْطٰنِہِم (بقرہ ۱۷۵) اور جب وہ اپنے شیطانوں کے قریب ہوتے ہیں۔

ساتھ کے معنی میں بھی آیا ہے فرمایا وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالِہُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ (النساء ۲۹) ان تینوں کے اموال اپنے اموال کے ساتھ نہ ملاؤ۔

اِن کا معنی اگر ہے وَاِن کُنْتُمْ فِی رَیْبٍ (بقرہ ۲۳) اور اگر تم شک میں ہو اس کتاب سے جس کو ہم نے اتارنا تاکہ تم کو یاد دلاؤ۔ اِن کے معنی میں بھی آیا ہے اِن کُلِّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْہَا حَافِظٌ (الطارق ۷) بیشک ہر جی پر اپنا نگہبان مقرر ہے۔



نفی کے معنی میں بھی آیا ہے ان ممکنات میں (احقاف<sup>۲۶</sup>) نہیں طاقت وہی ہم نے تم کو اس میں  
استفہام کے لئے بھی آیا ہے ان عندکم من سلطان بہذا (یونس<sup>۶۸</sup>) کیا ہے تمہارا پاس اس کوئی دلیل  
او کا حرف اکثر آیات میں آیا ہے صدقۃً او نُسک (بقرہ<sup>۱۹۶</sup>) یہ حاجی صدقہ دے یا قربانی دے  
جمع کے لئے بھی آیا ہے تبتذکر وان یخشتی (طرہ<sup>۱۲۷</sup>) نصیحت حاصل کرے اور پورے۔

او کا کلمہ واو کے لئے بھی آیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ او کا حرف نفی پر داخل ہو جیسا کہ فرمایا: - وَلَا

تَطْعَمُ مِنْهُمُ اِثْمًا اَوْ كُفْرًا (الدھر<sup>۲۲</sup>) ترجمہ: - اور نہ پیروی کرتو ان میں سے کسی نافرمان اور ناشکرے کی۔

فائدہ! اللہ تعالیٰ کے اپنے ارشاد میں او کا کلمہ پہلے حکم کی تحقیق کے لئے آیا ہے جو کہ ہلکے کے معنی میں آ سکتا  
ہے حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا: - وَارْسَلْنَا هٗ اِلٰی مِاۃِ الْعِشْرٰتِ اَوْ یَزِیۡرُ وَاَلصَّافٰتِ (الشفا<sup>۱۴۲</sup>)  
اور بھیجا ہم نے حضرت یونس علیہ السلام کو ایک لاکھ کی طرف بلکہ اس سے زیادہ کی طرف یعنی وہ لاکھ تو تھے ہی  
اس سے زیادہ بھی تھے۔

نفی کا حرف عموماً ظرف کے لئے آیا ہے فرمایا فی قلوبہم مرض ان کے دلوں میں بیماری ہے مگر بعض آیات  
میں مقابلہ کے معنی میں بھی آیا ہے۔ فہا متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الاقلیل (توبہ<sup>۳۸</sup>) اور نہیں دنیاوی  
زندگی کا ساز و سامان آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت ہی تھوڑا۔

با کا حرف قرآن مجید میں مندرجہ ذیل معانی کے لئے آیا ہے۔

- ۱- لام کے معنی میں - فرمایا وَ اِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ (بقرہ<sup>۵۵</sup>) اور جب ہم نے چیرا تمہارے لئے دریا کو
- ۲- وقت کے لئے - فرمایا وَالْمُسْتَضْعَفِیۡنَ بِالْاَسْحٰرِ (آل عمران<sup>۷۵</sup>) اور غمش مانگنے والے سحری کو
- ۳- بعد کے معنی میں - فرمایا فَاتَّابَکُمْ غَمًّا بَعۡثًا (آل عمران<sup>۱۵۵</sup>) پس پہنچا یا تم کو ایک غم کے بعد دوسرے غم
- ۴- علی کے معنی میں - فرمایا لَوۡ تَسَوَّیۡ بِہِمَّ الْاَرْضَ (النسارہ<sup>۶۲</sup>) کاش ان پر زمین برابر کر دی جاتی
- ۵- بطور وصلہ کے - فرمایا فَاَمْسَحُوۡا بِوُجُوۡہِکُمُ (المائدہ<sup>۶۷</sup>) پس تم اپنے چہروں کا مسح کرو
- ۶- مصائب کے معنی میں - فرمایا وَقَدۡ دَخَلُوۡا بِالْکُفْرِ (۷۱) اور جب وہ داخل ہوئے کافر تھے
- ۷- الی کے معنی میں - فرمایا مَا سَبَقَکُمۡ بِہَا دَاعِیٰتٌ (نہیں گیا اس کی طرف کوئی

- ۸- سبب کے معنی میں۔ فرمایا وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ (النیل نثا) اور وہ جو شیطان کی وجہ سے مشرک ہو گئے
- ۹- عَن کے معنی میں۔ فرمایا فَاسْتَسْلِمُ خَبِيرًا (الفرقان ۵۹) تو اس بات کے متعلق یا خبر فوات کے پوچھنے والے
- ۱۰- ساتھ کے معنی میں۔ فرمایا فَتَوَلَّىٰ يُرْكِنُهُ (الذرا ۳۹) پس وہ فرعون کو اپنی طاقت سمیت
- ۱۱- مَن کے معنی میں۔ فرمایا بَشْرَبَ بِهَا الْمُقْرَبُونَ (الدھر ۶) اس سے پیش کے مقرب بارگاہ لوگ
- اقم کا حرف زیادہ تو پیا تر ویدی کے لئے آیا ہے مگر بعض آیات میں اَل کے معنی میں بھی آیا ہے
- فرمایا ام انا خیر (الزخرف ۷۵) (فرعون نے کہا بلکہ میں تو موسیٰ سے بہتر ہوں) جمہور کا قول یہ ہے کہ اقم کا حرف اَل اور ہمزہ استفہام دونوں کے لئے آیا ہے۔ جیسا کہ سورہ الکہف ۹ میں فرمایا۔
- اَمْ حَسِبْتَ

اَن کا حرف قرآن مجید میں اکثر جگہ سابق کی تفسیر کے لئے آیا ہے جیسا کہ فرمایا وَفَاذِیْنَاهُ اَن یَا ابراهیم (الصافات ۱۰۴) اور ہم نے اس کو آواز زوی وہ آواز کیا تھی اے ابراہیم علیہ السلام اور کبھی سبب اور علت کے لئے بھی آیا ہے اَن کتنا اول المؤمنین (الشعراء ۷۵) ہمارے گناہوں کو بخش دے اس لئے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے۔

مَن کا حرف بعض کے معنی میں زیادہ آیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ وھما رزقناھم ینفقون (البقرہ ۲۱۷) اور اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا کچھ ہماری راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں۔ علت اور سبب کے لئے بھی آیا ہے۔ فرمایا مَا خَطِیْئَاتِھُمْ اُشْرُقُوْا (نوح ۲۵) اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ غرق کر دئے گئے

استغفر اقبیہ بھی ہے یعنی سب کے لئے۔ جیسا کہ فرمایا مَا مِنْ اِلٰہِ اِلَّا اللّٰہُ (الاعران ۶۱) اللہ کے بغیر کوئی بھی اللہ نہیں مقابلہ کے لئے۔ جیسا کہ فرمایا لَآ اَنْتُمْ اَسْتَدْرَجْتُمْ فِیْ صُدُوْرِھُمْ مِنَ اللّٰہِ (الحشر ۱۳) (ترجمہ) بے شک تمہارا اللہ کے دلوں میں زیادہ رعب ہے اللہ کے مقابلہ میں۔

ما کا حرف قرآن کریم میں تین معنوں میں آیا ہے نفی کے لئے۔ فرمایا۔ و ماھم بخارجین من النار (البقرہ ۷۴) اور نہ ہوں گے وہ آگ سے نکلنے والے۔ موصولہ فرمایا۔ انما غنمتم من شئیء لانقال (۱۱۱) جو تم حاصل کرو کچھ بھی مال غنیمت سے۔ شرطیہ۔ فرمایا فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم (توبہ ۷)

(ترجمہ) پس جب تک وہ تمہارے لئے سیدھے رہیں تم بھی ان کے لئے سیدھے رہو۔

ل کا حرف قرآن مجید میں دو طرح آیا ہے۔ مفتوح اور مکسور۔ لام مفتوحہ اسم پر بھی آتا ہے۔ اور فعل اور حرف پر۔ مگر سب جگہ تاکید کے لئے آیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ان ابراہیم لا و اٰء حلیم (توبہ ۱۱۷) بے شک ابراہیم بڑے ہی جھکتے والے اور بدبار ہیں۔ ليقولن وہ ضرور کہتے ہیں (تسم کھا کر) ولقد يلامن بھی قسم کے معنی میں آیا ہے۔

لام مکسور کے گیارہ معانی ہیں:-

- ۱- ملک کے لئے لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بقرہ ۲۸۷) اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے
- ۲- الیٰ کے معنی میں فرمایا الحمد للّٰه الذی هدانا لهذا (اعراف ۴۳) سب تعریف اس اللہ کو ہے جس نے ہماری ادھر راہ نمائی کی۔
- ۳- ان کے معنی میں۔ فرمایا ما کان اللّٰه لیطلعکم علی الغیب (آل عمران ۱۷۹) ان لیطلعکم کہ تم کو غیب پر مطلع کرتا
- ۴- کے (تا) کے معنی میں۔ فرمایا لیجزی الذین امنوا (یونس ۱۰) تاکہ ایمان داروں کو جزا دے
- ۵- علیٰ پر کے معنی میں۔ فرمایا دَعَا نَا لِجَنِّدٍ (یونس ۱۰) پکارا ہم کو پہلو کے بل لیٹے ہوئے۔
- ۶- صلہ۔ فرمایا اِنْ کُنْتُمْ لِلرُّوْحِ یَاتِعْبُرُوْنَ (یوسف ۲۳) اگر تم خوابوں کی تعبیر کرتے ہو۔
- ۷- عند (پاس۔ ہاں) کے معنی میں فرمایا۔ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ رُطْبًا (۱۰۸) اور لپٹ ہو جائیں گے آواز رحمن کے پاس۔

۸- امر کے لئے۔ فرمایا لَیْقِمُوا الصَّلٰوٰةَ (ابراہیم ۴) ان کو حکم دیا جاتا ہے کہ نماز قائم کریں۔

۹- عاقبتہ انجام کے لئے۔ فرمایا لَیْکُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَخَرْنَا (القصاص ۸) نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

ان (فرعونوں) کا دشمن اور ان کو غم میں ڈالنے والا ہو گیا۔

۱۰- ظرف مکان (فی) کے معنی میں۔ فرمایا لَا وَّلَ الْحَشْرِ جَمْعٌ ہُوْنَ کے ابتدائی وقت میں۔

۱۱- تعلیل کے لئے۔ فرمایا اِنَّمَا نَطْعَمُکُمْ لُوْجَہِ اللّٰهِ (الدھر ۹) ہم کھلاتے ہیں تم کو اللہ کی رضا کے لئے۔

لولا کا حرف قرآن کریم میں ستر دفعہ آیا ہے۔ تیس جگہ تو ایک کی نفی کا وقت دوسرے کی نفی پر

کے لئے ہے اور باقی مقامات پر ہلا تخریض کے معنی میں آیا ہے جس کا معنی کیوں نہ ہو ایہ کام، کیوں نہ ہوئی یہ بات، اس کی تشریح تو بڑی کتابوں میں موجود ہے البتہ یہاں دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ فرمایا:-

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (بقرہ ۶۴)

(ترجمہ) ادا اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم نقصان والوں سے ہو جاتے۔ یعنی تم نقصان سے

اللہ کی رحمت کی وجہ سے محفوظ رہے۔ اور دوسری مثال میں فرمایا:- لَوْلَا يَنْصُرُهُمُ الرَّبُّ يَا نِيُونَ وَالْاَحْبَارُ (المائدہ ۶۴) ایسا کیوں نہ ہو کہ روکتے ان کو علماء اور مشائخ حرام کھانے سے، اور گناہ کی بات کہنے سے۔

کلا کا حرف قرآن مجید میں ۳۳ دفعہ آیا ہے۔ چودہ آیات میں تو کلا کے معنی میں آیا ہے یعنی ہرگز نہیں فرمایا۔ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا (المومنون ۱۱) موت کے وقت کافر کہتا ہے مجھے لوٹا دو تاکہ چھوڑ کر ہوئے مال میں نیکی کراؤں۔ نہیں ہرگز نہیں۔

باقی بارہ مقامات کے حوالے درج ہیں۔

سورہ مریم ۲- الشعراء، ۱- القيامة، ۱- الفجر، ۱- الہمزہ، ۱- المدثر، ۱- المطففين، ۱- المعارج،

السياء، ۱-

باقی آیات مندرجہ ذیل حوالہ میں حقا کے معنی میں آیا ہے۔ یعنی یہ بات یقینی اور حق ہے۔

المدثر، ۱- القيامة، ۱- النبأ، ۱- عبس، ۱- الانقطار، ۱- المطففين، ۱- القلم، ۱- التكاثر، ۱-

قائدہ۔ بعض علماء نے کلا والقمر (المدثر ۳۳) میں اس حرف کو نعم (ہاں) کے معنی میں لیا ہے اور

کلا ان کتاب الابرار لفي عليين (التطيف ۱۵) کو افتاحیہ ابتدائیہ تسلیم کیا ہے۔

مَنْ كَا حَرْفِ قُرْآنٍ مَّجِيدٍ فِي تِنِّ مَعَانِي كَلَّ يَأْتِيهِ. مَنْ مَوْصُولُهُ جَوْزُ كَلَّ مَعْنَى فِي مَعْنَى فِي مَعْنَى النَّاسِ

مَنْ يَقُولُ (بقرہ ۷۰) اور لوگوں سے وہ بھی ہے جو کہتے ہیں مَنْ شَرَطِيهِ مَنْ يَّقْلُ مِنْهُمْ اَلْكَوْنِي كَبِي

ان میں سے۔ مَنْ اسْتَفْهَمِيهِ جِيسَا كَرَفَرَا يَأْتِي مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ (الآية بقرہ ۲۵۵) استفهام انکاسی

فائدہ! مَنْ مَوْصُولُهُ اَعْرَابٍ پراثر انداز نہیں ہوتا۔ اور مَنْ شَرَطِيهِ اثر انداز ہو جاتا ہے یعنی فعل

مضارع کو جزم دیتا ہے۔ دونوں کی اکٹھی مثال سورہ محمد آیت ۳۸ میں فرمائی۔

فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخُلُ وَمَنْ يَبْخُلْ فَإِنَّمَا يَبْخُلْ عَن نَّفْسِهِ (ترجمہ) پس تم میں سے کوئی تو بخل کرتا ہے اور جو کوئی بخل کرے گا  
اس کا بخل اس ہی پر پڑے گا

اس آیت میں پہلا بخل مرفوع ہے کہ اس پر من موصولہ ہے اور دوسرا من شرطیہ ہے اس لئے  
بخل کے آخر میں جزم ہے۔

فائدہ ۵ :- ہر شرط کا وقوع ضروری نہیں تاکہ اس پر جزاء مرتب کی جائے قرآن کریم کی سورہ انبیاء  
آیت ۲۹ انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ اِنِّي اِلٰهُ مِنْ دُوْنِهِ اِذْ كُوْنِي كَمَا اِنْ رَسُوْلُوْنَ  
مِنْكُمْ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ كَمَا يَفْرَضُ كَمَا۔

لَنْ كَا حَرْفِ نَفِي مُسْتَقْبِلِ كَلِمَةٍ فَرَمَا يَا وَلَنْ تَفْعَلُوْا (بقرہ ۲۷) اور تم ہرگز نہ کر سکو گے۔  
مگر سورہ توبہ آیت ۸۳ میں لایہی کے معنی میں آیا ہے۔ فرمایا فقل لن تخرجوا معي ابدًا یہاں معنی  
ہی کا ہے یعنی تم میرے ساتھ جہاد کے لئے آئندہ ہرگز نہ نکلو۔

اقا یہ حرف دو حرفوں کا مجموعہ ہے ہمزہ استفہام اور دوسرا فان دونوں کے افعال  
الگ الگ ہیں تقدیر عبارت یوں ہے اَنْجُوْكُمْ فَاَمِنْكُمْ (کیا تم نے غرق ہونے سے نجات حاصل کر لی  
کہ بے غم ہو گئے ہو)

ھَلْ كَا حَرْفِ قُرْآنِ مَجِيْدٍ مِّنْ دَرَجَةٍ ذِي طَلِقِيْنَ پَرَا يَا ہے اور ہر عبارت میں معنی علییہ ہے  
فرمایا :-

- (۱) هَلْ آتَى عَلَى الْإِنْسَانِ (الدھر) یقیناً گذر انسان پر ایک زمانہ (ھَلْ قَدْ کے معنی میں ہے)
  - (۲) هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ (ق ۳) کیا کچھ باقی ہے؟ (ھَلْ یہاں استفہام کے لئے ہے)
  - (۳) هَلْ مِنْ مَدَّ كَيْ (القمر ۱) کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے (یہ ھَلْ امر کے لئے ہے)
  - (۴) هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ (محمد ۱۸) یہ صرف قیامت کے منتظر ہیں (یہ ھَلْ ما کے معنی میں ہے)
- واو کا حرف قرآن مجید میں مطلقاً جمع کے لئے آیا ہے فرمایا فَاَمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ  
پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر قسم کے لئے۔ فرمایا وَاللّٰهُ رَبُّنَا قَسَمٌ بِاسْمِ اللّٰهِ الَّذِي جِئْتُمُوْا

رب ہے۔

واو حالیه۔ فرمایا وهو مومن درانحالیکہ وہ مومن ہو۔ واو نفسیر یہ۔ فرمایا والذین کفروا  
وکنذبوایتنا اور وہ جنہوں نے کفر کیا یعنی جھٹلایا ہماری آیتوں کو اس لئے کہ کفر تکذیب ہی کا  
نام ہے۔

فائدہ اعرابی زبان میں ایک واو کا تہ بھی ہے جو سات معدودات کے بعد آٹھویں سے پہلے  
آتی ہے جیسا کہ سورہ الکہف ۲۲ و ثامنہم اور ان کا آٹھواں۔ سورہ التحریم آیت ۱۱ میں فرمایا و  
ایکاداً اور کنواریاں بھی۔ اور سورہ توبہ ۱۱۳ والناہون عن المذکر نیکوں کی آٹھویں علامت فرمائی  
س کا کلمہ عموماً استقبال کے لئے آیا ہے جیسا کہ عموماً آیات قرآنیہ میں ہے یہ حرف فعل مضارع  
پر داخل ہوتا ہے مگر استمرار کے لئے بھی آیا ہے جیسا کہ فرمایا ستجدون آخرین (النساء ۹۱) تم پلے رہو گے  
دوسرے کافروں کو بھی۔ فا کا حرف تعقیب کے لئے آیا ہے یعنی ایک کے بعد دوسرے کا آنا جیسا کہ فالنجر  
(بقرہ ۹۱) یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو لاکھی ماری تب اس سے بارہ چشمے پھوٹے۔ پہلے موجود  
نہ تھے۔ تفسیر کے طور پر آیا ہے جیسا کہ فرمایا فانتقمنا منہم فاغرقناہم (اعراف ۱۳۶) پس ہم نے ان سے  
بدلہ لیا۔ یوں کہ ان کو غرق کر دیا۔

علت اور سبب کے معنی میں۔ فرمایا لا یقضی علیہم فی موتوا (فاطر ۳۶) ان کے بارے میں فیصلہ  
نہ کیا جائے گا تاکہ مر جائیں۔

ثم کا حرف پھر کے معنی میں لٹراخی۔ ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (بقرہ ۲۸)  
استبعاد کے لئے جس کا بات کا ذکر ثم کے بعد ہو رہا ہے یہ نہ ہونی چاہئے تھی فرمایا ثم قست قلوبکم  
(بقرہ ۷۴) اتنے انعامات کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے حالانکہ ان کو مطیع اور فرماں بردار ہونا چاہئے  
تھا۔ اس صورت میں تقدیم اور تاخیر کا کوئی خاص فرق نہ ہوگا۔ جیسا کہ سورہ النساء ۵۳ میں فرمایا۔  
فقالوا انما اللہ جہرۃ فاخذتہم المصاعقتہم اتخذوا العجل اس آیت میں ان کی گٹھوسالہ  
پرستی کا ذکر بعد میں ہے حالانکہ یہ پہلے ہو چکا تھا جیسا کہ سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے صرف تعقیب فی الذ



شکر یک کرتے ہیں۔

اَقْسُنُ کا حرف بھی دو حرفوں کا مجموعہ ہے اَقْمَ مِنْ کیا وہ۔

## قرآنی رسم الخط کا لحاظ

قرآن کریم کا اپنا رسم الخط ہے جو نہ کسی دوسرے خط پر قیاس کیا جاسکتا ہے نہ اس پر کسی اور خط کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ خطان لایقاسان خط المصحف وخط العروض (المنح الفکریدہ ص ۲۲)

یعنی دو خط ہیں جو دوسرے خطوں سے ممتاز اور جدا ہیں جیسا کہ فاعلات کا کلمہ دوسرے معانی میں اسی طرح لکھا جاتا ہے لیکن علم عروض جب کسی بحر کے وزن کی تقطیع کی جائے تو یوں لکھا جاتا ہے فاعلاتن اسی طرح قرآن حکیم کے رسم الخط کو بدلنا بھی ناجائز ہے مثلاً لا الی اللہ تحشرون یہاں پڑھنے میں لا نہیں ل ہے۔ اور معنی بھی لام تاکید ہی کا ہے۔ خواہ مخواہ ضرور اللہ کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔ اس لئے اب اسی رسم الخط کی پیروی لازم اور ضروری ہے۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے۔

” ائمۃ تفسیر کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ قاری اور علماء اور دوسرے مصنفین پر واجب

ہے کہ وہ قرآنی آیات کے لکھنے میں اسی رسم الخط کی پیروی کریں جو آج تک حضرت زید

بن ثابت سے منقول چلا آتا ہے اس لئے حضرت زید بن ثابت کا تب وحی تھے آپ پر

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتماد فرمایا اور ان کے لئے دعا فرمائی جس کے طفیل

حضرت زید کے لئے علوم ظہرانہ کے وہ معارف کھل گئے جو دوسروں کے لئے نہ کھل سکے۔“

خاص رسم الخط کے موضوع پر علماء نے کتابیں لکھی ہیں جن میں سے الاقتصاد فی رسم الخط مشہور

ہے جس کا مصنف شیخ ابو عمر عثمان بن سید الدردنی م ۲۲۲ھ ہے۔ بعض آیات کے معانی کا تعلق

بھی رسم الخط سے ہے جیسا کہ علی اور علا دونوں کا تلفظ تو ایک جیسا ہے مگر پہلا علی حرف جر ہے اور

دوسرا فعل ہے۔

(۱) ذیل میں وہ کلمات ذکر کئے جاتے ہیں جو نہ پڑھے جاتے ہیں نہ معنی ہے۔ مگر رسم الخط میں ان کا



لکھا جانا ضروری ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَفَاَنْتُمْ، مَلَاَئِكَةٌ، لَا اَوْضَعُوا، مَلَاَئِكَةً، ثُمَّ وَاذًا، لَتَتَلَوْنَا، لَنْ نَدْعُوْا، لَكِنَّا  
لَيَرْبُوْنَ اِلَّا اِلٰهَ الْجَحِيْمِ، لَيَبْلُوْنَا، سِنَلِسْلَا، قَوَارِيْبًا۔ اسی طرح فعل ماضی اور فعل امر کے بعد جو  
الف لکھا جاتا ہے وہ زیادہ ہے فرمایا خَرَجُوْا، حَافِظُوْا۔

فائدہ:- قرآن حکیم میں ہر جمع کی مذکور ماضی اور امر کے آخر میں واو کے بعد الف نازلہ لکھا ہوا ہے  
لیکن صرف سورۃ التطفیف کی آیت دو ہیں کالوہم اووذنوہم میں واو کے بعد الف نہیں۔

(۲) وہ حروف جو لکھے پڑھے جاتے ہیں مگر معنی میں مراد نہیں۔ فرمایا:- الطنونا۔ الرسولا۔

السببلا۔ اسی طرح مندرجہ ذیل کلمات میں لا لکھی بھی جاتی ہے اور پڑھی بھی۔ مگر مراد نہیں۔ سلم  
یتسنہ (بقرہ ۲۵۹) سلطانیہ۔ مالیہ۔ حسابیہ۔ کتابیہ (الحاقہ) اقتدہ (انعام ۹) ماہیہ

(القارعة ۸) بعض علماء کے نزدیک پہلے کلمہ میں ہا نازلہ نہیں بلکہ نفس کلمہ کی ہے۔

(۳) وہ حروف جو نہ لکھے گئے ہیں اور نہ پڑھے جاتے ہیں۔ مگر معنی میں مراد ہیں جیسا کہ:-

الف۔ عَمَّ نَتَسَاءُ لُوْنَ (النبأ) لِمَ تَعْطُوْنَ (اعراف ۱۶۷) فِيمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا (والنزع ۳۱) فِيمَ

تَبَشِّرُوْنَ (الجم ۵۱) ان میں میم کے بعد الف مراد ہے یہ سب ما کے معنی میں ہیں۔

ب۔ اَيُّهُ الْمُؤْمِنُوْنَ (نور ۳) اَيُّهُ السَّاجِرُوْ (زحرف ۱۹) اَيُّهُ الثَّقَلَانِ (الحسن ۳) ان

کلمات میں ائھا پڑھا جاتا ہے۔

ج۔ بعض کلمات میں ی مخذوف ہے مگر آخری حرف کا کسہ موجود ہے اس کے لئے وہ آیات

درج ذیل ہیں۔

يٰۤاَقُوْمِ۔ يٰۤاَعْبَادِ۔ وَمَنْ اَتْبَعِ۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ وَاخْشَوْنَ۔ وَقَدْ هَدٰنِ۔ ثُمَّ كَيْدُوْنَ۔

اٰخِرَتِنِ۔ الْمُهْتَدِ۔ وَنُذِرِ۔ اِنْ تَرٰنِ۔ اِنْ يُّوتِيْنَ۔ مَا كُنَّا نَبْخِ۔ اِنْ يُّهْدِيْنَ۔ اِتِّحَسُوْنَ۔

فَارْهَبُوْنَ۔ فَاتَّقُوْنَ۔ وَلَا تَكْفُرُوْنَ۔ اَطِيعُوْنَ۔ اِلَيْهِ مَابِ۔ مَتَابِ۔ تَقْبَلِ دَعَاۤءِ (البقرہ ۱۳۱)

عَذَابِ۔ عِقَابِ (العهد) نَذِيْرِ۔ نَكِيْرِ۔ الْمَلِكِ (وَلَا تَكْلُمُوْنَ) يَطْعَمُوْنَ۔ سَوْفَ يُوْتِ اللّٰهُ۔

يقض الحق - نبي المومنين -

قائده - صرف دو کلمات ایسے ہیں جن پر کسر نہیں مگر وہاں می مراد ہے اور وہ سورۃ الفجر کے  
اکرن اور اھانن ہیں -

(۴) قاکا حرف سارے قرآن کی شکل میں ہے مگر مندرجہ ذیل آیات میں ت لکھا ہوا ہے فرمایا

نَعْمَتٌ بقرہ ۲۳ - المائدہ ۱۱ - العنبران ۱۳ - ابراہیم ۲۸ - النحل ۸۳ - لقین ۳۱ - فاطر ۳۱ - الطور ۲۹

رَحْمَتٌ بقرہ ۲۳ - اعراف ۵۴ - ہود ۴۳ - مریم ۲ - الروم ۵ - زحرف ۳۲ -

السنت انفال ۳۸ - فاطر ۲۳ - المومن ۸۵ -

اِمْرَاتٌ العنبران ۳۷ - یوسف ۳۱ - القصص ۹ - التحريم ۹ -

کَلِمَتٌ اعراف ۱۱۶ - یونس ۶۲ - مومن ۶۶ - شجرت - الدخان ۲۳ - مخصیت - المجادلہ ۹۸

لَعْنَتٌ العنبران ۶ - نور ۶ - ثمرات فصلت ۲۸ - بقیۃ اللہ ہود ۶ - قن عین

القصص ۹

(۵) دو کلمات میں نون حقیقہ کو تنوین کی شکل میں تحریر کیا گیا ہے ولیکوناً یوسف ۳۲ - لنسفعنا العلق ۱۵

(۶) لام اور ہذا دونوں اکٹھے لکھے ہوئے ہیں مگر مالِ هذا الكتاب الکھف ۴۹ - مالِ هذا الرسول -

الفرقان ۵ - مالِ هؤلاء (النساء ۷۵) فمال الذین (معارج ۳۶) میں لام اور ہذا علیہ علیہ لکھے

گئے ہیں -

(۷) قرآن حکیم میں انما اور انما التراتیب میں حصر کے لئے ہے مگر ان عمران ۱۷۸ انما نملیٰ لہم اور انفال ۲۱

انما عنتم میں ان ان تا کی یہ اور ما موصولہ ہے -

(۸) سورۃ النجم آیت ۷۷ میں احی اور باقی آیات میں احیاً لکھا گیا ہے -

(۹) قرآن حکیم میں تمام آیات میں علیہ ہے مگر الفتح عن میں علیہ اللہ آیا ہے -

(۱۰) - - - - - اسی طرح اعراف میں عن ما اور الرعد میں ان ما فرمایا - اسی طرح النمل ۱۰

اماذا دراصل امر ماذا ہے

(۱۱) اَلَا كَلِمَةٌ وَّرَاصِلٌ اَنْ لَّا يَسَّ مَكْرُ قُرْآنِ حَكِيمٍ كِي عِبَارَتِ مَمْتَوَاتِرِهِ فِي مَنَدَرِجَةِ ذِي الشَّيْءِ عَلِيَّيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ لَكِهَا كِيَا يَسَّ  
 اَنْ لَّا يَقُولَ - اَعْرَافَ - اَنْ لَّا يَصْلِحَ - تَوْبَهُ - اَنْ لَّا تَعْبُدَ وَاَلَا اللّٰهُ هُوَ - اَنْ لَّا تَشْرِكَ - الْحِجْرَةَ  
 اَنْ لَّا تَعْبُدَ وَاَلَا الشَّيْطَانَ - لَيْسَ - اَنْ لَّا تَغْلُوا الدِّخَانَ - اَنْ لَّا يَشْرِكَنَّ بِاللّٰهِ - اَلْمُتَّحِنَةَ - اَنْ لَّا  
 يَدْخُلْنَهَا - ن -

## رموز اوقاف کا لحاظ

اگرچہ دور اول میں اوقاف کی موجودہ اصطلاحات وقف لازم اور واجب وغیرہ موجود نہ تھیں  
 کہ وہ اہل لسان تھے۔ مگر بعد میں قراء حضرات نے ان کو اصطلاحی طور پر وضع فرمایا۔ سب سے پہلے جس  
 قاری نے اس کو اصطلاحاً مدون فرمایا شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ مغربی ہے ان کی مختصر سی کیفیت  
 درج ذیل ہے :-

م - کا حرف وقف لازم کا اشارہ ہے وہاں ٹھہرنا لازم ہے ورنہ مطلب بگڑ جاتا ہے۔  
 ج - کا مطلب یہ ہے کہ ابھی مطلب پورا نہیں ہوا مگر ملانا اور وقف کرنا دونوں جائز ہیں۔  
 لا - کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دونوں کو ملا کر پڑھنے سے ایک باہن جائے گی ورنہ علیحدہ علیحدہ رہے گی  
 معانقہ (ب) یہ تین نکتے بعض آیات میں ایک کلمے کے دونوں طرف پائے جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے۔  
 لا سبب فیہ : ہدی للمتقین، فیہ کلمہ دونوں طرف متصل کیا جاسکتا ہے یوں ترجمہ کریں  
 "لا سبب فیہ" اس کتاب میں کچھ شک نہیں۔ یا لاریب فیہ ہدی للمتقین، اس کتاب  
 میں ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔ دونوں ترجمے صحیح اور بامقصد ہوں گے۔

فائدہ (۱) قرآن کریم کے کلمات کی حرکت سکون مقدار حرکت وغیرہ امور کے لئے دور اول میں  
 ایجاد کئے گئے تھے۔ اس موضوع پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ علامہ قاری مقرمی ابو عمر عثمان بن سعید الدلانی  
 م ۱۷۲۷ء کی کتاب المحکم اس موضوع پر جامع کتاب ہے جو دمشق کی وزارت ثقافت کی حسن تیار

سے بہترین طباعت کے ساتھ طبع ہو چکی ہے اسی طرح حکومت کویت کے مطبوعہ مصحف شریف میں دائروں ○ ○ اور نقطوں کی مدد سے حرکات سکناات سمجھائے گئے ہیں۔  
قائدہ (۲) علامات وقف کی ایک مثال درج کی جاتی ہے۔

ح - وقف لازم - انما یستجیب الذین ینسعون ا والموتی ینبغثہم اللہ

ترجمہ :- بات کو وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں (اور دوسری بات یہ ہے) کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھا کر لے لے۔ وقف ممنوع - الذین تتوفیہم الملائکۃ طیبین یقولون سلاماً علیکم ادخلوا الجنة (النزل ۳۲)  
(ترجمہ) وہ جن کو فرشتے پاکیزگی کی حالت میں دفاوتیتے ہیں (ان سے اسی وقت کہتے ہیں) تم پر سلام ہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

ج - وقف جائز کی تین قسمیں ہیں :-

(۱) وقف کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں معنی میں کچھ فرق نہیں پڑتا مگر نقص علیک نباہم بالحق ج - انہم فتیۃ اصنوا بریبہم و زدناہم ہدی (کھف ۳)

حق پر وقف کریں تب بھی درست نہ کریں تب بھی درست اور جائز ہے۔

(۲) وقف جائز تو ہے مگر ملاویں تو بہتر ہے اس کی علامت صلے ہے جیسا کہ فرمایا :-

وان یمسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الاھو صلے وان یمسک بخیر فہو علی کل شیء قدیر

(۳) وقف بھی اور وصل بھی جائز ہے مگر وقف زیادہ بہتر ہے اس کی علامت قلعے ہے فرمایا :-

قل ربی علم بعدتہم ما یعلمہم الاقلیل قلعے فلا تمار فیہم الکہف ۲۲ (واللہ اعلم)

## لطائف القرآن

کَلَّا کلمہ قرآن کریم کے پہلے نصف میں نہیں آیا آخری نصف میں آیا ہے اور جس سورۃ میں یہ کلمہ آیا ہے وہ مکی ہے۔

سورۃ الرحمن اور سورۃ الواقعہ میں اللہ کا کلمہ ایک دفعہ بھی نہیں آیا۔ مگر سورۃ المجادلہ کی ہر آیت میں

اللہ کا کلمہ موجود ہے عز اسمہ  
سارے قرآن مجید میں کسی عورت کا نام سوائے مریم علیہا السلام کے نہیں آیا۔ صحابہ کرام میں سے  
صرف حضرت زینب کا نام نامی آیا ہے۔ رضی اللہ عنہ

قرآن کریم کی دو آیات میں الف سے یاتک سارے حروف تہجی موجود ہیں۔

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَدْرٍ عَجَبًا (آل عمران ۱۵۷)

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرُدُّهُمْ رِجَالًا  
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا (الفتح ۲۹)

جامعیت الفاظ قرآنی کی مثال میں سورۃ النمل کی مندرجہ ذیل آیت سمجھ لی جائے۔ فرمایا

(۱) یا ایہا النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان و جنودہ وہم لا یَشْعُرُونَ

نزلہ تثنیہ - تسمیہ - امر - نصیحت - تخریج - تخصیص - تعمیم - اشارہ - عندہ (اس میں آگے ہیں)

(۲) شاہ جہاں کی مجلس میں پادریوں نے اعتراض کیا۔ قرآن مجید میں کیلنڈر کا ذکر نہیں ملا۔ سوال اللہ و زبیر عظیم

نے فرمایا۔ قرآن مجید میں قمری سال کا ذکر ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وَالْقَمَرَ قَدَرْتَهُ مَنَازِلَ

(یس ۳۹) اس پر پادریوں نے کہا۔ اس آیت میں دنوں کا ذکر نہیں۔ آپ نے فرمایا قدرناہ

کا عدد ۳۶۰ ہے۔ ق ۱۰۰ - ۲۷ - ۲۰۰ - ن ۵۰ - الف ۱ - ۵ - مجموعہ ۳۶۰

## آداب تلاوت قرآن مجید

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا گیا کہ جس طرح جبریل امین قرآن پڑھتے ہیں۔ اسی طرح  
اور طرز پر آپ بھی پڑھا کریں۔ فرمایا۔ فَإِذَا قَرَأْتَ آيَاتَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (القیامہ ۱۷) جناب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ بھی ہوا کرتی تھی۔

وَأَرْزُقْنِي أَنْ أَتَلُوهُ عَلَى النَّحْوِ الَّذِي يُرْضِيكَ عَنِّي (توجہ) اور میرے نصیب میں یہ کر کہ

میں قرآن مجید تیرے پسندیدہ طریقہ پر تلاوت کروں۔ آپ کا طریقہ تلاوت قرآن حکیم تر تیل تھا۔ اداء الحروف بحال تھا

اگرچہ قرآن حکیم کا نزول حسب ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات قرأتوں پر اور دس قرأتوں پر ہوا ہے، مگر اب یہ سب طریقے متروک ہیں صرف فن کے طور پر مختلف قرأتوں کا سیکھنا درست ہے مگر ان سب کو عوام میں رواج دینا درست نہیں اس سے امت میں نہ تو لغت کے اعتبار سے اور نہ ہی قرأت شاذہ کے اعتبار سے قرأت کا رواج دیا جائے۔ بلکہ جس طرح کتابت توقیفی ہے اسی طرح قرأت بھی توقیفی ہے۔ جیسا کہ فیہ کا کلمہ سارے قرآن حکیم میں لا کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے مگر سورۃ الفرقان آیت ۱۹ میں فیہ پڑھا جانا متواتر اور متواتر ہے اس لئے یونہی پڑھا جائے گا۔ علیٰ بنا القیاس سارے قرآن حکیم میں عَلَیْہِ آیات ہے مگر سورۃ الفتح ع میں لا کی رفع کے ساتھ عَلَیْہِ اللہ پڑھنا متواتر ہے۔

تجوید کے ضروری مسائل سیکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں یہاں چند وہ صورتیں درج کی جاتی ہیں جن میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مکروہ ہیں۔

عنوان	تشریح	عنوان	تشریح
تَرْجِید	مد اور حرکت میں آواز کا ہلانا	وَنَبَّہُ	پہلے حرف کو ناقص چھوڑ کر دوسرے کو پڑھنا
تَنْفِیْش	حركات کو پوری طرح ادا نہ کرنا	ذمزمہ	قرآن کریم کو گانے کی طرز پر پڑھنا
تَجْجِیل	اس قدر جلدی سے پڑھنا کہ حروف سمجھ میں نہ آئیں۔	ہمہمہ	کسی حرف مخفف کو مشدود پڑھنا
تَطْنِین	ہر حرف میں غنہ گرجانا یا ہر حرف میں ہمزہ کا لہجہ پیدا کرنا۔	عنعنہ	حروف میں عین کی آواز ملا دینا
تمضیخ	ہر حرف کو چبا چبا کر پڑھنا	رکزیہ	بے موقع ادغام کرنا
		تعویق	کسی کلمے کے وسط میں وقت کر کے
			۲ گے پڑھنا

محبت عقیدت اور عظمت کے لئے جلیبذات کو پیش رکھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرے تو اس سے

برکت اور نورانیت پیدا ہوگی حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی تلاوت کو سن کر سید و وعام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- الحمد لله الذی جعل فی امتی مثلک۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-  
 ”مجھے میرے استاد اور دوسرے عظیم علماء سے بہ تو اتنی یہ خیر پہنچی ہے کہ ان کے استاذ امام تقی محمد بن احمد الصالح مصری نے ایک دن نماز فجر میں سورۃ النمل پڑھی جب آپ صالی لا اری المہد ہڈا پر پہنچے تو آپ کے سر پر ہڈ ہڈ پرندہ آکر بیٹھ گیا اور پورے سکون سے قرأت سنتا رہا۔ (المنح الفکریہ)  
 صحابہ کرام اور بعد کے اہل علم اور روحانی علماء سے قرآن کریم کی تلاوت تین دن، پانچ دن، سات دن اور آٹھ دنوں میں کرنا ثابت ہے۔ مگر عمومی طور پر پندرہ یا یہ امر ہے کہ ایک ماہ میں ختم قرآن مجید مکمل کیا جائے۔

## آیات قرآنی کے پڑھنے اور نقل کرنے میں احتیاط

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس پر احاطہ اور عبور طاقت بشری سے باہر ہے اور یہ بھی اعجاز قرآنی کا ایک شعبہ ہے کئی دفعہ بڑے بڑے علماء اور قراء کو تلاوت میں تشابہ ہو جاتا ہے اور تحریر مضامین میں آیات کے الفاظ الفاظ قرآنی کے خلاف لکھ جاتے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے سیرۃ النعمان میں ایک عنوان (عمل ایمان کے بعد شروع ہوتا ہے) کی بنیاد رکھتے ہوئے آیات قرآنی یوں تحریر فرمائی:-

ومن یومن باللہ فیعمل صالحاً حالاً تکبیراً لکھ قرآن میں موجود ہی نہیں بلکہ ولعمل صالحاً ہے۔ اور بعض حضرات تو مصحف دیکھنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے جیسا کہ ایک علمی ڈاکٹر نے شاہ عبداللطیف بھٹائی قدس سرہ کے فلسفہ تصوف پر مقالہ میں تحریر کیا:-  
 ”شاہ صاحب سے پہلے قریب قریب تمام صوفی عارفین اور شعراء نے فنا کے عقیدہ کو جو آیتہ قرآنی ہو تو قبل ان تم تو اپری یعنی ہے زندگی کے بنیادی مسلک کے طور پر قبول کیا ہے۔“ (ماہ نو کراچی) (تجربہ)  
 حالانکہ مندرجہ عبارت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔

## آیات قرآنیہ سے اقتباس

جس طرح احکام کا استنباط قرآنی آیات سے درست اور جائز ہے۔ اسی طرح معارف علمیہ کا استنباط اور اقتباس بھی جائز ہے علامہ شامی نے فرمایا۔ الاقتباس من القرآن جائز عندنا (ج ۳۲۹ ص ۲۲۹) ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر احمدی میں اس کی ایک مثال دی ہے کہ سورۃ المنافقین کی آیت ۶۳ میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی طرف اشارہ ہے چنانچہ سورۃ التغابن اس کے بعد آئی ہے اس سورۃ میں تغابن (نقصان) کی طرف اشارہ ہے سب سے بڑا نقصان جو امت کو پہنچا وہ آپ کی رحلت ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ "میری امت کے لئے میری رحلت سے بڑھ کر اور کوئی صدمہ نہیں پہنچے گا۔" (شمال)

## تراجم قرآن حکیم کا انتخاب

کتاب کے شروع میں گزر چکا ہے کہ ترجمہ اور تفسیر میں مفسر اور مترجم کی روحانیت اثر انداز ہوتی ہے برصغیر میں اگرچہ کافی زمانہ پہلے ترجمہ اور اردو تفسیر کا کام ہوتا رہا مگر جس قدر قبولیت خاندان ولی اللہی کو حاصل ہوئی اتنی اور کسی کو نہیں ہوئی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی م ۱۱۶۶ھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام سمجھنے کا خصوصی ملکہ نصیب فرمایا تھا۔

ترجمۃ القرآن کے متعلق جو عام جمود برصغیر میں تھا اس کو سب سے پہلے کامل طریقہ پر آپ نے توڑا۔ فتح الرحمن کے نام سے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ کیا۔ اور حاشیہ مختصر تفسیری فوائد مرتب فرمائے تفسیری سلسلے میں الفوز الکبیر اور فتح الخبیر دو آپ کے رسالے جامع اور مفید ہیں۔ ویسے آپ کی ہر تصنیف اور تالیف میں آیات قرآنیہ کی تشریح اور حکمت موجود ہے اور یہ آپ کا امتیازی وصف ہے کہ کلام اللہ کا فہم حکیمانہ طور پر آپ کو عطا کیا گیا۔

آپ کے تینوں صحابہ زادے مفسر القرآن ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ تفسیر عربی مطبوعہ پارہ اول اور پارہ دوم ۱/۴ اور پارہ انتیس و تیس کی تفسیر پر مشتمل تو عام دستیاب ہے۔



بعض محققین کا حالیہ انکشاف ہے کہ آپ نے پورے قرآن مجید کی تفسیر مرتب فرمائی تھی مگر وہ ہنگامہ دہلی کی تندرست ہو گئی۔

آپ کے دو صاحبزادے شاہ رفیع الدین ۱۲۳۳ھ نے لفظی ترجمہ اردو زبان میں فرمایا جو حضرت شاہ ولی اللہ کے فارسی ترجمہ کا اردو عنوان معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے تیسرے صاحبزادے شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے بھی اردو ترجمہ فرمایا۔ اور تفسیر بھی بدنام موضع القرآن مرتب فرمائی۔ بعد میں آنے والے جلیل القدر علمائے تفسیر نے ان ہی کی خوشنہ چینی کی۔ محدث عصر حضرت انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیری تالیفات مثلاً مشکلات القرآن میں موضع القرآن کو پیش نظر رکھا۔

اس دور کے شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ نے تفسیر و ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر کو راہ نام سمجھا۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر المثلثا نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:۔  
اگر یہ مقدسین اکابر (شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہم) قرآن شریف کی اس ضروری خدمت کو انجام نہ دے جاتے تو اس شدت ضرورت کے وقت میں ترجمہ کرنا بہت دشوار ہو جانا۔

چنانچہ آپ نے اپنے ترجمہ اور حاشیہ تفسیری میں ان ہی سے راہ نمائی حاصل کی آپ نے مقدمہ ترجمہ القرآن میں شاہ صاحب کے ترجمہ کی جامعیت پر تبصرہ کرتے ہوئے مختصر الفاظ میں یوں فرمایا:۔

الحسن الحریم کا فرق شاہ صاحب نے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا کے الفاظ میں فرمایا الحمد للہ کا ترجمہ سب تعریفیں اللہ کے لئے دو جگہ لایا ہے مگر شاہ صاحب نے دونوں کا فرق کرتے ہوئے اول میں بوجھتے اور دوسرے میں سمجھتے فرمایا۔ یکذیون کا معنی جھوٹ بولتے تھے نہیں بلکہ جھوٹ کہتے تھے فرمایا اور یہی درست ہے۔

اس گنہ گار محمد زاہد حسینی نے حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ اور تفسیر میں وہ کچھ پایا جو عمر بھر کے مطالعہ سے حاصل نہ کر سکتا صرف چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:۔

الف - سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۱۶ میں فرمایا **أَمْرًا مَّتَرَفِيَهَا فَفَسَقُوا فِيهَا** کے ترجمہ میں بڑی مشکلات پیش تھیں حضرت شاہ صاحب نے **ففسقوا** کا ترجمہ بے حکمی فرما کر سب مسئلہ حل کر دیا جس کا معنی یہ ہوا:-

”جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے عیش پرستوں کو حکم دیتے ہیں (نیکلی کا) مگر وہ بے حکمی کرتے ہیں (برے ہی رہتے ہیں)“

ب - سید دو عالم علی النبی علیہ وسلم کو فرمایا - سورۃ النساء ۱۱۳ **وعلماک ما لم تکن تعلم** (ترجمہ) اور سکھایا تجھ کو جو تو نہ جان سکتا اسی سکھاتا کے کلمہ میں سارے علوم نبوت خصوصیات نبوت کی جان ہے یعنی علوم نبوت کی جان ہے یعنی علوم نبوت وہی ہیں نہ کہ کسی کہ کوئی انسان محنت اور کوشش کر کے علوم نبوت حاصل کر کے نبی بن جائے۔ نبوت بھی وہی، علوم نبوت بھی وہی معجزات نبوت بھی وہی ہیں۔

ج - سورۃ الاحزاب کی آیت ۴ کے ارشاد **وَنَاقِمِ الْبَیِّنَاتِ** کا ترجمہ فرمایا اور مہر سب نبیوں پر یہ پیر کا کلمہ فرما کر سب تاویل اور تحریفات متنسی کو مردود قرار دے دیا۔ سب نبیوں کی مہر اور سب نبیوں پر مہر میں بڑا فرق تھا اس کو دور فرما دیا۔

د - سورۃ یوسف آیت ۴۰ کے ارشاد **وَمَا آتَانَا مِنَ الْمَثَرِ كَيْنِ** کا ترجمہ ”اور میں نہیں شریک بنانے والا“ اس قدر محتاط اور کامل جامع مانع ترجمہ ہے کہ اب کسی تاویل اور دفع و ہم کی ضرورت نہیں رہتی۔

## ”احقر کا معمول“

بچہ اللہ تعالیٰ احقر کو جب ۱۹۳۹ء میں بیت اللہ شریف کے حج اول کی سعادت نصیب ہوئی تو حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہ نے اپنا مترجمہ و محشی قرآن مجید عنایت فرمایا حضرت کے اخلاص اور روحانی توجہ کی یہ برکت تھی کہ اس مصحف شریف سے لگاؤ پیدا ہوا اور آج تک میں اسی سے راہ نمائی

حاصل کرتا ہوں اور اکثر تلاوت بھی اسی میں کرتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری حواشی اور سر رکوع پر چند حروف میں رکوع کا خلاصہ اس قدر جامع ہے کہ اس کی تشریح و بسط سے کئی جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ مزید تشریح کے لئے تفسیر موضح القرآن اور تفسیر فتح الرحمن سے راہ نمائی حاصل کر لیتا ہوں۔

## حفظ قرآن و معارف قرآنی سمجھنے کے لئے

مندرجہ ذیل نوافل بہت ہی یا بרכת اور اثر انگیز ہیں۔ یہ نوافل سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قوتِ حافظہ کے لئے ارشاد فرمائے اکابر علمائے کرام کا یہ معمول رہا ہے۔ طلبائے حفظ قرآن اور طلبائے علوم اسلامیہ اگر ان نوافل پر مداومت فرمائیں تو ان شاء اللہ مفید رہے گا۔

شب جمعہ کو رات کے کسی بھی حصہ میں چار رکعت نفل یوں ادا کریں کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ لیس اور دوسری میں سورہ فاتحہ کے بعد حم الدخان اور تیسری میں فاتحہ کے بعد الم السجد اور چوتھی میں فاتحہ کے بعد سورہ الملک پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد مندرجہ ذیل دعا کریں :-

اللَّهُمَّ الرَّحْمَنِي بِتَرْكِ الْمُعَاصِي أَبَدًا مَا أَبْقَيْتَنِي وَأَرْحَمَنِي أَنْ أَتَكَلَّفَ مَا لَا يُعِينُنِي وَأَرْزُقُنِي حُسْنَ النَّظَرِ فِيمَا يُرْضِيكَ عَنِّي - اللَّهُمَّ بَدِّعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذَ الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تُرَامُ أَسْئَلُكَ يَا اللَّهُ يَا رَحْمَنُ بِجَلَالِكَ وَنُورِ وَجْهِكَ أَنْ تُلْزِمَ قَلْبِي حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِي وَأَرْزُقْنِي أَنْ أَتَلُوهُ عَلَى النَّحْوِ الَّذِي يُرْضِيكَ عَنِّي - اللَّهُمَّ بَدِّعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذَ الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تُرَامُ أَسْئَلُكَ يَا اللَّهُ يَا رَحْمَنُ بِجَلَالِكَ وَنُورِ وَجْهِكَ أَنْ تُتَوَرَّكَ بِكِتَابِكَ بِصَبْرِي وَأَنْ تُطَلِّقَ بِهِ لِسَانِي وَأَنْ تُفَرِّجَ بِهِ عَن قَلْبِي وَأَنْ تُشْرَحَ بِهِ صَدْرِي وَأَنْ تُسْتَعْمَلَ بِهِ بَدَنِي فَإِنَّهُ لَا يُعِينُنِي عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِينِيهِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

الحمد للہ یہ گناہ گار آج نئی ترتیب سے معارف القرآن کی تحریر سے فارغ ہوا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ - وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَاصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ أَجْمَعِينَ - آمِينَ

پیچ مدال قاضی محمد سید زاید الحسینی

جامعہ مدنیہ سکیپل پور

۱۸ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ ۲۶ جون ۱۹۶۶ء

# فہرست مضامین معارف القرآن

## مضمون صفحہ مضمون صفحہ

۹۴	رابط و مناسبت	۱	مقدمہ
۱۱۳	ابتداء سور پر تدبیر	۶	تقاریر
۱۲۲	خاتمہ آیات کی بحث	۱۱	لفظ قرآن سورۃ آیت کی تشریح
۱۲۵	اسما حسنیٰ	۲۲	تفسیر، تاویل، تحریف
۱۲۸	جملہ آیات متعلقہ کا لحاظ	۳۱	تفسیر کی مختصر سرگزشت
۱۳۵	شان نزول کی بحث	۳۴	بعض تفسیر میں تفسیر کی سرگزشت
۱۴۳	طریقہ فہم کلمات و آئیہ	۳۹	مشورہ
۱۴۵	کلمات متبادلہ	۴۷	تحریف اور اسکے اسباب
۱۵۱	طریقہ تفہیم مطالب	۵۰	قرآن فہمی کی بڑی شرط
۱۶۳	مقاصد قرآن حکیم (توضیح)	۵۹	تفسیر بالرائے پر تبصرہ
۱۸۲	نبوت و رسالت	۷۷	مکی اور مدنی پر بحث
۲۰۸	قیامت (معاد)	۸۵	فہرست بترتیب نزول
۲۱۳	قصص المشران	۸۸	تقسیم الفاظ و شرانی
۲۱۸	اقسام القرآن		
۲۲۳	امثال القرآن		

۲۸۵	تقدیم و تاخیر	۲۲۷	مجاہرات القرآن
۲۸۶	التفات	۲۳۲	مبہمات القرآن
۲۸۳	مجاز		[ الفاظ قرآن میں نساوں
۲۹۶	شُرّانی رسم الخط	۲۳۵	کی اقسام
۲۹۹	اوقاف قرآنی	۲۴۰	مشکلات القرآن
۳۰۰	لطائف الفشّرآن	۲۴۸	تدبر فی الفشّرآن
۳۰۱	آداب تلاوت	۲۵۷	لغات القرآن
۳۰۴	انتخاب تراجم قرآنی	۲۷۳	اضمار و اشارہ
۳۰۷	[ حفظ شّرآن مجید کے	۲۷۵	قید اور شرط
	لئے نوافل	۲۷۷	تمیز اور حال
۳۱۲	[ بعض تصانیف مصنف	۲۷۸	مبالغہ اور تفضیل
	کا تعارف	۲۷۹	نہی اور نفی

دیہی کتابیں ملنے کا پتہ

دارالاشاعت  
میں مولانا محمد رفیع صاحب  
پاکستان

(منظوم عام پریس پشاور)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۞

وَنَزَّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَمَرْحَمَةٌ

لِلْمُؤْمِنِينَ ۞

ترجمہ

اور ہم جو قرآن اتارتے ہیں یہ شفا اور ایمان دہن اور ایل کیلئے رحمت ہے

ح

گر لوگ سے خواہی مسلمان زمین بستن!  
نہایت ممکن خیر بفرمان زمین بستن

# معارف القرآن

۱۰۰

پہنسی محمد زاہد حسین غفرلہ

شائع کردہ

دارالارشاد - کمپیل پور

